159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com

Marfat.com

وضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیه ویقولون یٰویلتنا مالھذا الکتاب
لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکیر

مصنفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری
(مرحوم)
ناشر، الجواد بکڈپو، جوادیہ کالج بنارس

مطبوعہ اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس فون ۶۰۳۸ بنارس

Marfat.com

۲۹۷۶۹۳۱
م ۳۴۴ ق
۱۵۳۷۵

تیسری ایڈیشن..... اکتوبر سنہ ۱۹۶۸ء....

تعداد اشاعت.. ایک ہزار.....

مطبع..... اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس بنارس

ناشر..... الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس

قیمت مجلد..... ۳ روپے/ .... تین روپیہ

" غیر مجلد..... ۵۰ پیسے/ .... دو روپیہ پچاس پیسے

ملنے کے پتے

(۱) الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس ۱

(۲) احباب پبلشرز اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ

(۳) مکتبہ تعمیر ادب پیلیہ اخبار انارکلی لاہور (مغربی پاکستان)

Marfat.com

تمہید

اس سال ماہ محرم میں ایک رسالہ میری نظر سے گذرا جسکا نام "مظلومان کربلا کی کہانی خود اُن کی زبانی" ہے۔ مولف رسالہ مفتی محمد خلیل صاحب ہیں۔ جو چند دنوں پیشتر اسلامی ریاست مالیر کوٹلہ میں "مفتی شرع" کے عہدے پر فائز تھے۔ اور بنی اُمیہ کی روحانی بیعت کا حق ادا کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتے تھے۔ سنا گیا ہے کہ چشم و چراغ خاندان بنی اُمیہ یزید بن معاویہ سے آپ کو خلوص ہے۔ اور مواعظ میں اس کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" یا "علیہ السلام" کہنا آپ کی عادت مستمرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر افسوس کہ ریاست مالیر کوٹلہ کی عاقبت اندیش گورنمنٹ نے آپکی تحریری کارروائیوں کو مصالح حکومت کے خلاف سمجھا۔ اور زیادہ مدت تک آپ کا ایک عہدہ دار ریاست کی حیثیت سے مالیر کوٹلہ میں مقیم رہنا گوارا نہ کیا جس سے آپکے اموی نواز طرز عمل کو دنیوی حیثیت سے کچھ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اور فقط آخرت کی آس رہ گئی، دیکھئے مالک یوم الدین کی عدالت سے کس طرح کا منصفانہ فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ خدائی فیصلوں کے متعلق "منصفانہ" کی لفظ استعمال کرنا اہلسنت کے اصول عقائد کے بموجب حق بجانب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ حقیقی عدل و انصاف کو خدا کے اوصاف کمالیہ میں شمار ہی نہیں کرتے۔ اور جس قسم کے عدل کی اس سے توقع رکھتے ہیں وہ ظلم و جور و سلب حق کا مرادف ہے۔ لہذا اس عقیدۂ مسلمہ کی بنا پر آپ کو خدائی فیصلوں سے بھی روشن توقعات وابستہ کرنے کا موقع حاصل نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہو آپ کے حق میں

اہل ایمان کی دعا صدق دل سے تو یہی ہوگی کہ بروز حساب خبر الٰہی "یوم ندعوا کل اناس بامامھم" کے بموجب بنی امیہ کی اخروی امامت کا دور شروع ہو تو آپ جیسے فدویان خاص اپنے آقاؤں کی فوج میں علمبرداری کے ممتاز عہدہ پر فائز کئے جائیں۔ تاکہ خسران دنیا و آخرت کا حسرتناک منظر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔

رسالہ کی بار بار ورق گردانی کرکے ایک ایک بات پر نظر تعمق ڈالی گئی مگر مقصد تحریر اس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہو سکا کہ شیعوں کے خلاف غیر ضروری بدزبانی اور زہر فشانی کرکے دل کے جلے پھپھولے توڑے جائیں۔ ایسی صورت میں یہ رسالہ اس قابل نہیں ہو سکتا کہ اس کے نقد و تبصرہ میں ارباب فہم اپنے عزیز اوقات کو برباد کریں مگر معزز و محترم احباب کے شدید اصرار کے سامنے سر تسلیم خم کرکے با دل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑا اور ایک ایسا مجموعہ تیار ہو گیا جو ارباب نظر کے سامنے قاتلان حسینؑ کی اصلی مذہبی طبیعت اور دینی حیثیت کو بے نقاب کر دینے کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔

مفتی صاحب کے رسالہ کو دیکھکر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے اول سے آخر تک تہذیب و دیانت کی ہواؤں سے اپنے خیالات و افکار کو محفوظ رکھنے کی کس قدر سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اور جہل مرکب کا یہ کرشمہ نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہو سکتا کہ آپ نے رافضیوں کی عداوت میں خود رافضی شعار بنجانے کی نادر مثال پیش کی ہے یعنی قاتلان امامؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے "علیہم اللعنۃ" کا فقرہ استعمال کرنے میں بھی غیر محتاط بنگئے۔ اور اپنے اعمالنامہ میں سب و شتم صحابۂ رسولؐ کے ناقابل عفو جرم کا ایک نیا باب قائم کر دیا ہے۔ کاش آپ کو اس کی خبر ہوتی کہ واقعات کربلا تمام تر صحابہ و تابعین کے تقاضے ہاتھوں سے عالم شہود میں آئے تو ایسا رافضیانہ طرز عمل اختیار

Marfat.com

اور رحم کی درخواست دشمن شیعوں کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا۔ افسوس ہزار افسوس نہ ملائکہ کی فوج ہی نے اُس کو پناہ دی اور نہ شیعہ جنات نے آپ کی دستگیری کی۔ (الیٰ آخر المعفوات)

(و) آنحضرت کے حضور میں شیعی جبرئیل حضرت حسینؑ کا جھولا جھلایا کرتا تھا۔ اور حضرت فاطمہؑ کی چکی پیسا کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت کے وصال کے بعد حضرت رسولؐ کا پیارا ..... العطش العطش پکار رہا ہے ..... مگر حضرت فاطمہؑ کی چکی پیسنے والا جبرئیل دم بخود ہے۔ بے پروا ہے۔ امامؑ کی مظلومی و بیکسی پر اسے رحم نہیں آتا۔ مظلوم کی درد انگیز آواز پر اُس کا دل نہیں پسیجتا۔

(ز) شیعوں کے خدا نے فرشتوں کو اجازت بھی دی تو نہایت تنگ وقت میں مفت کا احسان۔ الخ

(ح) مانا کہ شیعوں کے خدا کی گورنمنٹ میں امام حسینؑ کی مظلومی کی اطلاع دیر سے پہنچی اور محکمہ حرب کا سامان جنگ مہیا کرنے، اسلحہ صاف کرنے میں دیر لگ گئی۔ اور مسلح فوج کے میدان میں آنے سے پیشتر ہی امامؑ ان لوگوں کے ہاتھوں سے جنھیں وہ باوجود عالم ماکان و مایکون ہونے کے مخلص مومن، صادق شیعہ نیک نیت ہونے کا سارٹیفکٹ عطا فرما چکے تھے بہزار تکلیف بھوکے پیاسے شہید ہو چکے تھے۔ الخ۔

(ط) رسولؐ خدا نے امام حسینؑ کا فدیہ بھی دیدیا۔ لیکن خدا نے فدیہ لیکر بھی امامؑ کو نہ چھوڑا۔ قتل کرا کر تماشہ دیکھ ہی لیا۔

(ی) ہائے افسوس یہ عراقی شیعوں کے نجس منحوس ہاتھ اور پاکدامن مقدس خواتین کے کان۔ اے آسمان تو اس وقت کیوں نہ ٹوٹ پڑا۔ اے زمین

Marfat.com

تو کیوں نہ شق ہوگئی۔ ہاں صاحب شیعوں کے خدا ہی کی مرضی تھی تو پھر کسی کے بس کی بات۔

(ث) بدمعاش ناہنجار عراقی شیعہ امامؑ کی مستورات کی طرف جھانک رہے ہیں۔

(ل) اے خداوند ہم حضور کی تماش بینی کا ذکر کیا کریں۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ خود ہی فیصلہ فرمایئے کہ ان مظالم کا ذمہ دار کون ہے؟ الخ

تمام رسالہ میں اسی قسم کی بدزبانی، تمسخر و استہزا کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ بہت سے مقامات پر یہ طرز تحریر اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ ارباب تہذیب اس کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔

قال المخاطب :- آخر وہ کون بدبخت شقی القلب سنگدل لوگ تھے کہ جنھوں نے ایسی پاک ہستیوں کے ساتھ ایسے سلوک کئے - اس سوال کا جواب دینے کے لئے دو فریق آگے بڑھتے ہیں :- ایک شیعہ صاحبان - دوسرے اہلسنت صاحبان - شیعہ صاحبان یہ تمام مظالم اہلسنت کیطرف منسوب کرتے ہیں اور اہلسنت یہ تمام کرتوتیں اُن لوگوں کی بتلاتے ہیں جو امام حسینؑ اور اُن کے پدر بزرگوار امیرالمومنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیر خواہ ہونے کے مدعی تھے - اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے - حضرت امیر کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے - الخ

الجواب :- خدا جانے کن ذرائع سے آپ کو اس کا علم ہوا کہ شیعہ صاحبان مظالم کربلا کو اہلسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں - ہم نے تو آجتک کسی شیعہ کو نہیں دیکھا کہ وہ قاتلان امامؑ کو سنی کہتا ہو - کاش آپ نے اپنے دعوی پر کوئی معتبر شہادت بھی پیش کی ہوتی - چونکہ آپ نے محض ایک دعوی بے دلیل و شاہد پر اکتفا کی ہے لہذا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ شیعوں کی جانب سے اس بدگمانی میں حق بجانب نہیں ہیں - اور آپ کے اس خودساختہ الزام کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرات اہلسنت کے جذبات کو شیعوں کیطرف سے بھڑکایا جائے - اور اس اشتعال انگیزی میں آپ کے جو ذاتی اغراض مضمر ہوں گے اُن کو آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے - آپکے دل کی گہرائیوں میں جو باتیں پوشیدہ ہوں گی اُن کا جائزہ لینا آپ ہی کا کام ہو سکتا ہے -

Marfat.com

اشقیائے کوفہ و شام جن دلگداز مظالم کے ذمہ دار تھے ان کو تسنن تو درکنار اسلام سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ اگرچہ بظاہر حلقہ بگوش دین اسلام ہونے کے مدعی تھے لیکن درحقیقت اسلام کشی اُن کا اصلی مذہب تھا۔ اور زر پرستی و دنیا طلبی ان کا حقیقی دین و ایمان۔ ان کا ظاہری اسلام کفر و جاہلیت کا ایک بگڑا ہوا مرقع تھا جس سے اخلاقی خصوصیات کا وہ رنگ بھی اڑ چکا تھا جو زمانۂ جاہلیت میں سرمایۂ افتخار سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کے ارادات و حرکات سے بے دینی و لامذہبی کو بھی شرم آتی تھی۔ اور کفر و الحاد بھی بیزار تھا۔

البتہ بغیر کسی عذر کے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل شقاوت کو اپنے اسلام کش ارادات میں جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی وہ انھیں اصول و ضوابط کی روشنی میں نصیب ہوئی جن کی بنیاد زمانۂ رسالتؐ کے بعد ارباب حل عقد نے ایوان سقیفۂ بنی ساعدہ میں ڈالی تھی۔ اور ان کی حوصلہ افزائی اس سلوک و طرز عمل سے ہوئی جو صحابۂ کبار نے اہلبیت رسالت کے ساتھ اختیار فرمایا۔ اس مبارک عہد سے لیکر زمانۂ خلافت یزید تک جن عقاید و جذبات کی پرورش سینوں میں ہوتی رہی ان کی نشو و نما کی آخری رفتار اُن ننگ انسانیت افعال پر ہوئی جو سرزمین نینوا پر واقع ہوئے۔ صفحات تاریخ کو عبرت کی نگاہ سے دیکھکر مبادی و مقدمات سے نتائج تک پہونچنے کی صلاحیت رکھنے والے دل و دماغ اس حقیقت کو بے عذر تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ خلافت بنو امیہ کو عالم وجود میں لانے۔ اور اس کے اقتدار کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جن اصول و عقاید و خیالات کی اس مبارک عہد میں عام طور سے ترویج کی گئی انھوں نے عوام کے دلوں میں کوئی خوشگوار اثر نہیں پیدا کیا۔

Marfat.com

اس خیر القرون کی پاک شخصیتوں نے مذکورہ بالا دینی مقصد کے حصول کو پیش نظر رکھکر جو روش اور طرز عمل اختیار کیا انھیں پر بعد کے تمام حوادث و واقعات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اہل کوفہ و مصر نے حضرات صحابہ کرام کی سرکردگی میں قتل حضرت عثمان جیسے جرم عظیم کا ارتکاب انھیں نظریات و عقاید کو نظر کے سامنے رکھکر کیا۔ اہل عراق نے انھیں اصول اور طریقوں کے ماتحت جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی اور پھر مختلف نازک مواقع میں انتہائی مشکلات کا سبب بنتے رہے۔ یہاں تک کہ خاندان بنی امیہ کی خلافت و امارت تسلیم کر کے اپنے ارادات و حرکات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ اصول و نظریات نہ صرف خاندان رسالت بلکہ دین اسلام کے لئے بھی کتنے خطرناک اور تباہ کن تھے۔ اور وہ ایمانی دنیا میں کیسے مہلک نتائج پیدا کر سکتے تھے۔

اب رہا دوسرا دعویٰ کہ اہل سنت تمام مظالم کو شیعوں کے ذمہ عاید کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالشکور صاحب سے پیشتر جہاں تک مجھے معلوم ہے باخبر اہلسنت کیجانب سے شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام کبھی وارد نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کہ موصوف سے پہلے بھی کسی ناعاقبت اندیش اور فکر و انجام سے خالی دل و دماغ میں پیدا ہوا ہو۔ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس بے بنیاد الزام کو انھیں کی تحریرات نے فروغ دیا۔ اور آپ نے بھی اپنے عواقب سے غافل ہو کر انھیں کے راگ کو دہرا کر دل کے پھپھولے توڑنے کی ہوس کی ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی تحریروں کے متعدد شافی و کافی جوابات شیعوں کیطرف سے طبع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ لہذا محض الزامات کی فہرست کو دہرانے میں عمر عزیز کو

Marfat.com

ضائع کرنے سے زیادہ مناسب آپ کے لئے یہی ہوتا کہ اُن جوابات پر نقد و تبصرہ کرتے جس سے آپ کے جوہر کمالات بھی دنیا پر روشن ہوتے۔ اور عوام الناس کو بحث کے ہر پہلو پر غور کر کے حق و باطل کے پرکھنے کا عمدہ موقع مل جاتا۔

انصاف پسند دنیا میرے اس دعوی کی سچائی میں شبہ نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں پر واقعات کربلا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اُن کے دلوں میں نورِ اسلام کا اثر مطلق نہ تھا۔ وہ لوگ اسلام کے دامن پر ایسے بدنما داغوں کی حیثیت رکھتے تھے جن کے مہلک اثرات تا قیامت مٹنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا کہ اُن کا تعلق درحقیقت اسلام کے کسی فرقہ سے تھا۔ اور وہ کس مذہب کے پیرو تھے۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں ان افتراق پسند لوگوں کی طرف سے یہ سوال خواہ مخواہ اٹھایا جاتا ہے جن کے مخصوص اغراض کیلئے اتحاد بین المسلمین سے زیادہ سم قاتل کوئی شئے نہیں ہو سکتی۔ لہذا وقت عزیز کی مفت بربادی کا خیال نہ کرتے ہوئے اس کی تفتیش و تنقیح مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اشقیائے کوفہ جس قسم کی اسلامیت کی آڑ لیکر دین و ملت کا خون بہا رہے تھے وہ کس فرقہ کے عقاید مسلمہ پر منطبق ہو سکتی ہے۔ جو مذہب پرست حضرات ناواقف دنیا کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قاتلان امام شیعہ تھے۔ اُن کو یہ بات نظر انداز نہ کر دینی چاہئے کہ کتب تواریخ کے اوراق جن حقائق و واقعات کی صداقتوں سے حفاظت کرتے چلے آتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنا آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ یہ اُن کے اختیار کی بات ہے کہ واقعات سے نتائج کی طرف عقل سلیم کی رفتار حیلہ و فریب کو سنگ راہ بنا کر روک دی جا سکے۔ یہ حقیقت عالم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی کہ نہ صرف وہی لوگ جنکی بداعمالیوں نے دشت کربلا کو خاندان رسالت کے مقدس خون

Marfat.com

سے گلو تنگ کر دیا۔ اجماع و شوریٰ کے گرویدہ اور مادی قہر و غلبہ کے فریفتہ تھے۔ خلافت نبویہ کو بیعت اہل حل و عقد کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے۔ بلکہ جن ارکان قوت نے مدینہ طیبہ کو دار الحرب قرار دیا۔ اور مختلف بلاد و امصار کے لوگوں کو دعوت جہاد دیکر حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دیا۔ اور حادثۂ کربلا کے بعد حرم نبوی میں صحابۂ کرام کا خون بے دریغ بہایا۔ ان کی عزت و ناموس کو کمال بیدردی سے برباد کیا۔ نیز حرم خداوندی میں ہنگامۂ کارزار گرم کر کے خانۂ خدا کی انتہائی بحرمتی کے مجرم ہوئے۔ وہ بھی صحابۂ کرام کے انھیں اصول و نظریات کو بنیاد اسلام تصور کرتے تھے۔ اور ان تمام شرمناک کرتوت کے باوجود اس کے مدعی تھے کہ وہ سچے مسلمان ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ فسق و فجور، کفر و الحاد نہیں بلکہ بہت بڑی اسلامی خدمت ہے جسکو انجام دینا ان کا دینی فریضہ ہے مجھے اکابر صحابہ کے ایجاد کئے ہوئے اصول و عقائد پر نقد و تبصرہ اس وقت مد نظر نہیں ہے مگر یہ بات کہنے میں ضرور آتی ہے کہ عہد صحابہ میں جو خیالات و جذبات پھیلائے گئے اور جس طرح کی علمی مثالیں پیش کی گئیں انھیں کے یہ تلخ ثمرات حاصل ہوئے کہ دنیا پرست اور لا مذہب افراد کو احکام خداوندی کی کھلی مخالفت، شعائر اللہ کی بیدریغ توہین کے باوجود اپنے آپ کو پیرو اسلام ظاہر کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ محض اس لئے کہ انھوں نے جو کچھ کیا انھیں اصول و عقاید کی حمایت میں کیا۔ اور حد درجہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ علماء اسلام نے بھی ان ننگ انسانیت افراد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے عوض ان کی حمایت کا بیڑا اٹھالیا ان کی حرکات و سکنات کی نئی سے نئی تاویلیں کرنے لگے۔ ان کے اعمال و افعال کو ملکۂ اجتہاد کا کارنامہ قرار دیکر واقف دنیا کو یہ

سمجھایا کہ یہ لوگ مجتہد زمانہ تھے۔ ان کے تمام کرتوت قوت اجتہاد کا نتیجہ تھے۔ لہٰذا اُن پر مخالفانہ نکتہ چینی نارواہوگی۔ اس مقام پر ناظرین کو ملا علی قاری جیسے عالم متبحر کے مندرجہ ذیل ارشاد کو بہ نظر عبرت ملاحظہ کرکے یہ اندازہ کرلینا چاہیئے کہ علمائے اہلسنت نے کس قدر خالص ارادت اور پختہ عقیدت کے ساتھ اجماع و شوریٰ کے طرفداروں کی حمایت و عیب پوشی کا حق ادا کیا ہے۔ اور بدگمان دنیا کے سامنے ان کے عیوب کو ہنر ظاہر کرنے میں کتنی سرگرم کوششیں کی ہیں۔

ملا علی قاری کی طرف سے عمر ابن سعد کی پُرزور حمایت

یہ صحابی زادہ مجتہد تھا اُس کا انجام بخیر ہوگا

عمر ابن سعد کیف یکون من قتل الحسین لقد۔ انتہیٰ۔ اقول رحم اللہ

.....

من النصف والعجب ممن یخرج حدیثہ فی کتبہم مع علمہم بحالہ ثم کلامہ میرک فیہ انہ لم یباشر قتلہ ولعل حضورہ مع العسکر کان بالرأی والاجتہاد ربما حسن حالہ وطاب مآلہ ومن الذی سلم عن صدور معصیۃ وظہور

قال ابن معین

" خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ابن معین نے عمر ابن سعد کی بابت کہا کہ قاتل حسینؑ تقدر قابل (اعتبار) کیونکر ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا انصاف پسندوں پر رحم کرے.....

تعجب تو ان لوگوں سے ہے جو عمر ابن سعد کی احادیث اپنی کتابوں میں اس کے حال جاننے کے باوجود درج کرتے ہیں۔ یہ تک کلام میرک تمام ہوا۔

(اب ملا علی قاری فرماتے ہیں) اس میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عمر بن سعد نے تو مباشر قتل حسین نہیں۔ اب رہا یہ لشکر کہ وہ فوج کوفہ کے ساتھ تھا تو امید ہے کہ اس میں اس کے اجتہاد کو دخل رہا ہوگا اور بعد میں اس کا حال درست اور مآل پاکیزہ و ذکر جمیل ہوگا اور آخر ایسا کون ہوسکتا ہے جو کسی گناہ کے

زلة منه فلو فتح هذا الباب اشكل الامر على ذوى الالباب۔

شرح مشکوٰۃ منقول از تشیید المطاعن جلد دوم

صادر اور کسی لغزش کے ظاہر ہونے سے محفوظ و سالم رہ گیا ہو۔ (پھر بالخصوص عمر ابن سعد کو بے اعتبار ٹھہرانے کی کیا وجہ) اگر اتنی سی بات سے اس پر بے اعتمادی کا دروازہ کھول دیا جائے تو صاحبان عقل مشکل میں پڑ جائیں گے۔"

دیکھئے یہ وہی عمر ابن سعد ہے جو باعتبار مورخین محض حکومت رے کی طمع میں قاتلان حسینؑ کی فوج کا قائد اعظم اور مطلق العنان امیر الامرا بنکر آیا تھا۔ اور جملہ سپہ کاریاں اس کی مرضی اور احکام و ہدایت کے ماتحت واقع ہوئیں۔ ملا علی قاری اس کی مخلصانہ طرفداری و حمایت فرما رہے ہیں۔ اولاً یہ عذر کیا کہ وہ خود مباشر قتل حسینؑ نہ تھا۔ یہ حادثہ کبریٰ اس کے ہاتھوں سے واقع نہیں ہوا۔ رہا لشکر کے ساتھ اس کا حاضر رہنا تو امید ہے کہ یہ فعل اس کا اجتہاد کی بنا پر واقع ہوا ہوگا۔ ثانیاً۔ یہ توقع ظاہر کیگئی کہ اس کا حال درست اور انجام پاک اور بخیر ہو گیا ہوگا۔ اس کلام میں واقعہ قتل فرزند رسولؐ اور بربادی خاندان رسالت کی عظمت و اہمیت کو جس حد تک گھٹا کر ظاہر کیا گیا ہے وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کاش اسی پر قناعت کی ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ صاف صاف اس بدترین جرم کو ان معمولی معصیتوں اور ہلکی لغزشوں میں داخل کیا گیا جس سے انسان عام طور پر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لوگوں سے عموماً سرزد ہوا ہی کرتے ہیں۔ لہذا قابل اعتنا نہ ہوں گی۔

عمر ابن سعد کی خطاؤں پر نظر کرنا ارباب عقل کو مشکل میں ڈالدیگا

آخر کلام میں نہایت ایمانداری سے عجیب دلچسپ مگر حق بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر ایسے ہی

امور کو وجہ الزام بنا کر ایک مرتبہ جرح و قدح کا فتح الباب کر دیا جائے تو ارباب عقل گرفتار مشکلات ہو جائیں گے۔ اس ارشاد نے یہ حقیقت بالکل بے نقاب کر دی کہ عمر بن سعد نے جو کچھ کیا وہ کوئی نئی بات نہ تھی جس میں وہ منفرد و لاثانی رہا ہو۔ بلکہ دیگر ارکان و مقتدایان مذہب بھی ایسی ہی لغزشوں اور معصیتوں (یعنی بغض و عداوت اہلبیتؑ اور ایذا و تذلیل عترت طاہرہ) سے پاکدامن نہ تھے۔ لہٰذا اگر عمر بن سعد کے خلاف نکتہ چینی اور بے اعتمادی کا دروازہ کھول دیا گیا تو ارباب عقل بڑی مشکل میں پھنس جائینگے تمام مذہبی روایات ناقابل اعتبار ہو جائیں گی اور مذہب کی خیر نہ رہے گی۔

قاتلان حسینؑ کی مذہبی حالت کا انکشاف

تنقیحات ذیل پر منحصر ہے

اس سوال کے حل ہونے کیلئے کہ قاتلان امامؑ کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مندرجہ ذیل امور کی تنقیح لازم ہے۔

(۱) شیعہ امامیہ اور اہلسنت والجماعت کے مابین امامت و خلافت کے معاملہ میں بنیادی و اصولی اختلافات کیا ہیں۔؟

(۲) قرون اولیٰ میں شیعہ امامیہ (بقول اہلسنت روافض) ہی لقب "شیعہ" سے ملقب تھے۔ یا اہلسنت بھی اسی لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔؟

(۳) صحابہ کرام اور اہل کوفہ کی اکثریت نے جناب امیرؑ کی بیعت و اطاعت کن اصول کے ماتحت قبول کی تھی۔ اور یہ لوگ دیگر خلفائے راشدین کے باب میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔؟

(۴) قتل عثمان اور واقعہ ہائے حرہ۔ اور بے حرمتی خانہ کعبہ کے ایسے شرمناک جرائم کن لوگوں سے واقع ہوئے۔ اور ان کے متعلق اہلسنت کس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

(۵) سبط رسولؐ، شہیدِ مظلوم امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کبریٰ کے واقعہ میں صحابہ کرام و تابعین کا کیا رویہ رہا۔ اور اُن کی کوئی فرد قاتلان امام کی فوج میں مصروف کار تھی یا نہیں۔ اور جو لوگ اہلبیتؑ کی تذلیل و خانہ بربادی کے اصل بانی و ذمہ دار تھے اُن کیلئے سے علمائے اہلسنت کے عقائد و خیالات کیا ہیں۔؟

تنقیح اول:۔ امر اول کی تنقیح کیلئے زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ توحید و نبوت وغیرہ اصول دین میں بھی ان دونوں فرقہائے اسلام کے مابین شدید اختلاف عقائد موجود ہے۔ لیکن بالخصوص مسئلہ امامت و خلافت میں بنیادی اختلافات اس حد تک شہرت پذیر ہو چکے ہیں کہ ان کی تفصیل غیر ضروری ہو گئی ہے۔ پھر بھی چند علمائے اہلسنت کی تحریرات یہاں نقل کیجاتی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ دونوں فرقے کس حد تک متضاد عقاید رکھتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی مشہور کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" کے مندرجہ ذیل اقتباسات مسئلہ امامت میں شیعہ و سنی کے اصولی اختلافات کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہوں گے۔

عقیدہ سوم آنکہ امام را معصوم بودن از خطا در علم اجتہاد ضرور نیست و منتفاع صدور گناہ از و شرط امامت است آرے در وقت نصب باید کہ مرتکب کبائر و مصر بر صغائر نباشد کہ معنی عدالت ست و ہمیں است مذہب اہلسنت و شیعہ خصوصاً امامیہ و اسماعیلیہ

"تیسرا عقیدہ یہ کہ علم و اجتہاد میں امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور نہ صدور گناہ کا ممتنع ہونا شرط امامت ہے۔ ہاں یہ البتہ ہونا چاہیئے کہ نصب خلافت کے وقت وہ شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب اور صغائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔ عدالت کے یہی معنی ہیں۔ اور اہلسنت کا مذہب یہی ہے شیعہ خصوصاً امامیہ و اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ علم و عمل میں خطا

گویند کہ امامت از خطا در علم و از گناہ در عمل بمعنی امتناع صدور کہ خاصۂ انبیاست شرط امامت ست۔

دگناہ سے معصوم ہونا اسی معنی سے شرط امامت ہے جو کہ انبیاء کیلئے مخصوص ہے (یعنی امام سے بھی صدور گناہ اسی طرح ممتنع ہونا چاہیے جس طرح انبیاء سے ممتنع ہونا لازم اور شرط نبوت ہے"

عقیدۂ چہارم امام را لازم نیست کہ منصوص باشد۔ واجب ست کہ وقت حاجت بر وفق مصلحت آں وقت یکی را از خود رئیس سازند..... و امامیہ گویند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس میباید کہ منصوص باشد از جانب خدا۔

چوتھا عقیدہ یہ کہ امام کو خدا کی جانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کا نصب کرنا مکلفین کے ذمہ واجب ہے کہ بوقت حاجت مصلحت وقت کے موافق اپنی جماعت میں سے ایک شخص کو اپنا رئیس بنالیں..... امامیہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے لہذا ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے منصوص ہو۔

عقیدۂ پنجم۔ آنکہ امام را لازم نیست کہ عند اللہ افضل از جمیع اہل عصر خود باشد۔

پانچواں عقیدہ یہ ہے کہ امام کیلئے یہ لازم نہیں ہے کہ خدا کے نزدیک اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو۔

عقیدۂ ششم آنکہ امام بعد از رسول بلا فاصلہ ابوبکر صدیق ست و ہمیں ست مذہب اکثر اہل اسلام و شیعہ منفرد اند بانکار ایں عقیدہ و قدر مشترک در جمیع فرق شیعہ آنست کہ امام بعد از رسول

چھٹا عقیدہ یہ کہ امام بعد رسول بلا فاصلہ ابوبکر صدیق ہیں۔ اور اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے شیعہ اس عقیدہ کے انکار میں منفرد ہیں۔ اور شیعوں کے تمام فرقوں میں مشترک ہے کہ امام بعد رسول بلا فاصلہ جناب امیرؑ ہیں۔ اور ابوبکر غاصب

Marfat.com

بلا فاصلہ جناب امیرؑ ست و ابوبکر غاصب بود بتغلب و حیلہ حضرت امیرؑ را از منصب امامت دفع نمود و خود بر آں قائم شد۔

تھے۔ انھوں نے تغلب (زبردستی) و حیلہ سے جناب امیرؑ کو منصب امامت سے ہٹا دیا اور خود جم گئے۔

ان تمام اقتباسات سے مندرج ذیل اختلافات عقائد کی تشریح ہوتی ہے۔

(۱) اہلسنت کے نزدیک خطا و عصیان سے امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ مسلمہ اس کے خلاف ہے۔ اُن کے نزدیک امام کو علم و عمل میں عصمت مطلقہ کے اسی درجہ پر ہونا لازم ہے جو انبیاء کا خاصہ ہے۔ عصمت کے معاملہ میں ان کے نزدیک نبی و امام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کو خداوند عالم کی جانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے۔ لیکن شاہ صاحب کے متعدد ارشادات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ امام کا خدا کی جانب سے منصوص ہونا مفاسد کا سبب ہوگا۔ منصوص نہ ہونا ہی انسب اور مصلحت سے قریب تر صورت ہے۔ اس کے خلاف شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بدون نص خداوند عالم کوئی شخص امام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خلق اللہ کو اس کا اختیار ہے۔ کہ کسی شخص کو کسی عنوان سے امام برحق بنا سکے۔

(۳) امام کو خدا کے نزدیک تمام اہل زمانہ سے افضل ہونا اہلسنت لازم نہیں سمجھتے۔ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے اس سے کم درجہ کا شخص بھی اس منصب جلیل پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ اس سے مختلف ہے ان کے نزدیک افضلیت مطلقہ شرط امامت ہے۔

(۴) اہلسنت کے تمام فرقے بعد رسولؐ حضرت ابوبکر کو امام بلا فصل مانتے ہیں۔

مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام بلا فصل جناب امیرؑ ہیں۔ اور خلافت و امامت کے باب میں حضرات شیخین کے متعلق اس فرقہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی شاہ صاحب کے الفاظ کر رہے ہیں۔ اور وہ عقائد خود جناب امیر المومنینؑ اور عم رسولؐ جناب عباس کے اُن خیالات کی پیروی کرتے ہوئے قائم کئے گئے ہیں۔ جن کی تصریح مسلم کی اس حدیث میں کی گئی ہے۔

قال فلما توفی رسول اللہ صلعم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امرأتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم ما نورث ما ترکناہ صدقۃ فرأیتما ہ کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق راشد تابع للحق ثم توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابوبکر فرأیتمانی کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق راشد تابع للحق الخ

(صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مصر ص۷۱)

(حضرت عمر جناب امیرؑ و جناب عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ) جب آنحضرت نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں رسول کا ولی ہوں پس تم ان کے پاس اپنی میراث مانگنے کیلئے آئے تم (عباس) اپنے بھتیجے کی طرف سے میراث کے دعویدار تھے۔ اور یہ (علی بن ابیطالب) اپنی بیوی کی میراث ان کے باپ کی طرف سے طلب کر رہے تھے تو ابوبکر نے جواب دیا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس جواب پر تم نے اُن بزرگ کو جھوٹا، گنہگار، غدار، خائن سمجھ لیا حالانکہ جانتا ہے کہ وہ سچے پاکباز، ہدایت یافتہ، اور تابع حق تھے۔ پھر جب وہ دنیا سے گئے اور میں نے کہا کہ میں رسولؐ اور ابوبکر کا ولی ہوں تو تم لوگوں نے مجھے بھی جھوٹا گنہگار،

Marfat.com

غدار، خائن ٹھہرایا۔ حالانکہ خدا کو معلوم ہے کہ علی مسجار رسول باز۔ صاحب شیعہ
اور تابع حق ہوں۔

د۔ ان تمام اختلافات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر اس دعوی پر اصرار کیا جائے کہ جن کوفیوں پر قتل امام کا الزام عائد ہوتا ہے وہ شیعہ امامیہ تھے۔ تو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ وہ مذکورہ بالا شیعی عقائد و خیالات کے پیرو تھے۔ اور اہلسنت کے عقائد مندرجہ بالا سے ان کو کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس کا ثبوت نہ دینے کی صورت میں شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی نیت سے اس طعن آمیز دعوے کو دہراتے رہنا ایک ایسا فعل ہوگا جس پر حماقت و بے دانشی بھی خندہ زن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

تنقیح دوم :۔ امر دوم کی تنقیح پہلی تنقیح سے وابستہ ہے۔ جبکہ کسی شہادت سے یہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے کہ جو اہل کوفہ خاندان رسالت کی تباہی کے مجرم تھے۔ اور ارتکاب جرم سے پیشتر اس خاندان کے بظاہر طرفدار نظر آتے تھے وہ تولا و تبرا میں عقائد شیعہ امامیہ کے پیرو تھے۔ امیر المومنین کو معصوم مطلق و امام بلا فصل تسلیم کرتے تھے۔ نیز حضرات شیخین کی شان میں وہی ناگفتہ بہ جذبات و خیالات رکھتے تھے۔ جو شاہ عبد العزیز کے ارشادات اور حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہیں تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ان کے تشیع کی اصلیت بس اتنی ہی تھی کہ بعد قتل عثمان امیر المومنین کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کی بیعت و اطاعت انہیں اصول و نظریات کے ماتحت قبول کر لی تھی جو پہلے سے دلوں پر نقش ہو چکے تھے۔ یہ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمر کے آباد کردہ شہر کوفہ کے باشندے تبرائی مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ کتب تواریخ شاہد ہیں کہ بعد قتل حضرت عثمان خود صحابہ کرام اور ان کے تابعین

Marfat.com

دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے تھے - ایک جماعت نے اصول اجماع کے ماتحت امیر المومنینؑ کی بیعت قبول کی - وہ "شیعہ علی" کے لقب سے ملقب ہوئے - دوسری جماعت نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا - اس کا لقب "عثمانیہ" مشہور ہوا اُن میں سے چند سربرآوردہ اشخاص کے اسماء بنا بر تصریح مورخ ابن اثیر یہ ہیں :-

وبایعت الانصار الا نفرا یسیرا منهم حسان بن ثابت وکعب بن مالک ومسلمة بن مخلد وابو سعید الخدری ومحمد بن مسلمة ونعمان بن بشیر وزید بن ثابت ورافع بن خدیج وفضالة بن عبید وکعب بن عجرة وکانوا عثمانیة

"گروہ انصار نے جناب امیرؑ کی بیعت کی مگر چند نفر اس سے مستثنیٰ رہے اُن کے نام یہ ہیں - حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابو سعید خدری - محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت رافع بن خدیج - فضالہ بن عبید، کعب بن عجرہ یہ لوگ عثمانی جماعت بن گئے تھے -"

(الکامل جلد ۳ صفحہ ۱۷۵)

نیز طبقات ابن سعد میں ہے - جلد ۶ - صفحہ ۱۷۱ -

کان زرارة بن حبیش یحب علیا وکان ابو وائل یحب عثمان

"زرارہ بن حبیش محب علیؑ تھے - اور ابو وائل عثمان کی محبت رکھتے تھے -"

پھر اسی کتاب میں مذکور ہے - جلد ۶ - صفحہ ۱۷۱ -

قال رأیت عبد الرحمن بن ابی لیلی و عبد الله بن حکیم وکان هذا یحب علیا وهذا یحب عثمان

"میں نے عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ اور عبد اللہ بن حکیم کو دیکھا - وہ (عبد الرحمان) علیؑ کو دوست رکھتے تھے - یہ (عبد اللہ) عثمان سے محبت رکھتے تھے"

Marfat.com

تمام اہل شام انھیں صحابہ کرام و تابعین عظام کی پیروی کرکے عثمانیہ جماعت بن گئے تھے بمقابلہ اُن کے اکثر اہل کوفہ نے حضرت امیرالمومنینؑ کا ساتھ دیا اور شیعہ علی ؑ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مگر یہ بات نہ تھی کہ جماعت عثمانیہ کے خیالات رکھنے والے کوفہ میں موجود نہ رہے ہوں۔ بلکہ وہاں بھی عثمانیہ خیالات وجذبات رکھنے والے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ تاریخ کامل میں ہے۔ جلد ۳ ص ۱۲۹۔

ثم مضی حتی امر بالناعطیین وکان کلھم عثمانیہ۔

"جناب امیر کا گذر ناعطین کیطرف سے ہوا۔ یہ لوگ سب کے سب عثمانی تھے۔

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴۔ ص ۹۲۔

وتنادوا فی الجبانۃ یالثارات الحسینؑ فسمعھا یزید بن عمیر الھمدانی فقال یالثارات عثمان فقال لھم رفاعہ بن شداد مالنا و لعثمان لا اقاتل مع قوم یبغون دم عثمان۔

"یعنی جب انصار مختار نے مقام جبانہ میں یہ نعرہ یالثارات الحسینؑ کی آواز بلند کی تو یزید بن عمیر ہمدانی نے ان کی صدا سنکر یالثارات عثمان کا نعرہ مارا۔ رفاعہ بن شداد نے لوگوں سے کہا کہ ہم کو عثمان سے کیا غرض۔ میں اس قوم کے ساتھ ہوکر نہ لڑوں گا جو خون عثمان کا قصاص چاہتی ہو

آیندہ معلوم ہوگا کہ میدان کربلا میں ایسے لوگ موجود تھے جو انصار حسینؑ کے مقابلہ میں جماعت عثمانیہ کے جذبات کا علانیہ اظہار کررہے تھے۔ اور ان کے طرز عمل سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ گئی تھی کہ وہ خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے فرزند رسولؐ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے ہیں۔ پھر ان باتوں سے چشم پوشی کرکے قاتلان حسینؑ پر شیعیت کا الزام لگانا کسی طرح عقلمندی کا مقتضی نہیں ہوتا۔

۱۵۳۷۵

Marfat.com

علمائے اہلسنت کے بیانات، زمانہ سابق میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے

علماء اہلسنت نے بکمال فخر و ناز اس کی تصریح فرمائی ہے کہ قرون اولیٰ میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب "تحفۂ اثنا عشریہ" میں لکھتے ہیں :-

باید دانست کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اندر زمان سابق بشیعہ ملقب بودند چوں غلاۃ در روافض و زیدیہ و اسماعیلیہ باین لقب خود را ملقب کردند خوفاً عن الالتباس، فرقہ سنیہ و تفضیلیہ خود را باہلسنت و جماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع میشود کہ فلاں من الشیعۃ او من شیعۃ علی حالانکہ او از روسائے اہلسنت و جماعت ست راست ست۔ تحفہ ص ۱۱۔

نیز اسی کتاب میں ہے :-

فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہلسنت و جماعت اند بر روش جناب مرتضوی بودند۔

"جاننا چاہئے کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ زمان سابق میں "شیعہ" سے ملقب تھے۔ جب غلاۃ و روافض و زیدیہ و اسماعیلیہ نے اپنے لئے یہ لقب اختیار کر لیا تو اشتباہ کے خوف سے فرقہ سنیہ و تفضیلیہ نے اپنا لقب اہلسنت و جماعت قرار دے لیا۔ اس سے واضح ہوا کہ پرانی کتابوں میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ فلاں شخص شیعہ ہے اور فلاں شخص شیعہ علیؑ ہے۔ حالانکہ وہ مذہب اہلسنت کے رؤساء میں سے ہے تو یہ بات بالکل درست ہے۔"

"فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین جو کہ اہلسنت کے پیشوا ہیں۔ جناب مرتضیٰؑ کی روش پر چلتے تھے۔"

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

Marfat.com

شیعہ اولیٰ عبارت اند از جمیع مہاجرین وانصار کہ اکثر آنہا در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب لغات قیام نمودہ اند۔

یہ شیعہ اولیٰ سے مراد جمیع مہاجرین وانصار ہیں جن میں سے اکثر نے ہمراہ رکاب سعادت مآب جناب مرتضیٰ باغیوں سے جدال وقتال کیا۔

پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں :۔

اول کسیکہ بشیعہ ملقب شد جماعت از مہاجرین وانصار وتابعین ایشاں اند کہ مشایعت ومتابعت حضرت مرتضیٰ نمودند در وقتیکہ جناب ایشاں خلیفہ شدند۔ ص ۱۸

پہلے جو لوگ "شیعہ" سے ملقب ہوئے وہ مہاجرین وانصار اور ان کے تابعین تھے۔ جنھوں نے حضرت مرتضیٰؑ کی پیروی اس وقت اختیار کی جبکہ آپ خلیفہ ہوئے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ لکھتے ہیں :۔

وشیعۃ اہل البیت ہم اہل السنۃ والجماعۃ لانہم الذین احبوہم کما امرہم اللہ ورسولہ واما غیرہم فاعداؤہم فی الحقیقۃ۔

"اہلسنت وجماعت ہی شیعہ اہلبیت ہیں کیونکہ یہی لوگ حکم خدا اور رسولؐ کے موافق انکی محبت رکھتے ہیں۔ اہلسنت کے سوا دوسرے لوگ درحقیقت محب اہلبیت نہیں۔ بلکہ ان کے دشمن ہیں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں تذکرۂ ابان بن تغلب میں لکھتے ہیں :۔

ابان بن تغلب الکوفی شیعی لکنہ صدوق وقد وثقہ احمد وابن معین وابو حاتم وقال کان غالیاً فی التشیع فلقائل ان یقول کیف ساغ توثیق۔

"خلاصہ عبارت یہ ہے۔ ابان بن تغلب کوفی شیعہ تھا مگر سچا تھا۔ احمد وابن معین وابو حاتم نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور ابو حاتم کا قول ہے کہ وہ تشیع میں غالی تھا اس مقام پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی

Marfat.com

مبتدع وحد الثقة العدالة والاتقان فكيف يكون عادلاً من هو صاحب بدعة وجوابه ان البدعة على ضربين صغرى كغلو التشيع او كالتشيع بلا غلو فلا تخرق فهذا كثير من التابعين وتابعهم مع الدين والورع والصدق فلو ذهب حديث هؤلاء لذهب جملة من آثار النبوة وهذا مفسدة بينة والبدعة الكبرى كالرفض الكامل والغلو فيه والحط على ابي بكر وعمر والدعاء الى ذالك فهذا النوع لا نحتج بهم ولا كرامة۔ (جلد اول ص۵)

بدعتی شخص کی توثیق (قابل اعتبار ٹھہرانا) کیونکر جائز ہوا۔ حالانکہ ثقہ کی تعریف عدالت ہے اور صاحب بدعت کسطرح عادل ہوگا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک بدعت صغریٰ مثلاً غلو تشیع یا تشیع بلا غلو یہ قسم بدعت بہت سے تابعین اور ان کے اتباع میں صاحب دین و ورع و صدق ہونیکے باوجود پائے جاتے تھے۔ پس اگر ان کی حدیثوں کو غیر معتبر کر دیا جائے تو آثار نبوت کا بڑا حصہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور یہ ایک کھلا ہوا مفسدہ ہے۔ دوسری قسم بدعت کبریٰ ہے مثلاً رفض کامل اور رافضیت میں غلو اور ابوبکر و عمر کی قدر و منزلت کو گھٹانا۔ اور اس کیطرف دوسروں کو دعوت دینا تو اس قسم کی بدعت کرنے والوں کو ہم لائق احتجاج نہیں ٹھہراتے۔ اور نہ ان میں کوئی کرامت سمجھتے۔"

عامر بن واثلہ صحابی کا تشیع۔ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں

كان ابو الطفيل عامر بن واثلة يتشيع في علي ولفضله ويثني على الشيخين ابي بكر وعمر رضي الله عنهما ويترحم على عثمان

ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی علیؓ کے بارے میں شیعی خیالات رکھتے تھے۔ اور شیخین کے مداح و ثنا خواں تھے۔ اور حضرت عثمان پر ترحم کرتے تھے۔

Marfat.com

امام نسائی کا تشیع: - ابن خلکان نے امام نسائی کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے:

الامام ابو عبد الرحمٰن بن شعیب النسائی خرج الی دمشق ودخل فسئل عن معاویۃ وما روی عن فضائلہ فقال ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنہ وکان یتشیع فما زالوا یدفعون فی خصیتیہ حتی اخرجوہ من المسجد

(وفیات الاعیان)

"امام نسائی داخل دمشق ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے معاویہ کے باب میں اظہار خیال کی فرمائش کی اور وہ حدیثیں پوچھیں جو فضائل معاویہ میں مروی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں لا اشبع اللہ بطنہ کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ امام نسائی شیعی خیالات رکھتے تھے۔ ان کے اس جواب پر لوگوں نے ان کے خصیتین میں ٹھوکر مار کر مسجد سے باہر نکال دیا۔"

(اہلسنت کی یہ سعادت مندی قابل صد آفریں ہے۔ مترجم)

تشیع امام حاکم - حافظ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھتے ہیں:

قال ابن طاہر[1] سئالت ابا اسماعیل

ابن طاہر کہتے ہیں۔ میں نے ابو اسماعیل انصاری سے

---

[1] ابو اسماعیل انصاری نے امام حاکم جیسی جلیل القدر شخصیت کو "رافضی خبیث" کا لقب محض اس جرم میں دیا کہ وہ دشمنان جناب امیرؑ و معاویہ و اولاد معاویہ سے منحرف تھے حالانکہ وہ ائمہ رجال مذہب اہلسنت میں اس قدر بلند پایہ بزرگ تھے کہ ان کے کمالات و مناقب کو لکھنے کیلئے ایک مستقل رسالہ درکار ہوگا۔ اور بنا بر تصریح حافظ ذہبی تعظیم شیخین بہر حال کرتے تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ جس طرح کسی شخص کا شیعہ علیؑ کہا جانا زمان سابق کی اصطلاح کی بنا پر اس کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ اسی طرح "رافضی" کا لقب بھی علماء اہلسنت کی اصطلاح و عرف خاص میں کسی شخص کے پیرو عقاید شیعہ امامیہ ہونے کا کافی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ احتمال بہر حال رہے گا کہ یہ لقب "رافضی" اسکو معتقد و مرید شیخین ہونے کے باوجود محض اس جرم میں عطا کیا ہو کہ معاویہ و اولاد معاویہ کی جانب سے اس کے خیالات اچھے نہ تھے۔

Marfat.com

الانصاری عن الحاکم فقال ثقة فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاهر کان شدید التعصب للشیعة فی الباطن وکان یظهر التسنن فی التقدیم والخلافة وکان منحرفا عن معاویة واله متظاهر بذالك ولا یعتذر منه قلت اما انحرافه عن خصوم علی فظاهر واما امر الشیخین فمعظم لهما الکل حال فهو شیعی لا رافضی -

انتهی -

حاکم کی بابت سوال کیا تو انھوں کہا کہ حدیث میں تو ثقہ ہے مگر رافضی خبیث ہے - پھر ابن طاہر کہتے ہیں کہ وہ باطن میں نہایت متعصب شیعہ تھا اور تقدیم شیخین و خلافت کے بارے میں اظہار تسنن کیا کرتا تھا - اور معاویہ و آل معاویہ سے کھلم کھلا منحرف تھا - اور اپنی اس روش سے کوئی عذر نہیں کرتا تھا - (حافظ ذہبی فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا دشمنان علی سے منحرف ہونا تو ظاہر ہے - اب رہا شیخین کا معاملہ تو وہ ان حضرات کی تعظیم بہر حال کرتا تھا - پس وہ شیعی تھا - رافضی نہیں تھا -

علامہ سیوطی نے کتاب تدریب الراوی میں اور ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں ایک لمبی فہرست ان لوگوں کی مرتب کی ہے جو آئمہ مذہب اہلسنت اور موثق رواۃ احادیث ہونے کے باوجود "شیعہ" کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں - اس فہرست کو نقل کرنا باعث طوالت تحریر ہوگا - لہذا اس سے قطع نظر کر کے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ اگر ان عظیم الشان شخصیتوں اور جلیل القدر ہستیوں کا تشیع وہی خصوصیات رکھتا ہوتا جو روافض میں پائی جاتی ہیں - تو ان کو یہ شرف کب حاصل ہو سکتا کہ وہ صحاح ستہ بالخصوص صحیحین کے رواۃ احادیث میں شامل ہوں - حالانکہ اکابر اہلسنت نے صاف کہا ہے کہ خوارج کی روایت تو قابل تسلیم ہو سکتی ہے

Marfat.com

لیکن روافض کی بیان کی ہوئی حدیث تو کیا ان کی گواہی کسی دوسرے معاملہ میں بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔

تشیع خوارج امام ابوداؤد کی زبان سے:۔

حافظ جلال الدین السیوطی کتاب تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:۔

قال ابوداؤد لیس فی اهل الاهواء اصح حدیثاً من الخوارج

امام ابوداؤد کا قول ہے کہ بدعتیوں میں خوارج سے زیادہ صحیح الحدیث کوئی نہیں ہے۔"

رافضیوں کی گواہی قبول نہیں کیجا سکتی

امام نووی منہاج شرح مسلم میں لکھتے ہیں:۔

قال امامنا الشافعیؒ اقبل شهادة اهل الاهواء الا الخطابیة یعنی الرافضة:۔

ہمارے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں خطابیہ یعنی رافضیوں کے سوا تمام بدعتی لوگوں کی گواہی قبول کر لیتا ہوں۔

علمائے اہلسنت کے نزدیک تشیع وغلو فی التشیع کا معیار کیا ہے

ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری شرح بخاری میں تشیع اور غلو در تشیع کا اصل معیار اور مفہوم بیان کیا ہے۔

آپ کا کلام مندرج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس کو بغور پڑھو معلوم ہو جائیگا کہ زمان سابق کا تشیع غلو کے مرتبہ پر پہونچکر بھی اپنے اندر وہ خصوصیات حاصل نہ کر سکا جو شیعہ امامیہ میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اس زمانہ کے لوگوں کا شیعہ غالی کے لقب سے مشہور ہونا بھی اُن کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

التشیع محبة علیؑ وتقدیمه علی الصحابة:۔ یعنی محبت علیؑ اور آپ کو صحابہ سے مقدم سمجھنا

فمن قدمه علی ابی بکر وعمر فھو غالی فی التشیع۔

تشیع ہے اور جو شخص آپ کو ابوبکر وعمر پر مقدم سمجھے وہ تشیع میں غلو کرنے والا ہے۔

اس کلام سے ظاہر ہوا کہ علمائے فرقۂ سنیہ کی اصطلاح میں "تشیع" بس اسی کا نام ہے کہ علیؑ کی محبت دل میں ہو اور حضرت کو ابوبکر وعمر کے سوا دیگر صحابہ پر مقدم سمجھا جائے۔ اور حضرات ابوبکر وعمر پر تقدم کا اعتقاد رکھنا غلو در تشیع کا معیار ہے اور ایسا شخص شیعہ "غالی" کہا جائیگا۔ اگرچہ ان حضرات کے فضائل ومناقب کا صادق دل سے اقرار واعتراف کرتا ہو۔ اُن کی روحانی بیعت کے دائرہ سے اس کا قدم باہر نہ نکلا ہو۔ پھر انصاف کرو کہ اہل کوفہ کا شیعہ یا شیعہ غالی کہا جانا بھی اس بات کا ثبوت کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ رافضیوں کے عقاید رکھتے تھے۔ اور ان کے اعمال کو رافضیوں کے سامنے طعن والزام کے طور پر پیش کرنا عقل ودانش کو رسوا کرنا ہے یا نہیں۔؟

کیا صحابۂ کرام بھی رافضی تھے۔؟

غلو در تشیع کے اس معیار ومفہوم کے مطابق صحابۂ کرام کی صف اول میں بھی ایسی مقدس شخصیتیں نظر آئیں گی جو شیعہ غالی تھیں۔

حافظ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:

روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وخباب وجابر وابی سعید وزید بن ارقم ان علی بن ابیطالب اول من اسلم وفضله هولاء علی غیره۔

(جلد ۲ صفحہ ۴۷۰)

جناب سلمان، بوذر۔ مقداد۔ خباب جابر۔ ابوسعید۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ اول مسلمین علی بن ابیطالب ہیں۔ ان حضرات نے آپ کو دوسروں سے (جن سے ابوبکر وعمر صاحبان بھی مستثنیٰ نہیں) افضل قرار دیا ہے۔

Marfat.com

پھر اگر کسی شخص کا شیعہ یا شیعہ غالی ہونا اوس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ صحابہ کے طبقۂ اعلیٰ کی ممتاز ترین ہستیاں بھی رافضیت کے بدترین جرم میں گرفتار تھیں۔ اور وہ اسی مذکورہ بالا سلوک کی حقدار تھیں جو امام شافعی نے تجویز فرمایا ہے۔ کیا مولوی عبدالشکور صاحب جیسے عالم سے فرقۂ سنّیہ ایمانداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کیلئے تیار ہیں کہ سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید، زید بن ارقم جیسے صحابۂ کبار کو رافضیت کا مجرم قرار دیکر اس حد تک ناقابل اعتبار و اعتماد سمجھیں کہ اون کی شہادتیں معمولی معاملات میں بھی لائق قبول و قابل تسلیم نہ ہوں۔ اگر یہ علمائے دین اس پر آمادہ ہو سکیں تو چشم ما روشن و دل ما شاد۔ کیونکہ اس صورت میں اون کے تسنن بلکہ تدین کی عمارت کا سرنگوں ہو جانا یقینی ہو جائیگا۔ آخر ایسے صحابۂ کبار کے رافضی بے اعتبار ٹھہرائے جانے کے بعد عدالت صحابہ کا شور عالم میں کس منھ سے اور کس زبان سے مچایا جائیگا اور جب عدالت صحابہ رخصت ہوئی تو اجماعی خلافت کے قلعہ کے مسمار ہو جانے میں کیا دیر لگے گی۔ اگر ان صحابۂ کبار کی بابت رافضیت کی نسبت دینا گوارا نہ ہو سکے تو یہ بتانا پڑیگا کہ جب یہ حضرات علیؑ ابن ابیطالب کے شیعہ غالی ہونے کے باوجود رافضی نہ ٹھہرے تو اہل کوفہ کا "شیعہ" کے لقب سے مشہور ہو جانا اون کے رافضی و شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت کس طرح ہوا۔ اور ان کے کرتوت سے فرقۂ شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی کوشش کہانتک عاقلانہ فعل قرار پا سکتی ہے۔ اگر ایمانداری، حیا داری سے دست برداری نہ کیجائے تو اس الزام کو شیعوں کے سامنے زبان پر لانا بھی مناسب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کوفیوں کا تشیع وہی تشیع تو تھا جو زمان سابق میں عام طور پر صحابہ و تابعین کے دلوں میں پیوست ہو چکا تھا۔ اور باوجود اس کے انکے علمبردار اجماع و شوریٰ

Marfat.com

ہونے میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ فرقۂ سنیہ کے پیشوا اور رہنما تصور کئے جاتے رہے۔ اس اصلیت کے انکشاف کے بعد غور سے دیکھئے ظاہر ہو جائے گا کہ فرزند رسولؐ اور آپ کے رفقا کے مقدس خون کے نہ مٹنے والے دھبے کس کے دامن پر ہیں۔ روافض کے دامن پر یا ان لوگوں کے جو تشیع ظاہری کے بھیس میں اصول تسنن کے سچے پیرو تھے۔

مولوی عبدالشکور صاحب کی آخری فیصلہ کن شہادت کہ قاتلان امامؑ تمامتر عقائد فرقۂ سنیہ رکھتے تھے۔

مولوی عبدالشکور اڈیٹر "النجم" و مولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" جن کے دم قدم سے بین المسلمین غیر ضروری مذہبی مباحثات کی چہل پہل قائم ہے۔ ترجمہ اسد الغابہ میں تذکرۂ اسود کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"شیعان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے مخالفین سے لڑتے تھے۔ جو تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ گو یہ لفظ یعنی شیعہ اب زیادہ تر مخالفین اہلسنت پر اطلاق پاتا ہے۔ مگر زمانۂ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے یہ لفظ مستعمل ہوتا تھا۔ صـ ۱۱۱ منقول از رسالہ الآل والاصحاب

دوسرے مقام پر حجر ابن عدی کندی صحابی رسولؐ کے حالات کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ "شیعان علیؑ سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ نہ کہ روافض۔"

مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین ان تحریروں کو پڑھکر غرق حیرت ہو جائیں گے

Marfat.com

اور یہ دیکھکر اُن کے تعجب کی کوئی حد نہ رہے گی کہ وہی بزرگ جو ابھی ابھی "قاتلان حسین علیہ السلام" کو شیعہ بتا رہے تھے۔ اور اس جرم عظیم کا ملزم شیعوں کو قرار دینے میں قوت زبان و قلم کا تمامتر قدرتی سرمایہ صرف کئے دیتے تھے اقتدار خدا سے بیک جنبش دست و قلم معاملہ کو اس طرح الٹ پلٹ کر دیتے ہیں کہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اور خود اس شعر کے مصداق مجسم بنجاتے ہیں ؎

تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے　　کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے

دیکھئے ایک طرف تو مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے دوسری جانب یہ ارشاد ہوتا ہے کہ "شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا جو تمامتر عقاید اہلسنت رکھتے تھے۔ یہ لفظ شیعہ زمانہ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے مستعمل ہوتا تھا" محترم ناظرین ان دونوں باتوں کو نظر حق بیں کے سامنے رکھکر مولوی صاحب سے جان عدل و انصاف اور روح دین و ایمان کی قسم دیکر یہ سوال کریں کہ فاضل مولانا! آپ کی ان دونوں باتوں کو یکجا کر دینے سے منطقی نتیجہ اس کے سوا اور کیا حاصل ہوتا ہے کہ قاتلان حسینؑ تمامتر عقائد اہلسنت رکھتے تھے۔ نہ کہ عقائد روافض پھر یہ کون سا انصاف ہے کہ جس فعل قبیح کو انجام دینے والے وہ لوگ ہوں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور تمامتر عقائد اہلسنت رکھتے تھے۔ اسکا الزام شیعہ امامیہ یعنی روافض کے ذمہ لگایا جائے۔ اور ان کو ملزم ٹھہرانے کیلئے قلم، روشنائی، کاغذ اور سب سے بڑھکر عمر عزیز کو یوں مفت برباد کیا جائے۔ حیف۔ صد حیف۔

میری اس گذارش کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ امام حسینؑ کے قاتل وہی بدبخت تو تھے جو عہد خلافت جناب امیرؑ میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔

Marfat.com

اور وہ لوگ جو اُن کے ہمخیال و ہمعقرب تھے ؟ اس حقیقت سے انکار کرنا فاضل اڈیٹر النجم کیلئے اس وجہ سے غیر ممکن ہوگیا ہے کہ آپ نے اپنے مشہور رسالہ "قاتلان حسین" میں جو الزامات بزعم خود فرقۂ شیعہ امامیہ پر عائد کئے ہیں اُن کا ہیولیٰ اسی حقیقت سے تیار کیا ہے۔ اور اسی واقعہ پر اُن تمام الزامات کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اب اگر اس سے انکار کر دیا جائے تو وہ عمارت از خود سرنگوں ہو جائیگی۔ اور شیعہ امامیہ کو اپنی برأت و پاکدامنی کا اظہار کرنے کیلئے جنبش دست و قلم کی احتیاج مطلق نہ رہیگی۔ اور جبکہ واقعہ کی اصلیت مولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" کے اقرار کے بموجب یہی ٹھہری کہ جو لوگ جناب علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ رہتے تھے وہی بعد میں قتل امام حسینؑ کے مجرم بنے تو اس واقعہ کو مولوی صاحب موصوف کے اس بیان "شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا۔ اور اُن کے ساتھ ہو کر اُن کے مخالفین سے لڑتے تھے جو تمام تر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے" کے ساتھ یکجا کر کے دیکھنے والے فطری طور پر اس صاف و صریح نتیجہ تک پہنچ جائینگے کہ قاتلان حسینؑ تمام تر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ روافض کے عقائد و جذبات سے اُن کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین نے "ارض اور تا لی یخربون بیوتھم بایدیھم" کی اس سے زیادہ حیرت انگیز مثال اور کلام الٰہی کا "نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا" کا اس سے بڑھکر حیرت خیز نمونہ کبھی نہ دیکھا ہوگا جو آج فاضل اڈیٹر النجم کے دست و قلم کی کرشمہ سازی و عجائب نگاری سے کاغذ کے مرقع پر۔

---

(۱) اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑنے لگے۔ (۲) مثل اس عورت کے جس نے اپنا کاتا سوت مضبوط ہو جانے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

Marfat.com

جلوہ ریز ہو رہا ہے۔ محض اس سبب سے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد، کاش میرے اصل مخاطب مفتی محمد خلیل صاحب اس سے عبرت حاصل کرلیں۔ اور سر زانوئے تامل پر رکھکر غور کریں کہ اس قسم کے خود ساختہ الزامات سے شیعوں کو ملزم ٹھہرانے اور دنیا کو دھوکا دینے کی امید رکھنا اس حد تک اپنے آپ کو دھوکا دینا اور مبتلائے جہل مرکب رکھنا ہے۔ یا نہیں جس پر عقل و دانش شرمندہ اور نافہمی و بے دانشی مصروف خندہ ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ دوستانہ مشورہ تو یہی ہو سکتا ہے اب آگے وہ جانیں اور ان کی افتاد طبیعت اور ان کا انداز فطرت۔

تنقیح سوم:

تنقیح دوم کے بعد درحقیقت یہ سوال کہ "قاتلان حسین" شیعہ تھے یا سنی؟ بالکل حل ہو جاتا ہے۔ اور اس بحث میں کتابوں کی ورق گردانی چنداں ضروری نہیں رہ جاتی۔ مگر اس خیال سے کہ سورت حال ظہور کی آخری حد تک پہونچ جائے تحقیق و تنقیح کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ناظرین کو ان فیصلہ کن تاریخی شہادتوں کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں جن سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اہل کوفہ کی اکثریت عقائد روافض سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتی تھی۔ وہاں کے سواد اعظم کے رؤسا و عمائد انھیں عقائد و اصول اور رسوم و عادات کے پابند تھے جنکو صحابۂ کبار نے خلافت نبویہ اور دیگر امور شرعیہ کے متعلق عالم میں رائج کیا تھا۔ حضرات شیخین کے فضائل و مناقب کے دل و جان سے خریدار تھے اور ان کی سیرتوں کو جزو دین و ایمان سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے جناب علی مرتضیٰ کی بیعت ضرور کی تھی مگر اس بیعت میں وہ تبرائی شان مطلق نہ تھی جو روافض کے ناگفتہ بہ خصوصیات میں داخل ہے۔

تاریخ کی پہلی شہادت | قال نقام حجر ... راوی کا بیان ہے کہ حجر بن عدی و عمرو بن الحمق و

بن عدی وعمر بن الحمق وعبد الله بن
وهب الراسبی فدخلوا علی علیؑ فسألوه
عن ابی بکر وعمر ما تقول فیهما وقالوا
بین لنا قولك فیهما وفی عثمان قال
علی کرم الله وجهه اولفرغتم لهذا
وهذه مصر قد افتتحت وشیعتی
فیها قد قتلت انی مخرج الیکم کتابا
انبئکم فیه ما سألتمونی عنه فاقرأوه
علی شیعتی فاخرج الیهم کتابا فیه
..... فلما امضی
تنازع المسلمون فی الامر بعده فوالله
ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر علی
بالی ان العرب تعدل هذا الامر
عنی فما راعنی الا اقبال الناس علی
ابی بکر واجفالهم علیه فامسکت
یدی ورأیت انی احق بمقام محمدؐ
فی الناس ممن تولی الامور علی فلبثت
بذلك ما شاء الله حتی رأیت راجعة
من الناس راجعت عن الاسلام

وعبد اللہ بن وہب راسبی جناب امیرؑ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ ابوبکر و عمر کے
متعلق آپ کا کیا قول ہے؟ اُن کے نیز عثمان کے باب
میں اپنا قول ہم سے بیان کیجئے۔ حضرتؑ نے
فرمایا کہ تمھارے لئے بس یہی بات رہ گئی ہے
اور تمام مہمات سے فارغ ہو گئے۔ دیکھو مصر مفتوح ہو گیا
اور میرے شیعہ وہاں قتل کر دئے گئے۔ خیر ایک
نوشتہ تمھیں دیتا ہوں جو سوال تم نے کیا ہے
اس کا جواب اس نوشتہ میں ہوگا۔ تم اُسے میرے
شیعوں کو پڑھکر سنا دینا۔ پھر آپ نے ایک نوشتہ
اُن کے حوالہ فرمایا جس میں مندرج تھا.....
..... جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو آپکے
بعد امر خلافت میں مسلمانوں کے مابین نزاع عظیم
ہو گئی بخدا میرے دل میں یہ بات آتی ہی نہ تھی کہ
عرب امر خلافت کو مجھ سے ہٹا دیں گے مگر یہ دیکھکر
مجھپر عالم حیرت طاری ہو گیا کہ لوگ بہت جلد ابوبکر
کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہ دیکھکر میں نے بیعت ابی بکر
سے ہاتھ روک لیا۔ اور میں یہ رائے رکھتا تھا
کہ جو شخص متولی امور ہوا ہے (یعنی ابوبکر) رسولؐ کی

یدعون الی محو دین محمد وملة ابراهیم	جانشینی کا حق بہ نسبت اس کے مجھکو زیادہ ہے۔ میں
علیهما السلام فخشیت ان لم انصر	اسی حالت میں رہا تا اینکہ میرے سامنے یہ نظر آگیا
الاسلام واهله ان اری فی الاسلام	کہ مرتدین کے گروہ دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور

سلہ جناب امیرؑ کے اس ارشاد سے دو باتوں کا انکشاف ہوا۔ اول یہ کہ آپ نے ابوبکر صدیق کی بیعت اس لئے قبول نہیں فرمائی کہ اُن کو خلافت کا زیادہ حقدار تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اس کا سبب واقعی یہ تھا کہ اسلامی دنیا میں فتنۂ ارتداد پیدا ہو گیا تھا۔ اگر اس موقع پر آپ ابوبکر کے خلاف عملی جد وجہد فرماتے تو دین اسلام میں رخنہ پڑ جاتا۔ اور بانی اسلام کی تمام کوششیں برباد ہو جاتیں۔ انصاف سے دیکھو جس بزرگ کے سینہ میں ہمدردیٔ دین وملت سے بھرا ہوا دل ہو اور جس کی عرق ریز جد وجہد سے دین اسلام کو نشو ونما نصیب ہوئی ہو اُس سے سوا اس کے اور کیا توقع کر سکتے ہو کہ وہ کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہ کریگا جو اسلام کی کمزوری اور مفسدین کی کامیابی کا باعث ہو سکے۔ لیکن اس کی اس مصالحانہ روش سے جو کہ محض مصلحت وقت کی بنا پر اختیار کیگئی تھی یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتے کہ اس نے اپنے مقابل کو مستحق خلافت تصور کر لیا تھا۔ اور بیعت وانتراک عمل کا سبب استحقاق خلافت وامامت کا یہی احساس واعتراف ہوا تھا۔ جو لوگ یہ خیال خام رکھتے ہوں کہ جناب امیرؑ خلیفۂ اول کی خلافت کو حق سمجھتے تھے اسی سبب سے آپ نے برضا ورغبت بیعت و اتحاد عمل کی روش اختیار فرمائی تھی۔ وہ حضرت کا یہ ارشاد عقل کی نگاہوں سے دیکھیں اور سمجھیں کہ اجماعی خلافت کے خلاف تلوار نہ کھینچنے کا واقعی سبب یہ نہ تھا کہ آپ اس کو برحق تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اُس کا سبب یہ تھا کہ اگر اس وقت خلافت کے معاملہ میں لڑائی چھیڑ دی جاتی تو ان جھگڑوں اور لڑائیوں سے ان لوگوں کو قوت پہونچتی جو فتنۂ ارتداد میں مبتلا ہو کر دین اسلام کو مٹا دینا چاہتے تھے۔ آپ نے اپنی بیعت کے اسی اصلی سبب کو ایک دوسرے موقع پر یوں بیان فرمایا ہے:

ان اللہ عز وجل لما قبض رسولہ قلنا نحن	جب حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ہم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷ پر)

Marfat.com

ثلماً وهدماً تكون المصيبة به علي اعظم من ثلم ولاية امركم التي انما هي متاع ايام قلائل ثم يزول ما كان منها كما يزول السراب فمشيت عند ذلك الى ابي بكر فبايعته ونهضت معه في تلك الاحداث حتى زهق الباطل وكانت كلمة الله هي العليا وان رغم الكافرون فتولى ابوبكر تلك الامور وقارب واقتصد فصحبته مناصحا وطعته

دین محمدؐ و ملت ابراہیم علیہما السلام کو مٹا دینے کی طرف دعوت عام دیرہے ہیں تو مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے اسوقت میں اسلام اور مسلمانوں کی امداد نہ کی تو مجھے اسلام میں رخنہ پڑنے اور اس عمارت کے منہدم ہوجانے کا منظر دیکھنا پڑے گا۔ اور اسکی مصیبت میرے لئے اس عمارت وحکومت سے عظیم تر ہوگی جو کہ متاع چند روزہ اور سراب کی طرح زائل ہوجانے والی ہے۔ (یہ سوچکر) میں ابوبکر کے پاس گیا اور بیعت کرکے اُن نئے فتنوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) اهله واولياءه لا ينازعنا سلطانه احد فابى علينا قومنا فولوا غيرنا وايم الله لولا مخافة الفرقة وان يعود الكفر ويبور الدين لغيرنا فصبرنا على بعض الالم الخ

(استیعاب ابن عبدالبر جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

کہا کہ ہم آپ کے اہلبیت و اولیاء ہیں لہذا آپکی سلطنت کے معاملہ میں ہم سے کوئی نزاع نہیں کریگا۔ مگر ہماری قوم ہم سے مخالف ہوگئی اور اس نے غیر کو والی اور خلیفہ رسولؐ بنا دیا۔ خدا کی قسم اگر قوم میں تفرقہ پڑجانے کفر کے لوٹ آنے، دین کے تباہ ہوجانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم اُن کے منصوبوں کو الٹ پلٹ کرکے رہتے مگر اسی خوف سے ہم نے صبر اختیار کرلیا۔

امیرالمومنینؑ کے ان صاف اور صریح بیانات کے دیکھنے کے بعد یہ خیال کسی طرح عقلمندی کا تقاضا نہیں ہوسکتا کہ آپ نے خلیفۂ اول کی خلافت کو برحق تسلیم کرلیا تھا۔ دوم یہ کہ حادثۂ وفات رسولؐ کے واقع ہوتے ہی صحابیت کی دنیا میں فتنۂ ارتداد پیدا ہوگیا۔ مسلمان الٹے پاؤں کفر و الحاد کیطرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ پر)

Marfat.com

فیما اطاع اللہ فیہ جاھدًا فلما احتضر بعث الی عمر فولاہ فسمعنا واطعنا وبایعنا وناصحنا فتولی تلک الامور فکان مرضی السیرۃ و میمون النقیبۃ ایام حیاتہ الخ

(امامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مطبوعہ مصر ص ۱۳۰)

کچلنے میں میں نے ان کا ساتھ دیا یہاں تک کہ باطل مٹ گیا اور خدا کا بول بالا کفار کے علی الرغم ہو کر رہا پس ابوبکر ہی امور خلافت کے والی و متصرف رہے اور توفیق ربانی سے ان کو سہولت امور اور سداد و استقامت نصیب ہوتی رہی اور وہ افراط و تفریط سے بچتے اور جادۂ عدل و اقتصاد پر چلتے رہے ہیں۔ میں نے مخلصانہ عنوان سے ان کا ساتھ دیا۔ اور ان باتوں میں ان کا مطیع رہا جن میں انھوں نے خدا کی اطاعت کی جب ان کا وقت آخر آپہونچا تو حالت احتضار میں عمر کو بلوایا اور والی و حاکم بنا دیا۔ ہم نے ان کی بھی بیعت اور اطاعت کی۔ وہ زندگی بھر پسندیدہ سیرت اور نیک نفس رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) کی طرف واپس جانے لگے۔ اور دین اسلام کو مٹا دینے کی فکروں میں پڑ گئے۔ پس اگر اسی طرح جناب امیرؑ کے ساتھ رہنے والوں میں سے ایک جماعت بھی آپ کے بعد نام نہاد تشیع سے منحرف ہو گئی تو وجہ تعجب کیا ہوگی۔ اور ان کی اس بدبختی کو خالص شیعیان علی ابن ابیطالبؑ پر الزام لگانے کا ذریعہ قرار دینا کس طرح حق بجانب تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر افراط تعصب نے قوت عقل کو مغلوب نہ کر لیا ہو تو یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہوگا کہ اس قسم کے الزامات کو اختراع کرنا مخالفین اسلام کو اس کا نادر موقع دینا ہے کہ عہد رسالت کے بعد مرتد ہو جانے والوں کی روش سے سچے مسلمانوں کے خلاف اعتراضات و الزامات کی بوچھار شروع کر دیں۔ اگر سواد اعظم کے سامنے یہ الزام پیش کیا جائے کہ تمھاری اسلامیت کی حقیقت بس اتنی ہے کہ تم نے بانی اسلام کی وفات کے بعد ہی دین و مذہب کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینے کی کوششیں شروع کر دیں۔ بانی اسلام ..... کے بعد چند روز بھی دین و ایمان پر ثابت قدم نہ رہ سکے تو اس آخر الزام کا کیا جواب دیا جائیگا۔ اور جو کچھ اس الزام کے جواب میں کہا جائیگا وہی جواب مخلص شیعوں کی طرف سے بھی قبول کر لینا چاہیئے۔ چونکہ الزام کی نوعیت ایک ہے لہذا جواب بھی ایک ہی ہوگا۔ ۱۲

اس تاریخی شہادت سے ظاہر ہوا کہ حجر بن عدی اور عمر بن الحمق و عبداللہ بن وہب الراسبی جیسے صحابہ حضرات شیخین کے باب میں جناب امیرؑ سے اظہار خیال کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ لوگ خود معتقد و مرید شیخین تھے اور جناب امیرؑ کی جانب سے مطمئن نہ تھے کہ آپ کے خیالات اُن کے عقائد کے مطابق ہوں گے۔ یا حضرتؑ کے خیالات کے متعلق عامۃ الناس کو کچھ شک تھا۔ اور کوئی غلط فہمی پھیل رہی تھی۔ لہٰذا ان اصحاب کا مقصد یہ تھا کہ آپ شیخین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار صاف طور سے کر دیں۔ تاکہ ان کی عام اشاعت کر کے عوام کی ہمدردی اور حمایت حاصل کی جائے۔ مورخ ابن قتیبہ دینوری کے سابق بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اظہار رائے کا یہ مطالبہ اس وقت کیا گیا تھا جبکہ جناب امیر المومنینؑ جنگ خوارج سے فارغ ہو کر دوبارہ اہل شام پر فوج کشی کی تیاری کرنا چاہتے تھے۔ مقام نخیلہ میں نزول اجلال فرما کر تمام فوج کو یہ حکم عام دیا تھا کہ جنگ اہل شام کیلئے کمر بستہ رہے۔ مگر فوج کی اخلاقی حالت اس درجہ خراب ہو چکی تھی کہ اس حکم عام کی طرف سے نہایت بے پروائی کی گئی۔ رفتہ رفتہ تمام سپاہی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ پچاس افراد مخلص جاں نثاروں کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا جب حضرت نے اس حالت کا مشاہدہ فرمایا تو نہایت ملول و شکستہ خاطر ہوئے۔ اور ایک دن اہل کوفہ کو جمع کر کے نہایت پُر زور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کی سخت ملامت فرمائی خطبہ ختم ہونے کے بعد ابو ایوب انصاری نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اور کہا:۔

ان امیر المومنین اکرمہ اللہ قد	بے شک امیر المومنینؑ نے کلام حق سنا دیا اس
اسمع من کانت لہ اذن واعیۃ	شخص کو جو سننے والا کان اور یاد رکھنے والا دل
وقلب حفیظ ان اللہ قد اکرمکم	رکھتا ہے۔ خدا نے اون کے وسیلہ سے تمہیں

به کرامة ما قبلتموها حق قبولها
حیث نزل بین اظهرکم ابن عم رسول
الله وخیر المسلمین وافضلهم وسیدهم
بعده یفقهکم فی الدین ویدعوکم
الی جهاد المحلین فوالله کانکم صم
لا تسمعون وقلوبکم غلف مطبوع
علیها فلا تستجیبون عباد الله الیس
انما عهدکم بالجور والعدوان
امس وقد شمل العباد وشاع فی
الاسلام فذ وحق محروم وشتوم
عرضه ومضروب ظهره وملطوم
وجهه وموطوء بطنه و
ملقی بالعراء فلما جاءکم امیر المؤمنین
صدع بالحق ونشر العدل وعمل
بالکتاب فاشکروا نعمة الله علیکم
ولا تتولوا مجرمین ولا تکونوا کالذین
قالوا سمعنا وهم لا یسمعون الخ

(امامت وسیاست ص۱۲۸ مطبوعہ مصر)

کرامت عطا فرمائی مگر تم نے جیسا چاہیے اس کو
قبول نہ کیا۔ تمہارے درمیان وہ شخص وارد ہوا جو
رسول اللہ کا بھائی اور تمام مسلمین میں بہتر و برتر
اور رسول کے بعد ان کا سردار ہے۔ وہ تمکو دینی
باتیں تعلیم کرتا ہے۔ اور (حرام) کو حلال کر لینے
والوں کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دیتا ہے
پس خدا کی قسم گویا بہرے ہو کہ کچھ سنتے ہی نہیں
اور تمہارے دل پر پردے پڑے ہوئے
ہیں۔ مہر لگی ہوئی ہے۔ جس سے ان کی دعوت
قبول نہیں کرتے۔ بندگان خدا کیا ابھی
یہ کل کی بات نہیں کہ تم ظلم و جور میں بسر کر رہے
تھے؟ اور وہ ظلم و جور تمام بندگان خدا کو
شامل تھا۔ اور اسلام میں عام طور سے پھیلا
ہوا تھا۔ حقدار محروم تھا۔ اس کی آبرو برباد
کی جاتی تھی۔ اس کی پیٹھ پر مار پڑتی تھی اور اس
کے چہرے پر طمانچے لگائے جاتے تھے اور اس کا پیٹ
روندا جاتا تھا۔ اور چٹیل میدان میں پڑا رہتا
تھا۔ پس جب امیر المومنینؑ تمہارے درمیان
تشریف لائے تو آپ نے حق کو عام کر دیا۔ عدل و انصاف کو پھیلا دیا۔ اور

کتاب خدا پر عمل کیا۔ پس خدا کی یہ نعمت جو تم کو ملی ہے اس پر شکر خدا کرو اور
منہ پھیر (کفران نعمت کے) مجرم نہ بنو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں
کہ ہم نے سنا۔ مگر درحقیقت وہ سنتے ہی نہیں۔"

ان تمام پرجوش تقریروں کے باوجود کوفیوں کی بے حمیتی اور پست ہمتی بدستور
رہی اور کوئی ایسی فوج مرتب نہ ہو سکی جو اہل شام کے مقابلہ میں لائی جا سکتی۔ یہ باتیں
مذکورۂ بالا وجہوں میں سے آخری وجہ کی موید ہو سکتی ہیں۔ اور اس خیال کی صحت کیلئے
قوی قرینہ بن سکتی ہیں کہ ایسے عام بدنظمی و انتشار و اختلاف کے موقع پر صحابہ ذوی
الاحترام کا مذکورہ بالا مطالبہ اسی غرض تھا کہ اس تدبیر سے عوام کی دلجوئی کر کے
ہمدردی و حمایت حاصل کیجائے۔ اور دلدادگان اصول اجماع و شوریٰ کو ان کے
واصفین کے متعلق جناب امیرؑ کے خیالات سنا کر اتحاد و اجماع کی راہ پر لگا دیا جائے۔
مندرج بالا تحریری بیان میں حضرتؑ کا یہ حکم کہ۔ اسے لیجا کر میرے شیعوں کے مجمع میں پڑھو۔
اسی خیال کی پوری تائید کرتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو۔ بہر صورت جناب امیرؑ کے بیان کا وہ حصہ
جس میں شیخین کی شان میں اظہار خیال فرمایا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ جو لوگ اوس کے
مخاطب تھے اور جنکو آپ نے "شیعتی" کا لقب عطا فرمایا تھا اصلاً وہ روافض کی طرح
تبرائی مذہب کے پیرو نہ تھے۔ بلکہ فضل خدا سے شیخین کے ارادتمندوں میں داخل تھے۔ اور
ان کے مناقب و مدائح کے جان و دل سے خریدار تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بیانات روافض
کے لئے باعث خنکی چشم ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس تدبیر سے ان کے مرض کا علاج
ممکن نہیں تھا۔ لہذا اگر اہل کوفہ رافضی ہوتے تو اس عام بددلی کے موقع پر ان مناقب و مدائح
کی عام اشاعت روش تدبیر و مصلحت بینی کے سراسر خلاف ہوتی۔ الغرض حضرات شیخین کے

Marfat.com

متعلق اظہار خیال کا مطالبہ اور اس کی عام اشاعت کیلئے جناب امیرؑ کا یہ حکم ثابت کر رہا ہے کہ آپ ایک ایسے ماحول میں بسر فرما رہے تھے کہ جہاں مدائح و مناقب شیخین کے نشر و اشاعت کی ضرورت تھی۔ عامۃ الناس کے عقائد و جذبات اسی کا تقاضا کر رہے تھے۔ پھر کیا اس کھلی ہوئی شہادت کے بعد بھی یہ کہتے رہنا کہ اہل کوفہ رافضی مشرب تھے ایک مجنونانہ تخیل پر مبنی سمجھا جائیگا۔

دوسری شہادت:۔ جنگ جمل کے موقع پر طلحہ و زبیر کے مقابلہ میں اہل کوفہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کیلئے جناب امیر المومنینؑ نے امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو بھیجا تھا۔ یہ حضرات مسجد کوفہ میں آئے اور مجمع عام کے روبرو بہت سی موافق و مخالف تقریریں ہوئیں۔ ان کے تذکرہ کے ذیل میں مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد پنجم ص ۱۸۹

وقام الاشتر فذکر الجاهلية و شدتها والاسلام ورخاءه وذکر عثمان فقام اليه المقطع بن الهثيم بن فجيع العاوی فقال اسکت قبحک الله کلب خلی والنباح فثار الناس فاجلسوه وقام المقطع فقال اما والله لا نحتمل بعدها ان يبوء احد بذکر احد من ائمتنا۔

مالک اشتر کھڑے ہوئے اور انھوں نے زمانۂ جاہلیت اور اس کی سختیوں اور اسلام اور اسکی خوشحالیوں کا تذکرہ کیا اور (اسی سلسلہ میں) حضرت عثمان کا تذکرہ (کچھ نامناسب) کیا اس پر مقطع بن الہثیم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ کتا بھونکنے کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کلام سے لوگوں میں شورش برپا ہو گئی اور سب نے مالک اشتر کو بٹھا دیا۔ مقطع نے پھر یہ کہا کہ اب اس وقت کے بعد ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کرینگے کہ کوئی شخص ہمارے اماموں میں کسی کا تذکرہ یوں کرے۔

حضرت عثمان کی مخالفت میں مالک اشتر کی تقریر نے جسطرح عام شورش برپا کر دی اور مقطع

Marfat.com

بن الہیثم نے حاضرین کے نمائندہ کی حیثیت سے جو کچھ کہا اوس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل کوفہ کی مذہبی طبیعت کیا تھی اور وہ کس قسم کے عقائد و جذبات رکھتے تھے۔ ہر شخص بشرطیکہ دشمن عقل و فہم نہ ہو یہ باور کر سکتا ہے کہ جو لوگ حضرات شیخین تو کیا حضرت عثمان کے خلاف بھی کسی نکتہ چینی کو سننا گوارہ نہ کر سکتے ہوں وہ نہایت راسخ العقیدہ سنی رہے ہوں گے ان کے دل و دماغ کو رافضیت کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی۔ پھر کس بنا پر یہ تخیل درست ہو سکتا ہے کہ یہی پیروان خلفائے ثلاثہ جنگ جمل وغیرہ کے مواقع میں چند روز حضرت امیرؑ کیا تھ رہتے ہوئے برسوں کے جمے ہوئے عقائد و جذبات سے دست بردار ہو کر رافضیت اور حقیقی تشیع کے دائرہ میں آ گئے ہوں گے اور اس کا امکان بھی تسلیم کر لیا جائے تو محض امکان کا تسلیم کر لینا اس مقام پر کیا فائدہ دے سکتا ہے جبتک کہ اس ممکن کے واقع ہونے کا ثبوت بھی تاریخی بیانات سے پیش نہ کیا جائے۔ آخر اس کے ثبوت کیلئے کون سی معتبر شہادت پیش کیجا سکتی ہے کہ اہل کوفہ نے سنی مشرب کی پیروی سے استعفا دیکر وہ تشیع اختیار کر لیا تھا جو رافضیت کا دوسرا نام ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے تو ایک حد تک درست ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ طلحہ و زبیر یا معاویہ کے مقابلہ میں شیعہ تھے۔ اور حضرات شیخین کے مقابلہ میں کٹر سنی۔ اور طلحہ و زبیر وغیرہما کے مقابلہ میں بھی ان کا تشیع اس شرط سے باور کیا جا سکتا ہے کہ محض حق شناسی کی بنا پر جناب امیرؑ کا ساتھ دینا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہایت دشوار ہے کیونکہ اوراق تاریخ میں ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے بے عذر یہ باور کر لیا جا سکتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے گرد و پیش زیادہ تر انہیں سیم و زر کے بندوں کا مجمع تھا جو محض دنیوی فوائد کی طمع میں آپ کے ساتھ ہو گئے جب یہ رنگ دیکھا کہ ایک طرف امیر شام کے مقاصد کی تائید کرنے والوں پر مال و زر کی بارش ہو رہی ہے اور دوسری جانب رسول عربیؐ کا حقیقی

Marfat.com

جانشین آپکی سیرت عدل و تقویٰ کی نہایت سختی سے پیروی کر رہا ہے اور مال خدا کو اپنا اقتدار جمانے کا ذریعہ قرار دینا نہیں چاہتا۔ تو رفتہ رفتہ عمائد و اشراف سے تشیع کا ظاہری و عارضی رنگ اڑنے لگا۔ اور اسی اصلی رنگ کی جھلک نظر آنے لگی جو مرور زمانہ سے اُن کے خمیر میں پیوست ہو چکا تھا۔ ظاہری حمایت و طرفداری کی روش بدلنے لگی اور بہت جلد یہ حقیقت کھل گئی کہ ہزاروں لاکھوں خود غرض و مطلب پرست اشخاص کے زمرہ میں خالص شیعہ کتنے تھے؟ میرے اس کلام کی تائید کے لئے ابن قتیبہ دینوری کا بیان کافی ہے کہ جنگ خوارج کے بعد جب اہل کوفہ کو جنگ اہل شام کیلئے آمادہ کرنے کی غرض سے پر جوش تقریریں ہو رہی تھیں اسی اثناء میں امیر المومنینؑ کے چند اصحاب باوفا نے اُٹھکر یہ کہا :-

یا امیر المومنین اعط هولاء هذه الاموال وفضل هولاء الاشراف من العرب وقریش ممن یتخوف خلافه علی الناس وفراقه وانما قالوا له هذا الذی کان معاویة یصنعه بمن اتاه وانما عامة الناس همهم الدنیا ولها یسعون وفیها یکدحون فاعط هؤلاء الاشراف فاذا استقام لك ما تریدعدت الی احسن ما کنت علیه من القسم فقال علیؑ اتامرونی ان اطلب النصر بالجور فیمن ولیت	امیر المومنینؑ! آپ یہ اموال ان لوگوں کو عطا کر دیجئے اور عرب و قریش کے ان سرداروں کو جنکی طرف سے مخالفت اور جدائی کا خوف ہو سکتا ہے پست طبقہ کے افراد سے ممتاز و افضل قرار دیجئے یہ بات ان لوگوں نے کہی اس کی بنا یہ تھی کہ امیر معاویہ اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے تھے اور کھلی بات ہے کہ عوام ناس کی مراد بس دنیا ہوتی ہے اسی کیلئے کوششیں کرتے اور مشقتیں جھیلتے ہیں۔ پس ان اشراف عرب کو زیادہ مال و زر عطا فرمائیے جب آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو جائیگی تو پھر تقسیم کا وہی بہتر سے بہتر طریقہ اختیار

Marfat.com

علیہ من الاسلام فواللہ لا افعل ذالک ما لاح فی السماء نجم واللہ لو کان لی مال لسویت بینھم فکیف وانما ھی اموالھم۔ (امامت والسیاسۃ ص۱۷۹)

کرلیجیا جو ابتک رہا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ صلاح دیتے ہو کہ میں لوگوں کی امداد رعایا پر ظلم وجور کرکے حاصل کروں۔ خدا کی قسم میں تو ایسا طریقہ کبھی اختیار نہیں کرسکتا جب تک کہ آسمان پر ایک ستارہ بھی چمکتا ہے۔ بخدا اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو اس کو بھی ان لوگوں کے درمیان مساوٰۃ ہی کے طریقہ پر تقسیم کرتا۔ پھر ان اموال میں عدل ومساوات کے خلاف کیونکر کرسکتا ہوں۔ جو کہ انھیں کی ملکیت ہے۔"

تیسری شہادت:۔ عن شعیب عن سیف عن محمد وطلحۃ قال ماجاءت وفود اھل البصرۃ الی الکوفۃ ورجع القعقاع من عند ام المومنین وطلحۃ والزبیر بمثل رایھم جمع علی الناس ثم قام صلی الغرائر فحمد اللہ عز وجل واثنی علیہ وصلی علی النبی صلعم وذکر الجاھلیۃ وشقاھا والاسلام والسعادۃ وانعام اللہ علی الامۃ بالجماعۃ بالخلیفۃ بعد رسول اللہ صلعم ثم الذی یلیہ ثم الذی یلیہ الخ۔ (طبری جلد ۵ ص۱۹۴)

یعنی محمد وطلحہ کا بیان ہے کہ جب اہل بصرہ کے وفود کوفہ کیطرف آئے اور قعقاع ام المومنین عائشہ اور طلحہ وزبیر کے پاس سے واپس آئے تو علی بن ابیطالبؑ نے لوگوں کو جمع کرکے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خدا کی حمد وثنا اور رسولؐ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد جاہلیت اور اسکی بدبختیوں اور اسلام اور اس کی سعادتوں کو بیان فرمایا اور اس انعام خداوندی کا تذکرہ کیا کہ بعد رسول صلعم اس نے خلیفہ (حضرت ابوبکر) پھر کے بعد دیگرے دوسرے خلفاء (عمر وعثمان) کے ذریعہ سے امت کو جماعت وشیرازہ بندی عطا فرمائی۔

Marfat.com

اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے اپنے اصحاب و انصار کے سامنے نہایت صریح الفاظ میں فرمایا کہ خلفائے ثلثہ کے ذریعہ سے اس نے مسلمانوں کو جماعت و شیرازہ بندی کی نعمت عطا فرمائی۔ اس کلام کا خلفائے ثلثہ کی مدح و ثنا اور ان کی خلافتوں کی عظمت و اہمیت کے تذکرہ پر شامل ہونا ظاہر ہے۔ لہٰذا باور کرنا پڑے گا کہ یہ تقریر اسی مجمع کے سامنے کیگئی ہوگی جو حضرات خلفائے ثلثہ سے خلوص و عقیدت رکھتا تھا۔ اور یہ الفاظ اسی فضا میں دہن مبارک سے نکلے ہوں گے جو حضرات خلفاء کی انتہائی مدح و ثنا کیلئے بالکل موافق تھی۔ اس کے بعد بھی اگر اصحاب و انصار امیرالمومنینؑ کی اکثریت پر تشیع کا دھوکا ہو تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ نظر عقل کا قصور ہے۔

چوتھی شہادت:۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ کے مندرج بالا خطبہ کے بعد علی ابن الہیثم و عدی بن حاتم و مالک اشتر وغیرہم نے ایک بزم شوریٰ قائم کی جس میں وہ لوگ شریک ہوئے جنھوں نے قتل عثمان میں حصہ لیا تھا۔ ان کے قاتلوں کے افعال کو رضامندی و استحسان کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس اجتماع کا سبب یہ تھا کہ حضرتؑ نے آخر خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "میں کل بصرہ کیجانب کوچ کروں گا تم لوگ بھی ساتھ چلنے کیلئے تیار رہو مگر قاتلان عثمان یا ان لوگوں کی امداد کرنے والے میرے ساتھ نہ چلیں"۔ اس ارشاد سے لوگوں کے دلوں میں اپنے مستقبل کیطرف سے بے اطمینانی پیدا ہوگئی تھی اور ان کو یہ خوف تھا کہ اگر امیرالمومنینؑ اور طلحہ و زبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ان لوگوں کا انجام اچھا نہ ہوگا کیونکہ قرارداد صلح لامحالہ یہی ہوگی کہ قاتلان عثمان اپنے کیفر کردار کو پہونچا دئے جائیں۔ غرض اس بزم شوریٰ میں فکر کار نے اپنے مستقبل پر غور کرنا شروع کیا۔ متعدد مقررین نے اپنی اپنی رایوں کا اظہار کیا منجملہ ان کے مالک اشتر نے اپنی رائے کا اظہار مندرج ذیل الفاظ میں کیا:

Marfat.com

اما طلحة والزبیر فقد عرفنا امرھما	یعنی طلحہ وزبیر کی روش تو ہم کو معلوم ہوگئی ہے مگر
واما علیؑ فلم نعرف امرہ حتی کان	علیؑ کا خیال آجتک ہم پر ظاہر نہ ہوا۔ بخدا تمام
الیوم ورأی الناس فینا واللہ لنجد	لوگوں کی رائے ہماری بابت ایک ہی ہے اگر
وان یصلحوا وعلیؑ فعلیٰ دمائنا	علیؑ وطلحہ وزبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ہمارے
فھلموا فلنثوا ثب علیٰ علیؑ فنلحقہ	خون ہی پر ٹھہرے گی (یعنی صلح میں یہی طے پائے
بعثمان الخ۔ (طبری جلد ۵ ص ۱۹۵)	گا کہ ہم سے قتل عثمان کا انتقام لیا جائے)

اس لئے آؤ علیؑ پر ٹوٹ پڑیں اور اُن کو بھی عثمان سے ملحق کر دیں۔"

اس[1] تقریر کے الفاظ صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کوفی سردار جو بیعت کرنے میں سب سے آگے تھے اُن کے تشیع اور دین وایمان کی حقیقت بس اسی قدر تھی کہ قتل امیر المومنینؑ کا منشور محض اس بنا پر دیر سے تھے کہ آپ نے قاتلان عثمان کو ہمراہ رکاب بصرہ جانے سے روک دیا۔ تھا کیا اس سے یہ اصلیت ظاہر نہیں ہوتی کہ کوفی سرداروں نے رافضی عقائد ونظریات کے ماتحت حضرت علیؑ کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی۔ بلکہ اس نصب العین کے ماتحت تسلیم کی تھی کہ اگر کوئی فتنہ کھڑا ہو تو اس کے شعلوں سے بچنے کا ذریعہ ہاتھ آجائے۔ جب بعد میں امیر المومنینؑ کا رویہ جنگ جمل کے موقع پر اُن کی نگاہوں میں مشتبہ نظر آیا تو آپ کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ کیا یہ تاریخی شہادت باہم حضرات کے روبرو یہ باور کرنے کیلئے کافی وجوہ پیش نہیں

---

[1] میرا کلام اس موقع پر الزام کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی چونکہ اصحاب جناب امیرؑ کے متعلق خود اہلسنت کے بڑے بڑے مورخین اس قسم کے واقعات بیان کر رہے ہیں تو ان کو یہ حق نہیں ہو سکتا کہ ایسے اشخاص کو شیعہ رافضی کہیں۔ ورنہ مالک اشتر جیسے منتخب اصحاب کی بابت شیعوں کا عقیدہ بھی ہے کہ تبرائی مذہب کے پیرو تھے۔ مگر ان کی تعداد بہت کم تھی۔ ۱۲

Marfat.com

کرتی کہ جناب امیرؑ کے گرد ایسے ہی لوگوں کا مجمع تھا جو خلافتوں کا بنانا بگاڑنا اپنے ہاتھوں کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے نہ کہ قدرت کی نظر انتخاب کا وہ مخصوص کارنامہ جس میں انسانی اختیار و ارادہ کو مطلق دخل نہیں ہو سکتا ؟ کیا اہلسنت کا عقیدہ اہل کوفہ کے اس تخیل سے کچھ اختلاف رکھتا ہے۔ اور کیا ایوان سقیفہ بنی ساعدہ کی خلافت کانفرنس کے دن سے آج تک یہی نظریہ اُن کا بنیاد مذہب نہیں ہے۔؟

پانچویں شہادت :۔ مورخ طبری لکھتے ہیں :۔ (جلد ۶ صفحہ ۳۱)

عن الزهری قال قال صعصعة بن صوحان یوم صفین حین رأی الناس یتبارون الا اسمعوا واعقلوا تعلمن والله لئن ظهر علیٌّ لیکونن مثل ابی بکر وعمر وان ظهر معاویة لا یقر لقائل بقول حق۔

خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ صعصعہ بن صوحان نے بروز صفین اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا کہ سنو اور سمجھو۔ اگر علیؑ ابن ابیطالب کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ مثل و نظیر ابوبکر و عمر کے ثابت ہوں گے اور اگر معاویہ غالب ہوئے تو وہ کسی حق گو کی کوئی بات نہ مانیں گے۔"

دیکھو صعصعہ[1] بن صوحان اصحاب و انصار امیر المومنینؑ کے زمرہ میں بلند پایہ و ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ وہ کوفیوں سے خطاب فرما رہے ہیں کہ سن رکھو اگر علیؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ رفتار و کردار میں ابوبکر و عمر کے مثل و نظیر ثابت ہوں گے۔ ہر صاحب ہوش و حواس یہ مان لینے پر مجبور ہوگا کہ مثل و نظیر ابوبکر و عمر ہونے اور ان حضرات کی روش اور سیرت

---

[1] حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ :۔ کان مسلماً علی عهد رسول الله لم یلقه ولم یره... کان سیداً من سادات قومه عبد القیس وکان فصیحاً خطیباً عاقلاً لبیباً دیناً فاضلاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ پر)

Marfat.com

پر چلنے کا مژدہ ایسے ہی لوگوں کو سنایا گیا ہوگا جو ان بزرگان دین سے خلوص عقیدت اور حسن ظن رکھتے اور ان کی سیرتوں کو شرعی حیثیت دیتے ہوئے اس کی تمنا رکھتے ہوں گے کہ ان کے آئینہ حکمراں بھی انھیں سیرتوں پر مثل احکام خدا و رسولؐ کا رہنما رہیں۔ اور یہ وعدہ ان کے اسی غرض سے کیا گیا ہوگا کہ حضرات شیخین کی سیرتوں پر عمل کئے جانے کی جو ہمارا فرا خوشخبری سنکر ان کی مردہ ہمتوں میں جان پڑ جائیگی۔ اور اطاعت و حمایت امیر المومنینؑ کے معاملہ میں جو عام سرد مہری و بیست ہمتی ظاہر ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو جائیگا۔ ضرورت نے یہ فرض کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ شیعہ امامیہ کی جماعت حضرات شیخین کی نیازمند و عقیدت مند تو ضرور تھی مگر اس کی نیازمندی و عقیدت مندی کی نوعیت مذکورہ بالا خوش اعتقادی سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اس کے نزدیک شیخین کی سیرت کو کوئی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت حاصل نہیں ہے جس پر عمل کرنے کی اپنے حکمرانوں سے تمنا رکھتی ہو اور نہ اسکی امید وار ہو سکتی کہ رسولؐ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) بلیغاً یعد فی اصحاب علی رضی اللہ عنہ یعنی جب دلائل میں مسلمان ہو چکے تھے مگر شرف صحبت رسولؐ حاصل نہ ہو سکا ..... اپنی قوم عبد القیس کے سرداروں میں تھے فصیح خطیب عاقل چرب زبان دینہ دار فاضل بلیغ تھے۔ اصحاب علیؑ میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان فضائل و مناقب کے ابن لکھتے ہیں:-

هذا هو القائل لعمر بن الخطاب حين قسم المال الذي بعث اليه ابو موسى وكان الف الف درهم وفضلت منه فضلة فاختلفوا عليه حيث قسمها فقام خطيبا فحمد الله واثنى عليه وقال ايها الناس

یعنی ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ابو موسیٰ کا بھیجا ہوا مال جس کی تعداد ایک لاکھ درہم تھی حضرت عمر نے سب کو یوں تقسیم کیا۔ اس میں کچھ بچ گیا جس کی بابت اختلاف شروع ہو گیا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت نے خطبہ خوانی شروع کر دی اور بعد حمد و ثنا ارشاد کیا

(بقیہ صفحہ ۵۰ پر)

Marfat.com

حقیقی جانشین حکمرانی کے طریقوں میں جناب ابوبکر و عمر کے مثل و نظیر ثابت ہوں بلکہ ایسے حکمراں جو سیرت شیخین کے پابند اور رفتار و کردار میں اون کے مثل و نظیر ہوں۔ اس فرقہ کے عقائد کے موجب خلیفہ برحق تسلیم ہی نہیں کئے جا سکتے۔

مختصر یہ کہ صعصعہ بن صوحان کا کلام اس حقیقت کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہے کہ اہل کوفہ حضرات شیخین کے مخلص پیرو تھے۔ رافضی مشرب ہرگز نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ سن کر مثل و نظیر شیخین ہونے کا تذکرہ سنتے ہی چراغ پا ہو جاتے۔ اور ایسی کھری کھری سنانے لگتے کہ خدا کی پناہ۔

(بقیہ صفحہ ۴۹)

قد بقیت لکم فضلة بعد حقوق الناس فما تقولون فیها فقام صعصعة بن صوحان وهو غلام شاب فقال یا امیر المومنین انما تشاور الناس فیما لم ینزل الله فیه قرآنا واما ما انزل الله به القرآن ووضعه مواضعه فضعه فی مواضعه التی وضعه الله فیها فقال صدقت انت منی و الیّ فقسمه بین المسلمین۔

لوگو! مسلمانوں کے حقوق کو پورا کر دینے کے بعد کچھ مال بچ گیا ہے اس کی بابت کیا کہتے ہو؟ صعصعہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المومنین مشورہ لوگوں سے فقط ان امور میں کیا کیجئے جن کا کوئی حکم قرآن میں نہ ہو۔ رہا وہ امر کہ جس کا حکم قرآن میں موجود ہے اور خدا نے اسکی جگہیں معین کر دی ہیں اسکی بابت مشورہ کیا؟ انھیں مواضع میں اس کو رکھئے جو خدا نے اس کے لئے معین کر دی ہیں۔ یہ کلام سنکر حضرت نے کہا تم سچ کہتے ہو تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ پھر بقیہ مال کو بھی مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔" اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت مآب کو احکام قرآنی پر کتنا عبور تھا۔ اور معمولی سے معمولی معاملہ میں بھی حکم قرآنی کے مطابق عمل کرنے میں دائرہ علم کے سلسلہ کی وجہ سے کتنی مشکلات پیش آیا کرتی تھیں جو بغیر طویل و عریض خطبہ خوانی کے حل نہ ہو سکتی تھیں۔

Marfat.com

بیعتی شہادت بیعت امیر المومنینؑ
ان اصول کے ماتحت واقع ہوئی

(۱) فاما اهل مصر فانهم كانوا يشتهون ان
يكون عليا واما اهل البصرة فانهم كانوا يشتهون طلحة
واما اهل الكوفة فانهم كانوا يشتهون الزبير
فجاؤهم على الخروج جميع وفي اناس شتى لا
يجمعهم الا ان الله على مساوي اعمالهم
وذلك الآخر بان الخ (طبری جلد پنجم ص ۱۰۸)

(۲) قالوا بقيت المدينة بعد قتل عثمان
خمسة ايام واميرها الغافقي بن حرب
يلتمسون من يجيبهم الى القيام بالامر
فلا يجدون يأتي المصريون طلحة فيقتلونه
ثم ويلوذ بجيطان المدينة فاذا القوه
ابعدهم وتبرأ منهم ومن مقالتهم مرة
بعد مرة ويطلب الكوفيون الزبير
فلا يجدونه فارسلوا اليه حتى ارسلا
فباعدهم وتبرأ من مقالتهم ويطلب
البصريون طلحة فاذا القوه باعدهم

(۱) محصل عبارت یہ ہے کہ اہل مصر کی خواہش تھی کہ علیؑ کو خلیفہ بنائیں۔ اور اہل بصرہ طلحہؓ کو چاہتے تھے اور کوفیوں کا میلان خاطر زبیر کی جانب تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کے خلاف خروج کرنے میں تو متفق تھے مگر انتخاب کے متعلق یکدل نہ تھے۔ ہر گروہ کی خواہش جداگانہ تھی اور ہر فرقہ اس طرح جمع نہیں کرتا تھا کہ کامیابی کی کامل امید ہو۔ اور نہ کامیابی کا مقصود پورا ہوگا۔ دوسرے گروہ اپنے مقاصد میں ناکام رہ جائینگے۔"

(۲) لوگوں کا بیان ہے کہ شہر مدینہ پر قتل حضرت عثمان کے بعد پانچ دن تک غافقی بن حرب کی حکومت رہی۔ قاتلان عثمان ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو خلافت و امارت کی ذمہ داری اپنے سر لے مگر کوئی ایسا شخص ان کو ملتا نہ تھا۔ اہل مصر طلحہ کی تلاش میں آتے تھے تو وہ مدینہ سے بھاگ جاتے تھے۔ اور اگر ان سے ملاقات بھی ہوئی تو ان لوگوں سے اور ان کی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے تھے۔ کوفی لوگ زبیر کی تلاش میں تھے مگر ان کو نہ پاتے تھے۔ آخر یہ لوگوں کے نزدیک

Marfat.com

وتبرأ من مقالتهم مرة بعد مرة وكانوا
مجتمعين على قتل عثمان مختلفين فيمن
يهودون امره (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۵۵)

اپنا پیام اون تک پہونچایا تو
نے بھی ان لوگوں سے دور رہنا
کیا اور ان کی باتوں سے بیزارن ظا
کی۔ اسی طرح اہل بصرہ طلحہ کی تلاش میں تھے۔ جب وہ مل جاتے تھے
تو ان لوگوں سے دور رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ اور بار بار ان کی باتوں
سے بیزارتی کا اظہار کرتے تھے۔ یہ تمام جماعتیں قتل عثمان کے بارے میں تو
اتفاق و اتحاد خیال رکھتی تھیں۔ مگر ان کے جانشین کے معاملہ میں ہر ایک
کی خواہش جداگانہ تھی۔"

جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اہل مصر و کوفہ نے خلافت قائم کرنے کے جو تد
اختیار کی وہ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم ہوگی۔

(۱) قالا لما كان يوم الخميس على رأس
خمسة ايام من مقتل عثمان جمعوا اهل
المدينة فوجد واسعدا وابن زبير
خارجين ووجد واطلحة في حائط
له ووجد وا بني امية قد هربوا
الا من لم يطق الهرب .....
فلما اجتمع لهم اهل المدينة قال
لهم اهل مصر انتم اهل الشورى
وانتم تعقدون الامامة وامركم

(۲) ان دونوں شخصوں کا بیان ہے کہ قتل عثمان
پانچویں دن جو کہ روز پنجشنبہ تھا۔ قاتلان عثمان
مدینہ والوں کو جمع کیا۔ سعد اور زبیر مجمع سے
خارج رہے اور طلحہ بھی اپنے باغ ہی میں رہے
اور بنی امیہ بھی بھاگ گئے تھے۔ سوا ان لوگوں
کے جو بھاگنے سے معذور تھے۔ ...
.... جب اہل مدینہ مجتمع ہوئے ان سے
اہل مصر نے کہا کہ تم صاحبان شوریٰ ہو اور
کا منعقد کرنا تمہارا ہی کام رہا ہے۔ اور تمہارا

بن علی الامة فانظروا لا تتبعوه
ی بکم تبع فقال الجمهور علی بن ابیطالب
ن به راضون - (طبری جلد ۵ ص ۱۵۶)

امت پر نافذ ہے۔ پس کسی شخص پر نظر نہ کرو
ڈالو اور اسے امیر و خلیفہ بناؤ۔ ہم اس بات پر
تمہارے تابع رہیں گے جمہور اہل مدینہ نے بالاتفاق

کہا کہ ہم علیؑ بن ابی طالب کو پسند کرتے ہیں اور ان کی خلافت پر راضی ہیں۔"

ن قالا فقالوا لهم دونكم يا اهل
لمدينة فقد اجلناكم يومين فوالله
ن لم تفرغوا لنقتلن غدا عثمانيا
ظلمة والزبيريا ناسا كثيرا
شى الناس عليا فقالوا نبايعك فقد
ى ما نزل بالاسلام وما ابتلينا
به من ذوى القربى فقال عليه السلام دعونى
لتمسوغيرى (طبری ص ۱۵۶)

(۲) قاتلان عثمان نے اہل مدینہ سے خطاب کیا کہ
ہم لوگوں کو دو دن کی مہلت دیتے ہیں اور
بخدا کہتے ہیں کہ اگر تم نے خلیفہ کا محاصرہ نہ کیا
تو ہم لوگ کل علی و طلحہ و زبیر اور بہت سے
دوسرے اشخاص کو قتل کر دیں گے۔ یہ سنکر
اہل مدینہ علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ
آپ کے ہاتھوں پر بیعت کریں گے۔ آپ
دیکھتے ہیں کہ اسلام پر کون سی آفت آئی
ہے اور ہم اپنے ذوی القربیٰ کے ہاتھوں کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں
علیؑ بن ابی طالب نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو۔ کسی دوسرے شخص کو
تلاش کر لو۔"

(۳) ابن قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاست میں لکھا ہے:-

قام الناس فاتوا عليا فى داره فقالوا
نبايعك فمد يدك لا بد من
امير فانت احق بها فقال لست بفاعل
فقالوا لا نبرح

یعنی قاتلان عثمان حضرت علیؑ کی خدمت میں
آئے اور عرض کی کہ ہم آپ کی بیعت کریں گے
ہاتھ بڑھائیے۔ ایک امیر کا ہونا ضروری ہے

Marfat.com

اليكم انما هو لاهل الشورى واهل البدر
فمن رضيه اهل الشورى واهل البدر
فهو الخليفة فاجتمع وانظروا في هذا
الامر فابى ان يبايعهم وانصرفوا
عنه وكلم بعضهم بعضا فقالوا يمضي
قتل عثمان في الآفاق والبلاد فيسمعون
قتله ولا يسمعون انه بويع احد بعده
فيثور كل رجل منهم في ناحية فلانا
من ان يكون في ذلك الفساد فارجعوا
الى علي ولا تتركوه حتى يبايع فيصير
مع قتل عثمان بيعة علي فيطمئن الناس
ويسكنون فرجعوا الى علي وترددوا
الاشتر النخعي فقال لعلي ابسط يدك
نبايعك فقال له مثل ما قال لهم فقال
الاشتر والله لتمدن يدك
نبايعك او لتعترفن عليك عليها
نادمة ولم يزل به يكلمه ويخوفه
الفتنة ويأبى ان ليس له ليبايعه
فمد يده فبايعه الاشتر ومن معه الخ
(تاریخ جلد ۵ صفحہ ۴۴)

آپ سب سے زیادہ اس منصب کے حقدار ہیں
حضرتؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے
اہل شوریٰ و اہل بدر کا کام ہے جس شخص پر
لوگ راضی ہو جائیں وہی خلیفہ ہوگا۔ لہذا
سب کو جمع ہو کے اس معاملہ میں غور کرنا چاہیے
یہ فرما کر آپ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا
لوگ واپس ہوئے۔ اور آپس میں یہ گفتگو
کی کہ قتل عثمان کی خبر بلاد و امصار میں پہونچے
لوگ اس خبر کو سنیں گے اور یہ نہ سنیں گے کہ
عثمان کسی شخص کی بیعت کر لی گئی تو اس صورت
میں اطراف و جوانب کے لوگوں میں شورش
ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ہر طرف سے ایک شخص اٹھ کھڑا
ہوگا۔ لہذا ہم اس صورت میں فتنہ و فساد
ہو جانے کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔ پس
کے پاس واپس چلو۔ اور ان کو بیعت لینے
پر آمادہ کرنے پر چھوڑ دو۔ اس سے یہ فائدہ
ہوگا کہ خبر قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی
ہو جائیگی کہ علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت واقع ہو
لہذا لوگ مطمئن و ساکن رہیں گے۔ کوئی خلفشار

Marfat.com

نہ پھیلے گا) پس وہ لوگ علیؑ بن ابیطالب کے پاس پھر آئے اور اشتر نخعی نے آپ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ ہم بیعت کریں۔ آپ نے اشتر سے بھی وہی باتیں کہیں جو اس سے پہلے دوسروں سے فرما چکے تھے۔ اشتر نے جواب دیا کہ اس وقت بیعت قبول کر لیجئے ورنہ ابد میں یہ غنیمت وقت ہاتھ سے نکل جائیگا) اور اس تیسری دفعہ بھی آپ فشار میں مبتلا تھے غرض اشتر کی تقریر جاری رہی۔ بیعت نہ ہو جانیکی حالت میں جس سے فتنہ و فساد کے اٹھ کھڑے ہونے کا خطرہ تھا۔ اس سے حضرتؑ کو ڈراتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ آپ جیسا مستحق خلافت کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ تا اینکہ حضرتؑ نے دست مبارک بڑھایا اور اشتر نے مع بقیہ رفقاء کے بیعت کر لی۔"

ان بیانات سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں:۔

(۱) اہل کوفہ کا رجحان ابن زبیر کیطرف تھا اور یہ سو چکر گھروں سے نکلے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل کر کے زبیر کو خلیفہ بنائیں گے۔ ان کو یقین تھا کہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(۲) اہل کوفہ و مصر و غیرہم کو یہ خوف تھا کہ اگر بعد قتل عثمان خلافت و امامت قائم نہ کی گئی تو اس سے فتنہ و فساد برپا ہو جائیگا۔ طوائف الملوکی شروع ہو جائیگی۔ لہذا یہ سوچ رہے تھے کہ اگر بعد قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی لوگوں تک پہونچ گئی کہ کسی شخص کے ہاتھوں پر بیعت کر لی گئی تو مطمئن ہو جائیں گے کوئی خلفشار نہ پھیلے گا۔ لہذا ان لوگوں نے امیرالمومنینؑ پر قبول بیعت و خلافت کے لئے بہت زور دیا۔ اور ترغیب و ترہیب

کے مختلف ذرائع اختیار کئے۔

(۳) اہل مدینہ سے یہ کہنا کہ "تم اہل شوریٰ ہو۔ تمہیں امامت کا بندوبست کرنے رہے ہو۔ تمہارا امر امت پر نافذ ہے۔ لہٰذا کسی شخص پر نظر انتخاب ڈالو اور اس کو امام بناؤ ہم اس معاملہ میں تمہارے تابع رہیں گے" صاف ظاہر کر رہا ہے کہ نصب امام کے مسئلہ میں قائلان عثمان بن عفان اہل کوفہ سب سے آگے تھے کس قسم کے عقائد و خیالات رکھتے تھے۔ ان کا نظریہ یہی تھا کہ امامت کا بندوبست مدینہ کے اہل حل و عقد کے ہاتھوں میں رہے۔ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کو چاہیں منتخب کر کے خلیفہ و امام بنا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے بالاتفاق حضرت علیؑ کی امامت پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور انہی کوفہ والوں نے ان کی پیروی کرتے ہوئے حضرتؑ کو امام و خلیفہ تسلیم کر لیا۔

(۴) اہل مدینہ کو نصب امام کے لئے یہ دھمکی دے کر رضامند کیا گیا کہ اگر تم نے دو دن کے اندر کسی کا انتخاب و تقرر نہ کر دیا تو ہم علیؑ و طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھ بہت سے اشخاص کا خاتمہ کر دینگے۔

اگر عقل میں فتور نہ ہو تو ان تاریخی بیانات میں یہ باور کر لینے سے کافی وجوہ موجود ہیں کہ اہل کوفہ نے انھیں عقائد و نظریات کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت قبول کی تھی جو فرقہ اہل سنت سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ نہ روافض کے مسلمہ عقائد ان کے سراسر خلاف ہیں۔ پھر کوئی ایسا شخص جو عقل و فہم سے واسطہ رکھتا ہو یہ کہنے کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے کہ مدینہ کے اہل حل و عقد کو نصب امام کا مختار کل سمجھنے والے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اسی نظریہ کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت کرنے والے

Marfat.com

آپ کے چار سالہ دور حکومت و خلافت میں رافضی متضرب ہو گئے تھے اور ساری قوم نے تولا و تبرا کے مسئلہ میں وہی رنگ اختیار کر لیا تھا جو سنا ذہن کی فطرت میں داخل ہو چکا ہے؟ ہاں یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ وہ لوگ اس قسم کا تشیع ضرور رکھتے تھے جو تسنن کا مرادف ہے اور اکابر علماء اہلسنت بھی اس کا اعتراف کر چکے ہیں جیسا کہ اوپر گذرا۔

سنا تو میں فیصلہ کن شہادت سہم ذوی القربیٰ کے حوالہ میں اہل عراق سے جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ

روی الطحاوی عن خزیمۃ عن یوسف عن عدی عن عبد اللہ بن المبارک عن محمد بن اسحاق قال سألت ابا جعفر یعنی محمد بن علی قال ارایت علی بن ابی طالب حیث ولی العراق کیف صنع فی سہم ذوی القربیٰ قال سلک ابی واللہ سبیل ابی بکر وعمر فقلت فکیف انتم تقولون ما تقولون قال اما واللہ ما کان اہلہ یصدرون الا عن رایہ قلت فما منعہ قال کرہ واللہ ان یدعی علیہ بخلاف سیرۃ ابی بکر وعمر۔

طحاوی نے روایت کی ہے محمد بن خزیمہ یوسف بن عدی سے وہ عبد اللہ بن المبارک سے اور وہ محمد بن اسحاق سے راوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر یعنی محمد بن علی علیہما السلام سے پوچھا کہ جب علی بن ابی طالب عراق کے والی ہوئے تو انہوں نے سہم ذوی القربیٰ (جس پر خلاف نص قرآنی شیخین نے ذوی القربیٰ کو محروم کر دیا تھا) کے معاملہ میں کیا روش اختیار کی؟ ابو جعفر نے فرمایا کہ آپ ابوبکر و عمر کی راہ پر چلتے رہے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ لوگ جو (شیخین کے متعلق) کہا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ اہلبیت امیر المومنین آپ کے رائے کے خلاف نہیں چلتے (یعنی ہم سہم ذوی القربیٰ کے متعلق شیخین کے طرز عمل کو جب نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ حضرت امیر المومنین ہی کی رائے

Marfat.com

کے موافق ہے۔ آپ کی رائے یہی تھی) میں نے کہا کہ کون سی بات مانع ہوئی جو حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنی رائے کے مطابق عمل نہ کیا؟ فرمایا کہ حضرتؑ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ آپ کے اوپر مخالفت ابی بکر و عمر کا الزام لگایا جائے۔"

یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ اہل عراق کی اکثریت سیرت ابو بکر و عمر کی اس حد تک دلدادہ تھی کہ اور اس کو اس درجہ کی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت دیرہی تھی کہ جناب امیر علیہ السلام مخالفت سیرت شیخین کے الزام سے بچنے کیلئے ایک ایسے امر میں تبدیلی و تغیر نہ کر سکے جو آپ کی رائے میں نصوص قرآنی اور احکام شریعت کے خلاف جاری کیا گیا تھا۔ اگر آپ کی رعایا میں رافضیوں کے عقائد و خیالات پھیلے ہوئے ہوتے تو حضرات شیخین کا طریقہ کار آن کے نزدیک اس قدر محبوب و مقبول کیوں کر ہوتا۔ جناب امیرؑ الزام مخالفت شیخین سے کیوں جھجکتے۔ اور لوگوں کی شورش پسندی اور ناراضی کے خوف نے آپ کو اپنے ضمیر اور اپنی رائے کے خلاف کسی سیرت ابو بکر و عمر کو باقی رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

آٹھویں شہادت اہل عراق خارجی ہو جانے کے بعد بھی ولایت شیخین پر فریفتہ تھے

قال فدعانا المستورد بن علفة

نقال اکتب یا ابن اخی قلت نعم فدعا لی برق ودواة وقال اکتب من عبد اللہ المستورد امیر المومنین الی سماک بن عبید اما بعد فقد ظلمنا

مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد ششم ص۱۰۹ مطبوعہ مصر۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے (رئیس خوارج) مستورد بن علفہ نے طلب کیا اور کہا کہ اے فرزند برادر! تم لکھنا جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ تب اس نے ایک جھلی اور دوات منگوائی اور کہا کہ لکھو یہ خط بندۂ خدا مستورد امیرالمومنین کی جانب سے سماک بن عبید کی طرف ہے۔ اما بعد ہم نے اپنی قوم پر فیصلوں میں ظلم کرنے

Marfat.com

على قومنا الجور فى الاحكام وتعطيل الحدود والاستيثار بالفئ وانا الداعون الى كتاب الله عز وجل وسنة نبيه صلعم وولاية ابى بكر وعمر رضوان الله عليهما والبراءة من عثمان وعلى الحداثهما فى الدين وتركهما حكم الكتاب۔

حدود شرعیہ کو معطل کر دینے اور مال غنیمت کو اپنے لئے مخصوص کر لینے کا الزام لگایا ہے اور ہم تم کو بلاتے ہیں کتاب خدا و سنت رسولؐ اور ولایت ابوبکر و عمر کی جانب اور عثمان و علی سے نفرت و بیزاری کی طرف اس لئے کہ ان دونوں نے دین میں بدعتیں کیں اور حکم کتاب خدا کو چھوڑ دیا۔"

دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو! فرقہ خوارج کا ایک رئیس جس کے ہاتھوں پر اس فرقہ کے افراد بیعت کر چکے ہیں اور جو اپنے آپ کو امیر المومنین سمجھتا ہے۔ ایک دعوت نامہ میں کتاب خدا و سنت نبی کے ساتھ ساتھ ولایت ابوبکر و عمر کی طرف بھی لوگوں کو علانیہ دعوت دیتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل عراق کے دلوں میں رگ رگ میں محبت و ولایت شیخین اس درجہ پیوست ہو چکی تھی کہ مذہب تسنن سے باہر ہو کر مسلک خوارج قبول کر لینے کے بعد بھی اس کا سکہ اسی طرح جما رہا جیسے پہلے تھا۔ خانہ برباد سے دین و ایمان کے مرتکب ہوئے حضرت عثمان و حضرت علی ابن ابی طالب سے بیزار ہو گئے۔ مگر ولایت شیخین کو دین و ایمان سمجھنے میں فرق نہ آیا۔ پھر کیا تم اس کے بعد بھی یہ باور نہ کرو گے کہ زمان سابق میں امیر المومنینؑ کا ساتھ دینے والے جو شیعہ کے لقب سے مشہور ہوئے دراصل اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ اور خارجیت کی شاخ اسی اصل شریف سے بآسانی پھوٹ نکلی تھی۔ ان کے تشیع میں فرقہ امامیہ کے تشیع کا رنگ مطلق نہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ارباب ملت سنیہ خوارج کی روایتوں کو نہایت صحیح و موثق ٹھہرائے ہوئے بسر و چشم قبول کر لیتے مگر شیعہ امامیہ کی شہادت معمولی امور میں بھی قبول کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ تم اس سے پہلے دیکھ چکے کہ امام ابوداؤد کو روایات خوارج کی صحت

Marfat.com

میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ مگر امام شافعی روافض کی گواہی پر کان دھرنا نہیں چاہتے پھر بتاؤ کہ اگر فرقۂ خوارج کو اہلسنت سے کوئی سابقہ رشتہ نہ رہا ہوتا بلکہ خارجی مذہب ہو جانے سے پہلے اُن کے عقائد روافض سے ملتے جلتے رہے ہوتے تو اُن کے ساتھ علماء اہلسنت کی جانب سے اس قدر رواداری کیوں برتی جاتی۔؟ اور اُن کو سچائی اور راست گفتاری کی سند کیوں عطا کی جاتی جب کہ روافض کو نہایت تنگ نظری کے ساتھ محروم رکھا گیا ہے۔ مذہب اہلسنت کی طرف سے فرقۂ خوارج کے ساتھ انتہائی رواداری کا برتاؤ اس کے سوا اور کس بنا پر کیا گیا ہے کہ خارجیت قبول کر لینے کے بعد بھی رنگ تسنن اُن سے اُترنے نہیں پایا تھا۔ بلکہ ولایت شیخین کے معاملہ میں یہ دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر نظر آتے ہیں۔ اور یہ چیز اُن دونوں کے درمیان رابطہ الاشتراک کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور خارجیت درحقیقت تسنن ہی کی اُلٹی بگڑی ہوئی تصویر تھی۔

تنقیح چہارم: امر چہارم کی تنقیح اس مقام پر اس غرض سے ضروری ہے کہ محترم ناظرین بآسانی یہ باور کر سکیں کہ جس فرقہ اور ملت کے افراد واقعات کربلا کے قبل و بعد ایسے ہولناک جرائم کی عادت رکھتے ہوں گے انھیں کے ہاتھوں سے کربلا کے حوادث بھی واقع ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ جرم کی کما توقع جرم کی عادت رکھنے والے افراد ہی سے کیا جا سکتی ہے نہ کہ کسی امن پسند و خوش کردار جماعت سے۔ لہٰذا ایسے تاریخی شواہد یہاں پیش کیے جاتے ہیں جن کے دیکھنے سے اس امر میں شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دینے والے اور اس کو حد سے سوا بے وقعت و کم وزن تصور کرنے والے بفضلہ تعالیٰ مہاجرین و انصار اور اُن کے وہ تابعین ہی تھے جو مذہب تسنن کا سنگ بنیاد رکھنے والے تھے۔ جنکی ذہنی و عملی قوتوں نے اصول تسنن کو عالم میں فروغ دیا اور جن کے

Marfat.com

کسی قول و فعل کے خلاف نکتہ چینی کرنا عقائد اہلسنت کے رُو سے کفر و الحاد کا مترادف قرار پاتا ہے۔ اور فرقۂ سنیہ کا مذہبی نظریہ جن کے بارے میں یہ ہے کہ کسی قول و فعل سے خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو اُن کی عدالت میں خلل نہیں پڑ سکتا۔ ان کے افعال و حرکات کا شریعت مصطفویہ کے کسی قانون کی گرفت میں آنا تو درکنار۔ بارگاہ خداوندی سے اجر تبدیلی کا استحقاق حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ عادل تھے اور بہر حال عادل تھے۔ اگر میرے اس کلام کے سچ ہونے میں کسی بندۂ خدا کو شک ہو تو اس کو شیخ عبد الوہاب شعرانی کا یہ صاف صاف بیان بغور پڑھ لینا چاہئے۔

اہلسنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل و ماجور ہیں خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہیں

المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابۃ ووجوب اعتقاد انہم ماجورون وذالک لانہم کلہم عدول بالاتفاق اہل السنۃ سواء ولوا لبوا الفتن او لم یلابسہا کفتنۃ عثمان وصفین ووقعۃ الجمل انتہی۔

(کتاب الیواقیت والجواہر)

چوالیسواں بحث اس بیان میں ہے کہ صحابہ کے مابین جو اختلاف کی صورتیں پیدا ہوئیں ان کے متعلق زبان بند رکھنا واجب ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ حضرات اجر ضرور پائیں گے۔ اور یہ اس لئے کہ سب کے سب باتفاق اہلسنت عادل تھے خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں جیسے فتنۂ عثمان اور فتنۂ صفین و واقعۂ جمل۔

نیز ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

مذہب جمہور العلماء الی ان الصحابۃ

جمہور علمائے اہلسنت کا مذہب یہ ہے

کلھم عدول قبل فتنۃ عثمان وبعدھا۔

کل صحابہ عادل تھے۔ فتنۂ عثمان وعلیؓ سے پہلے بھی اور بعد بھی۔

دیکھو قلعہ عدالت صحابہ کی بنیاد کتنی ٹھوس اور مستحکم واقع ہوئی ہے کہ سینکڑوں فتنوں کی فوجیں اس میں رخنہ اندازی سے عاجز نظر آتی ہیں۔ اور اس عدالت کی بارگاہ خداوندی میں اتنی عزت و وجاہت ہے کہ فتنوں میں مبتلا ہونا اس کے نزدیک استحقاق اجر و ثواب میں کسی خسارہ کا سبب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر فتنہ ایک ثواب جدید کا حق پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بے اعتدالی میں عدالت قرار پا کر حسنات میں مزید اضافہ کر لیتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ بزرگان دین سے خوش اعتقادی صرف اہلسنت ہی کا حق ہے۔ بہرحال ناظرین میرے معروضات پر سرسری نظر کرتے ہوئے واقعات ذیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اُم المومنین حفصہ کی گہر فشانی صحابہ کی نصرت عثمان سے منہ موڑ لیا لہٰذا اس آیت کے مصداق ٹھہرے جو کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی

علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ "رفع الاستار فی ضرب المختار" میں لکھتے ہیں۔

منقول از تشیید المطاعن جلد دوم صفحہ ۱۹۲۔

عن ام المومنین حفصۃ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت فی المدینۃ واعلموا انا قتل عثمان رضی اللہ عنہ تخلفوا عن نصرتہ

یعنی ام المومنین حفصہ نے مدینہ والوں سے متعلق اس وقت جبکہ عثمان قتل ہو چکے۔۔۔۔ اور ان لوگوں نے اُن کی کچھ امداد نہ کی۔ اور (اس بیوفائی کے صلہ میں) جو مصیبتیں ان پر گذر ڈالی

وجری علیهم فی وقعة الجمل ما جری ضرب
الله مثلا قریة کانت امنة مطمئنة
یاتیها رزقها رغدا من کل مکان فکفرت
بانعم الله فاذاقها الله لباس الجوع
والخوف بما کانوا یصنعون
اخرجه ابن ابی حاتم فی تفسیره
فتمثلت ام المومنین لاهل المدینة
بهذه الآیة واکثرهم صحابة والآیة
نازلة فی کفار مکة بلا شك بدلیل
قوله عقیبها ولقد جاءهم رسول
منهم فکذبوا۔ الآیة انتهی

تھیں، واقعہ جمل میں گذر چکیں۔ یہ آیت پڑھی۔
ضرب اللہ مثلاً الخ۔ جس کا محصل یہ ترجمہ ہے
یہ مثل بیان فرمائی کہ ایک بستی تھی ہوا سے وہاں کے
کی حالت میں مطمئن تھی۔ ہر جگہ سے اس کی
روزی بافراغت اس کے پاس آجاتی تھی۔
پھر اس نے نعمات الٰہیہ کی ناشکر گذاری اختیار
کرلی۔ لہٰذا خدا نے بھوک اور ڈر کا اس کو
مزہ چکھا دیا۔ بدلہ میں ان اعمال کے جو وہ
کیا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر
میں اس روایت کو وارد کیا ہے۔ ام المومنین
نے اس آیت سے اہل مدینہ کی مثل بیان کی
حالانکہ اکثر ان میں صحابہ تھے۔ اور آیت کفار مکہ کی بابت نازل ہوئی
ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ خداوند عالم کا یہ ارشاد جو آیت
مذکورہ کے بعد واقع ہے۔ ولقد جاءهم رسول منهم فکذبوا الخ اسکی دلیل
ہے کہ وہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

ام المومنین کے اس بصیرت افروز کلام سے ظاہر ہو گیا کہ اہل مدینہ جن میں کثیر
صحابہ عادل تھے۔ حضرت عثمان کی اعانت سے دست بردار ہے۔ اور اس بیوفائی
کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس آیہ مبارکہ کے مصداق ٹھہرے جو بدرجہ کفار مکہ کی شان میں
نازل ہوئی تھی۔ سبحان اللہ! کون بتائے کہ ام المومنین کے مقابلہ میں وہ کون ہے

Marfat.com

رافضیت کا سایہ کیونکر پڑ گیا۔ جو کفار مکہ کی شان میں نازل شدہ آیت کو صحابہ کرام کے حسب حال ٹھہرانے لگیں۔

سفاکان مصر کوفہ کی یورش میں صحابہ کا اشارہ۔ اپنے امام کے عیوب کا پروپگنڈا اور خوبیوں کا اخفا

عن اسماعیل بن ابی خالد قال لما نزل اهل مصر الجحفة یعاتبون عثمان۔ صعد عثمان المنبر فقال جزاکم الله یا اصحاب محمد شرا ذعمتم السیئة وکتمتم الحسنة واغریتم بی غوغاء الناس ایکم یاتی هولاء القوم فیسالهم ما الذی نقموا علی وما الذی یریدون قلاثة مرات فلم یجبه احد فقام علی فقال انا۔ الخ

کنز العمال ملا متقی میں مروی ہے:۔ (کتاب الفضائل۔ باب فضائل عثمان) "اسماعیل بن خالد راوی ہے کہ جب اہل مصر مقام جحفہ پر آپہونچے۔ اور عثمان کے خلاف ناراضی و عتاب کا مظاہرہ کرنے لگے تو حضرت عثمان نے ممبر پر جا کر فرمایا۔ اے صحابۂ رسول خدا تمھیں برا ہی جزا دے تم نے میری برائیوں کا پروپگنڈا کیا۔ اور خوبیاں چھپائیں۔ اور میرے خلاف شرپسند لوگوں کو بھڑکایا۔ اب تم میں کون ہے جو ان سے جا کر پوچھے کہ میرے خلاف کون سے الزامات لگائے گئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ حضرت عثمان نے یہ ارشاد تین بار دہرایا۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ تب علی بن ابی طالب اٹھے۔ اور فرمایا کہ میں جاؤں گا۔" الخ

صحابہ پر حضرت عثمان کی بددعا واقعۂ حرہ میں اس بددعا کا اثر ظاہر ہوا۔

اسی کتاب کنز العمال میں ہے:۔

عن مجاهد قال اشرف عثمان علی الذین حصروہ فقال یا ایھا الناس لاتقتلونی فانی وال واخ مسلم فواللہ ان اردت الاصلاح ما استطعت اصبت او اخطأت وانکم ان تقتلونی لاتصلون جمیعا ابدا ولاتقرؤن جمیعا ابدا ولا یقتسم فیئکم بینکم فلما ابوا قال اللھم عصمھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا قال مجاھد فقتل اللہ منھم من قتل فی الفتنۃ و ولبث یزید الی اھل المدینۃ عشرین الفا واباح المدینۃ ثلاثا یصنعون ما شاء والمد الھنۃ انتھی (ابن سعد)

"یعنی مجاہد راوی ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے مکان کی چھت سے محاصرہ کرنے والوں کو خطاب کیا اور فرمایا! مجھے قتل نہ کرو۔ کیونکہ میں تمہارا والی اور حاکم، اور ایک مسلمان بھائی ہوں مجھے قتل کرکے کچھ نہ پاؤ گے۔ پھر تمہیں یکجا ہو کے نماز ادا کرنا اور قرآن پڑھنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اور نہ کبھی تمہارا مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم ہو سکے گا۔ (بھلا ان خونخواروں کے دل میں اتنا درد کہاں؟ بھلا اسلامی حمیت کب تھی جو حضرت عثمان کی عاجزانہ منت و سماجت اور ہمدردانہ نصیحت کچھ بھی اثر ڈال سکتی) جب انھوں نے حضرت عثمان کی باتیں نہ سنیں تو آپ نے فرمایا کہ پروردگارا ان لوگوں کو ایک ایک کرکے چن لینا اور جدا جدا ہلاک کر دینا۔ اور ایک شخص کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ مجاہد کا بیان ہے کہ (اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ) اُن میں سے فتنوں میں جو قتل ہوئے وہ ہوئے (باقی کی ہلاکت سے ... ہوا کہ) یزید نے اہل مدینہ کی طرف بیس ہزار جوانوں پر مشتمل ایک بڑی سی فوج بھیجی جس نے تین دن تک قتل و غارت کے لئے مدینہ کو مباح کر دیا۔ سپاہی جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے۔ یہ سب مصیبتیں اہل مدینہ کی مکاری و نفاق کا نتیجہ تھیں۔"

Marfat.com

حضرت عثمان کا جواب واقعات کے حوالے سے جو آپ نے
کیا تھا کہ ایسے کیا تھا کہ تم ان کے مقابلے میں سرتسلیم خم کرتے

کتاب الاحتجاج لابن قتیبہ کی روایت ہے

لما انکر الناس علی عثمان
معاملته رضی الله عنه علیه
ثم قال اما بعد فان لکل امة آفة
ولکل نعمة عاهة وان هذه الامة
طعانون فیکم بما تعیبون علی ولاتکم
اما والله لئن کنتم صادقین لبئس
الرعیة انتم لولاة صالحین وان کنتم
کاذبین فلبئس الرعاة انتم لولاة
اقررتم لابن الخطاب مثلها یکسو فیکم
ویأکل ولم یجتزی احد بملاء
بصره منه ولا یشیر بطرفه الیه

تم لوگوں نے حضرت عثمان کے معاملے پر
اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر نعمت کی
کوئی آفت اور ہر صحت کی کوئی عیب ہوتا
ہے اور تم لوگ میری حکومت کی عیب جوئی
کرتے ہو جیسے عیب جوئی کرنے والی قوم
ہو تمہارے عیب جو لوگوں کو تمہارے نظر آتے
ہیں۔ اور جن باتوں کو تم پسند نہیں
کرتے یہ بدترین رعیت ہے اے گروہ
انصار تم نے عمر پر ایسی چیزوں اور
امور کے متعلق الزامات لگائے
جیسے عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بھی واقع ہوا کرتے تھے اور
تم ان کے بارے میں عمر کے سامنے سر تسلیم خم رکھتے رہے ہو۔
اس کا سبب بس یہی تھا کہ انھوں نے تمہاری سرکوبی خوب کر دی تھی
اس لئے کسی میں دم نہ تھا کہ اُن کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتا۔ یا اون کی
جانب آنکھوں سے اشارہ بھی کر سکتا۔

Marfat.com

مہاجرین پر حضرت عثمان کی زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔

قال لخرج ابن عباس فقال عثمان لمعاویۃ ما تری فان ھولاء المھاجرین قد استعجلوا القدر ولا بد لھم مما فی انفسھم (امامت وسیاست ص۲۹)

"ابن عباس کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمان نے معاویہ سے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے۔ یہ مہاجرین تو یہ چاہتے ہیں کہ میری بابت قضا و قدر کہیں جلد جاری ہو جائے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ ضرور کر کے رہیں گے۔"

جناب عثمان کے خلاف صحابہ کا شکایت نامہ یا ایک مفصل فردِ جرم

قال وذکروا انہ اجتمع ناس من اصحاب رسول اللہ صلعم کتبوا کتابا ذکروا فیہ ما خالف فیہ عثمان من سنۃ رسول اللہ وسنۃ صاحبیہ وما کان من ھبۃ خمس افریقیۃ لمروان وفیہ حق اللہ ورسولہ ومنھم ذوالقربیٰ والیتامیٰ والمساکین وما کان تطاولہ فی البنیان حتی عد واسبع دور بناھا بالمدینۃ دارًا لنائلۃ ودارًا

"خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اصحاب رسولؐ کی ایک جماعت نے مجتمع ہو کر ایک شکایت نامہ تحریر کیا اور اس میں وہ تمام امور قلمبند کئے جن میں عثمان نے سنت رسولؐ اور سنت ابوبکر و عمر کے خلاف عمل کیا تھا۔ اور اس شکایت نامہ میں مندرج ذیل الزامات بھی مندرج تھے۔ (۱) افریقہ کا مال خمس مروان کو عطا کر دینا۔ حالانکہ اس میں خدا اور رسولؐ اور دیگر مستحقین کے حقوق شامل تھے۔ (۲) تعمیر عمارت کا حد سے بڑھا ہوا شوق۔ (۳) لوگوں نے مدینہ میں سات مکانات

Marfat.com

لعائشة وغيرها من اهله وبناته وبنيان مروان القصور بذي خشب وعمدة الاموال بها من الخمس الواجب لله ورسوله وما كان من افشائه العمل والولايات فى اهله وبنى عمه من بنى امية احداث وعملة لا صحبة لهم من الرسول ولا تجربة لهم بالامور (امامت وسیاست ص۳۰)

شمار کرائے تھے۔ کوئی نائلہ کے لئے مخصوص تعمیر کرایا گیا تھا۔ اور کوئی عائشہ کیلئے اسیطرح دوسری بیویوں اور بیٹیوں کیلئے عمارتیں علیحدہ علیحدہ تھیں۔ (۳) مروان نے مقام ذی خشب میں قصور و محلات تعمیر کرائے اور اُن کو ایسے اموال خمس سے بھر دیا جن میں خدا و رسول کا حق واجب شامل تھا۔ (۴) حکومت کے عہدے اپنے رشتہ داروں اور کنبے والوں پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ ایسے نوعمر لوگوں پر جن کو نہ صحبت رسولؐ نصیب ہوئی اور نہ انتظام امور حکومت کا کوئی تجربہ رکھتے ہیں۔"

طلحہ کی سرگرمی۔ حضرت عثمان پر پانی بند کر دیا

فاقام اهل الكوفة واهل مصر بباب عثمان ليلاً ونهاراً وطلحة يحرض الفريقين جميعاً على عثمان ثم ان طلحة قال لهم ان عثمان لا يبالى ما حصر تموه وهو يدخل عليه الطعام والشراب فامنعوه الماء ان

"اہل کوفہ و اہل مصر عثمان کے دروازہ پر رات دن پہرہ بٹھائے ہوئے تھے اور طلحہ دونوں فریقوں کو عثمان کے خلاف بھڑکا رہے تھے پھر طلحہ نے اُن سے کہا کہ عثمان کو تمہارے محاصرہ کی کچھ پروا نہیں ہے۔ کیونکہ کھانا اور پانی اون تک برابر پہنچ رہا ہے۔ لہذا منع کر دو کہ پانی اُن تک

Marfat.com

یدخل علیه۔ (امامۃ والسیاسۃ ص۳۵) پہونچنے ہی نہ پائے۔"

پانی بند کرانے پر طلحہ کے روبرو حضرت عثمان کا احتجاج اور اس کا جواب

باصواب

وذکروا ان عثمان لما منع الماء اصعد علی القصر واستوی فی اعلاہ ثم نادی این طلحۃ فاتاہ فقال یا طلحۃ اما تعلم ان بئر رومۃ کانت لفلان الیھودی لا یسقی احد من الناس منھا قطرۃ الا بثمن فاشتریتھا بار بعین الفا فجعلت رشائی فیھا کرشاء رجل من المسلمین لم استاثر علیھم قال نعم قال فھل تعلم ان احدا یمنع ان یشرب منھا الیوم غیری لم ذالک قال لانک بدلت وغیرت قال فھل تعلم ان رسول اللہ قال من اشتری ھذا البیت وزاد فی المسجد فلہ بہ الجنۃ فاشتریت بعشرین الفا وادخلتہ فی المسجد قال طلحۃ نعم قال فھل تعلم الیوم

"راویوں کا بیان ہے کہ عثمان پر جب پانی بند کر دیا گیا تو وہ اپنے قصر کے بالائی حصہ پر جلوہ افروز ہوئے اور طلحہ کو پکارا۔ جب وہ سامنے آئے تو فرمایا کہ اے طلحہ! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ چاہ رومہ فلاں یہودی کی ملکیت تھا۔ وہ بغیر رقم وصول کئے کسی کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتا تھا میں نے اس کنوئیں کو چالیس ہزار پر خرید کر لیا اور اس پر اپنا کوئی مخصوص حق مالکانہ قائم نہیں کیا بلکہ اس سے پانی لینے میں اپنی حیثیت دوسرے مسلمانوں کے برابر ہی رکھی جس طرح سب پیتے ہوتے تھے میں بھی ہوتا تھا۔ طلحہ نے جواب دیا ہاں مجھے اس کا علم ہے۔ تب عثمان نے کہا کہ آخر میرے سوا کوئی اور بھی ہے جس پر اس کنوئیں کا پانی بند کر دیا گیا ہو اس ظلم صریح کا سبب کیا ہے؟ طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین کو بدلا اور بگاڑا (آہ کیسی عداوت ہے کہ خود حضرت عثمان کے خرید کردہ

احداً امنع فیہ من الصلوٰۃ غیری
قال لا قال لم قال لانک غیرت وبدلت
ثم انصرف عثمان وبعث الی علیؑ یخبرہ
انہ منع من الماء ویستغیث بہ فبعث
الیہ علیؑ ثلاث قرب مملوءۃ ماء
فما کادت تصل الیہ فقال طلحۃ
ما انت وھذا وکان بینھما ذلک
کلام شدید (امامۃ وسیاسۃ ص۳۶)

کنوئیں سے پانی کے جام نوش کئے جاتے ہیں
اور اصل مالک ایک ایک قطرہ کیلئے محروم کر
دیا گیا ہے۔ ناظرین کو یہ دیکھکر تعجب ہوتا چاہئے
کہ بیدردی وسفاکی کا نام عدالت رکھ لیا گیا ہے
کیونکہ یہ اس دنیا کی لعنت سے تعلق رکھتا ہے جہاں
ظالم ومظلوم قاتل ومقتول دونوں پیارے
ہوتے ہیں) پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمھیں
رسولؐ کا یہ ارشاد معلوم ہے کہ جو اس گھر کو خرید
کر مسجد نبی میں شامل کر دے گا اُس کو جنت حاصل ہوگی۔ میں نے اسی
ارشاد نبوی کے بموجب اس گھر کو بیس ہزار قیمت دیکر خرید لیا اور داخل مسجد
کر دیا۔ ؟ طلحہ نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ عثمان نے کہا! پھر یہ بتا سکتے ہو کہ
میرے سوا کوئی اور بھی ایسا ہے جس کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا
ہو؟ طلحہ نے کہا نہیں۔ تب عثمان نے کہا کہ آخر مجھ پر یہ ستم کیوں کیا جا رہا ہے؟
طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین میں تبدل وتغیر واقع کیا۔ (جب اس
احتجاج کا کوئی اثر نہ ہوا تو) جناب عثمان واپس ہوئے اور حضرت علیؑ کے پاس پیغام بھیجا
اور فریاد کی کہ مجھ پر پانی بند ہے۔ (امداد کیجئے) حضرت علیؑ نے تین مشکیں پانی کی بھجوائیں
جس کے پہونچنے میں روک ٹوک کی گئی۔ طلحہ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ کو اس شخص
(عثمان سے) کیا سروکار ہے۔ اس بارے میں دونوں شخصوں (طلحہ و
حضرت علیؑ) کے درمیان سخت گفتگو ہو گئی۔"

سعد بن ابی وقاص کا خط عمرو بن عاص کے نام۔ قاتلان عثمان کون تھے؟

ل ثم کتب عمرو بن العاص الی سعد
ن ابی وقاص یسألہ عن قتل عثمان و
ن قتلہ ومن تولی کبرہ فکتب الیہ سعد
نک سألتنی من قتل عثمان والی اخبرک
نہ قتل بسیف سلتہ عائشۃ وصقلہ
لحۃ وسمہ ابن ابی طالب وسکت
لزبیر واشار بیدہ وامسکنا نحن
ولو شئنا دفعناہ عنہ ولکن عثمان
غیر وتغیر واحسن واساء فان
کنا احسنا فقد احسنا وان کنا
اسأنا فنستغفر اللہ۔

۔ عمرو عاص نے سعد بن ابی وقاص کو خط لکھا
اور اس میں قتل عثمان اور قاتلوں کی بابت
سوالات کئے۔ سعد ابن ابی وقاص نے جواب میں
لکھا کہ تم نے مجھ سے قتل عثمان کی بابت سوال
کیا ہے لہذا میں تمھیں بتاتا ہوں کہ عثمان اس
تلوار سے قتل کئے گئے جسکو عائشہ نے نیام سے
کھینچا تھا۔ اور طلحہ نے اس پر صیقل کی تھی علیؑ
ابن طالب نے اس کو زہر میں بجھایا تھا۔ زبیر
خاموش تو رہے مگر ہاتھ سے اشارہ کر دیا
ہم نے بھی امداد عثمان سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔
اگر چاہتے تو اس آفت کو اون سے ٹالدیتے (مگر ہم
نے اس لئے مدافعت گوارہ نہ کی کہ) انھوں نے دین میں رد و بدل واقع کی تھی۔
خود بھی متغیر ہو گئے تھے۔ (یعنی ان کی نفسانی کیفیت بہ نسبت
پہلے کے بدل گئی تھی) انھوں نے اچھے کام بھی کئے اور برے بھی۔
پس اگر ہم نے اچھا کام کیا تو خوب کیا۔ اور اگر برا کیا تو خدا سے
توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ (جب جرم و گناہ کا یقین ہی نہیں
توبہ کیسی؟ مترجم)

Marfat.com

اقرار جرم اور زود پشیمانی

واتاهما عبداللہ بن خلف فقال لهما انه ليس احد من اهل الحجاز كان منه فی عثمان شئی الا وقد بلغ اهل العراق وقد كان منكما فی عثمان من التحليب والتاليف ما لا يد فعه بجحود ولا ينفعكما فيه عذر واحسن الناس فيكما قولا من ازال عنكما القتل والزمكما الخذل .... فقال طلحة ننكر القتل ونقر بالخذل ولا ينفع الاقرار بالذنب الا مع الندم عليه ولقد ندمنا على ما كان منا۔ (امامت وسیاست ص ۵۶)

"عبداللہ بن خلف طلحہ و زبیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اہل حجاز میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے عثمان کے معاملہ میں کوئی بات کی ہو اور اہل عراق تک اس کی خبر نہ پہونچی ہو۔ تم دونوں شخصوں نے تو وہ فریب کی باتیں کیں۔ اور عوام کو عثمان کے خلاف جمع کر دینے میں وہ کام کیا جو کسی انکار سے دفع نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کے متعلق تمہارے لئے کوئی عذر نافع ہو سکتا ہے (لوگوں کی زبانوں پر تمہارے کارنامے آچکے ہیں) تمہارے حق میں سب سے بہتر قول رکھنے والا وہ شخص ہے جو تم سے جرم قتل کو دفع کرتا ہو۔ اور فقط امداد نہ کرنے ہی کا الزام لگاتا ہو (ورنہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ عثمان کے قاتل تم ہو) طلحہ نے جواب دیا کہ ہم قتل سے تو انکار کرتے ہیں۔ مگر اس کے معترف ہیں کہ امداد نہیں کی اور کسی گناہ کا اقرار جب تک اس کے ساتھ ندامت بھی نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو چکے ہیں۔"

طلحہ کا عتاب اپنے فرزند دلبند پر۔ صاحبزادے اپنے باپ کو قاتل عثمان کہتے تھے۔

واقبل غلام بن جهنية الى محمد بن طلحة

قبیلہ جہنیہ میں سے ایک نوجوان نے محمد بن طلحہ

Marfat.com

فقال حدثنی عن قتلة عثمان فقال نعم دم عثمان
علی ثلاث اثلاث ثلث علی صاحب الهودج و ثلث
علی صاحب الجمل الاحمر و ثلث علی علی بن ابیطالب
فضحك الجهنی وحلق بعلی بن ابیطالب و
بلغ طلحة قول ابنه محمد وکان محمد من عباد
الناس فقال یا محمد اتزعم علی انی
قاتل عثمان کذالك تشهد علی ابیك
کن کعبد الله بن الزبیر فوالله ما
انت بخیر منه ولا ابوك بدون
ابیه کف عن قولك والا فارجع فان
نصرتك نصرة رجل واحد وفسادك
فساد عامة فقال محمد ما قلت الا
حقا ولن اعود۔

(امامت وسیاست ص۵۹)

کے پاس آکر پوچھا کہ قاتلان عثمان کون ہیں
محمد نے جواب دیا خون عثمان کے تین حصے ہیں ایک
تہائی صاحب ہودج (یعنی ام المومنین عائشہ) کی گردن
پر ہے۔ اور ایک تہائی اس شخص پر ہے جو سرخ
اونٹ پر سوار ہے۔ اور ایک تہائی علی بن ابیطالب
پر ہے۔ اس جواب پر وہ جہنی نوجوان ہنس پڑا
اور حضرت علیؑ سے جا کر مل گیا جب طلحہ کو اس کی اطلاع
ہوئی تو محمد سے کہا کہ تم یہ کہتے ہو کہ میں عثمان کا
قاتل ہوں۔ باپ کے خلاف اس قسم کی گواہی دیتے
رہو گے۔؟ عبداللہ بن زبیر کی چال سیکھو۔ (وہ تو ایسا
ناخلف نہیں ہے) بخدا نہ تم عبداللہ سے بڑھ چڑھ کر ہو
اور نہ تمہارا باپ عبداللہ کے باپ سے رتبہ میں کم ہے
(پھر تمہارا یہ رویہ کیوں ہے؟) یا تو اپنی زبان بند
کر دو یا ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہاری
امداد فقط ایک شخص کی امداد ہوگی۔ اور تمہارا فساد عامۃ الناس کا فساد ہوگا (یعنی تمہاری
بالائی عامۃ الناس کے خیالات کو ہماری طرف سے خراب کر دے گی) محمد نے کہا میں نے
حق کے سوا اور تو کچھ کہا نہیں۔ اچھا آئندہ ہرگز نہ کہوں گا۔"

صحابہ کے باہمی خفیہ مراسلات، اگر شوق جہاد ہے تو مدینہ آکر جہاد کرو

سورخ طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے۔ جلد پنجم ص۹۶

لما كانت سنة ۳۴ كتب اصحاب رسول الله صلعم بعضهم الى بعض ان اقدموا فان كنتم تريدون الجهاد فعندنا الجهاد وكثر الناس على عثمان ونالوا منه اقبح ما ينال من احد اصحاب رسول الله يرون ويسمعون ليس فيهم احد ينهى ولا يذب الا نفيرات الخ

یعنی سنہ ۳۴ھ میں اصحاب رسولؐ نے آپس میں خط وکتابت کی کہ اگر تم جہاد کا ارادہ رکھتے ہو تو یہاں آؤ جہاد ہمارے پاس ہی موجود ہے۔ (جہاد اسلام و مسلمین میں بیدین ولامذہب لوگوں سے لڑنے کا نام ہے) عثمان کے خلاف لوگوں کی یورش بہت ہوگئی اور وہ آپ کی شان میں ایسی بری بری باتیں کہنے لگے جو کسی کے متعلق کہی جا سکتی تھیں ان تمام حرکات کو اصحاب رسولؐ (ٹھنڈے دل سے) دیکھتے اور سنتے رہے۔ ان میں چند نفر کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو کسی کو ٹوکتا اور اس طوفان بے تمیزی کو دفع کرتا۔"

اصحاب نبیؐ کا عتاب نامہ حضرت عثمان کے نام۔ اگر تم نے توبہ نہ کی تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ تمہارا خاتمہ بخیر کر کے رہیں گے۔

كتب اهل المدينة الى عثمان يدعونه الى التوبة ويحتجون ولقسمون بالله لا يمسكون عنه ابدا حتى يقتلوه او تعطيهم ما يلزمه من حق الله الخ

طبری جلد پنجم ص ۱۱۶

"یعنی اہل مدینہ نے حضرت عثمان کے پاس ایک عتاب نامہ بھیجا جس میں اُن کے افعال کے خلاف احتجاج کیا اور لکھا کہ تم توبہ کر لو ورنہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہاری مخالفت نہ چھوڑینگے قتل کر کے دم لیں گے۔ یا حق خدا جو تمہارے ذمہ ہے اس کو ہمارے حوالہ کر دو۔ (سبحان اللہ گویا حقوق خدا کے ٹھیکہ دار یہی لوگ تھے)"

Marfat.com

عمرو بن بدیل صحابی قاتلان عثمان کے سپہ سالار تھے۔ ٭٭
عدالت صحابہ کا شاندار مظاہرہ

وکان اهل مصر الذین ساروا الی عثمان ستمائة رجل علی اربعة الویة لها رؤس اربعة مع کل رجل منهم لواء وکان جماع امرهم جمیعا .... عمر بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وکان من اصحاب النبی صلعم۔

(طبری جلد پنجم ص۱۱۷)

"اہل مصر کی فوج جس نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی چھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے ساتھ چار جھنڈے تھے اور چار افسر ہر افسر ایک جھنڈا لئے ہوئے تھا۔ اور سب کے امیر الامراء (کمانڈر ان چیف) عمر بن بدیل بن ورقاء الخزاعی تھے۔ آپ آنحضرت کے صحابی تھے۔"

ان صحابی جلیل کی جلالت وعظمت معلوم کرنے کیلئے محدث ابن عبدالبر کا یہ بیان کافی ہے۔ برحاشیہ اصابہ ص۲۶۸۔

عبد الله بن بدیل بن ورقاء بن عبد العزی ابو ربیعة الخزاعی اسلم مع ابیه قبل الفتح وشهد حنینا والطائف وکان سید خزاعة و خزاعة عیبة رسول الله ..... وکان له قدر وجلالة قتل هو واخوه عبد الرحمان بن بدیل

"یعنی عبداللہ بن بدیل خزاعی نے فتح مکہ سے پہلے اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا اور غزوہ حنین و طائف میں شریک ہوئے یہ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے۔ اور اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت کے خواص مقربین میں سے تھے..... قوم میں اُن کی قدر وجلالت مسلم تھی۔ یہ اور اُنکے بھائی عبدالرحمٰن بن بدیل جنگ صفین میں

Marfat.com

بصفین وکان یومئذٍ علی رجالة علیؑ وکان من وجوہ الصحابة و ھوالذی صالح اصبھان مع عبداللہ بن عامر وکان علی مقدمة وذالک فی زمن عثمان فی سنة تسع و عشرین من الھجرة۔

امیرالمومنین کی پیدل فوج کے افسر تھے اور اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء وذی اثر صحابیوں میں سے تھے۔ عہد خلافت عثمان ۲۹ھ میں عبداللہ بن عامر کی فوج میں مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ اور صلح اصبہان میں انھوں نے حصہ لیا تھا۔"

جبلہ بن عمرو الساعدی صحابی اپنے امام کو جواب سلام کے قابل بھی نہ جانتے تھے حضرت خلیفہ زمان عثمان پر بدکلامی کی ابتدا کرنے والے آپ ہی تھے۔

ابوجعفر طبری لکھتے ہیں :۔ جلد پنجم صـ ۱۱۴

کان اول من اجترأ علی عثمان بالمنطق السیئ جبلة بن عمرو الساعدی مر بہ عثمان وھو جالس فی ندی قومہ وفی ید جبلة جامعة فلما مر عثمان سلم فرد القوم فقال جبلة لم تردون علی رجل فعل کذا وکذا ثم اقبل علی عثمان فقال واللہ لاطرحن ھذا الجامعة فی عنقک اولتترکن بطانتک ھذہ قال عثمان ای بطانة واللہ انی

"سب سے پہلے جس نے حضرت عثمان سے بدکلامی کی جرأت کی وہ جبلہ بن عمرو الساعدی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان ان کے پاس سے گذرے وہ قوم کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ اور اُن کے ہاتھ میں ایک حلقہ آہنی تھا۔ عثمان نے سلام کیا تو قوم نے اون کے سلام کا جواب دیا۔ جبلہ بن عمرو نے قوم سے خطاب کیا کہ تم لوگ ایسے شخص کو جواب سلام کیوں دیتے ہو جس کے ایسے کرتوت ہیں۔ پھر عثمان کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم اپنے خصوصی دوستوں کا ساتھ چھوڑ دو

Marfat.com

(۱۹) تخیر الناس فقال مروان تخیرته ومعاویة تخیرته وعبد اللہ بن عامر بن کریز تخیرته وعبد اللہ بن سعد تخیرتہم منہم من نزل القرآن بذمہ واباح رسول اللہ دمہ۔

ورنہ یہ حلقہ آہنی تمہاری گردن میں ڈالدونگا عثمان نے کہا کون سے دوست مراد ہیں میں نے تو اپنا مخصوص دوست کسی کو نہیں بنایا۔ جبلہ بن عمر بولے تم مروان پر خاص نظر عنایت رکھتے ہو۔ معاویہ کو رفیق خاص بنالیا ہے۔ عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سعد بھی تمہارے مخصوص احباب ہیں۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کی مذمت میں کلام الٰہی نازل ہوا۔ اور رسولؐ نے ان کا خون مباح کر دیا تھا۔"

جہجاہ غفاری کا ظالمانہ یا عادلانہ سلوک

قال انا انظر الی عثمان یخطب علی عصا النبیؐ التی کان یخطب علیہا وابی بکر وعمر فقال لہ جہجاہ الغفاری قم یا نعثل فانزل عن ھذا المنبر واخذ العصا فکسرھا علی رکبۃ الیمنی فدخل شظیۃ منہا فیہا فبقی الجرح حتی اصابۃ الاکلۃ فرایتہا تدود وفنزل عثمان وحملوہ وامر بالعصا فشدوھا فکانت بضبۃ فما خرج بعد ذالک الیوم الا خرجۃ او خرجتین

"راوی کا بیان ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا حضرت عثمان اسی عصا پر تکیہ کر کے خطبہ پڑھ رہے تھے جسے ٹیک کر آنحضرت اور ابوبکر و عمر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اسی درمیان میں جہجاہ غفاری نے ان سے کہا کہ اے نعثل! اٹھ اور منبر سے نیچے آ۔ یہ کہکر وہ عصا ہاتھ سے پکڑ لیا اور حضرت عثمان کے داہنے زانو پر اس زور سے مارا کہ ٹوٹ گیا۔ اور اس کا ایک ٹکڑا زانو کے گوشت میں داخل ہو گیا جسکا گھاؤ باقی رہ گیا یہانتک کہ زخم میں خرابی پیدا ہو گئی۔ اور میں نے

Marfat.com

حتیٰ حصر فقتل - (طبری جلد ۵ ص ۱۱۴) دیکھا کہ کپڑے پڑ گئے تھے - حضرت عثمان منبر سے اتر آئے اور دولت سرا میں لائے گئے - اس دن کے بعد ایک یا دو بار کے سوا آپ کو گھر سے باہر نکلنا نصیب نہ ہوا تا اینکہ محصور ہوئے اور قتل کر دیئے گئے -"

قصر خلافت میں آگ لگا دی گئی - عبداللہ بن بدیل خزاعی و رفاعہ بن رافع انصاری و عمر بن حزم انصاری کی مساعی جمیلہ

فلما رأوا ذلك ثاروا الى بابه فاحرقوه وخرج عليهم مروان بن الحكم من دار عثمان فى عصابة وخرج سعيد بن العاص فى عصابة وخرج مغيرة بن الاخنس بن شريق الثقفى حليف بنى زهرة فى عصابة فاقتتلوا قتالاً شديداً ... فحمل المغيرة بن الاخنس الثقفى على القوم وهو يقول مرتجزاً قد علمت جارية مطبول لها وشاح ولها حجول انى بنصل السيف خنشليل فحمل عليه عبد الله بن بديل بن ورقاء

جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو عثمان کے دروازہ کیجانب ٹوٹ پڑے اور اس میں آگ لگا دی - تب مروان بن حکم سعید بن العاص مغیرہ بن الاخنس ایک ایک جماعت اپنے ہمراہ لئے عثمان کے گھر سے باہر نکل پڑے اور سخت لڑائی ہونے لگی - مغیرہ بن الاخنس رجز خوانی کرتے ہوئے بلوائیوں کی جماعت پر حملہ آور ہوئے عبداللہ بن بدیل بن ورقا الخزاعی نے رجز کا جواب دیتے ہوئے ان پر حملہ کیا اور قتل کر دیا - رفاعہ بن رافع انصاری نے مروان پر حملہ کیا اور پچھاڑ دیا - اور یہ سمجھ کر اس سے ہٹ گئے کہ مارا گیا - (مگر جسکی رسی دراز ہو اسے کون مارے)

Marfat.com

الخزاعی وھو یقول

ان تک بالسیف کما تقول فانت لقرن ما جبنت بصول

بمشرفی حدہ مصقول

فضربہ عبد اللہ فقتلہ وحمل رفاعۃ بن رافع الانصاری ثم الزرقی علی مروان بن الحکم فضربہ فصرعہ فنزع عنہ وھو یری انہ قد قتلہ ..... فلم یزل الناس یقتتلون حتی فتح عمرو بن حزم الانصاری باب دارہ وھو الی جنب دار عثمان بن عفان ثم نادی الناس فاقبلوا علیھم من دارہ فقاتلوھم فی جوف الدار۔ (طبری جلد پنجم ص۱۲۵)

..... جنگ برابر جاری رہی۔ تا اینکہ عمرو بن حزم انصاری نے یہ تدبیر کی کہ اپنے مکان کا وہ دروازہ جو عثمان کے گھر کے پہلو میں واقع تھا محاصرہ کرنے والوں کے لئے کھول دیا اور ان کو پکارا۔ وہ لوگ خانہ عثمان میں گھس گئے۔ اور گھر کے اندر جنگ ہونے لگی۔"

طبری کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کی جو فوج حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھی اور جس نے بالآخر آپ کے بیت الشرف میں آگ لگا دی اس میں یمن مقدس و عادل صحابی عبد اللہ بن بدیل خزاعی، رفاعہ بن رافع انصاری۔ عمرو بن حزم انصاری[1] نمایاں جنگی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور بالخصوص موخر الذکر بزرگ نے

---

[1] عبد اللہ بن بدیل کے فضائل و مناقب کا تذکرہ پہلے گذرا۔ اب دو صحابیوں کے بلند مراتب کا اندازہ کرنے کے لئے علمائے اسلام کی تحریریں یہاں پیش کیجاتی ہیں۔

رفاعہ بن رافع (۱) اخرج لہ البخاری وغیرہ وھو من اھل بدر کما ثبت فی البخاری وشھد ھو وابوہ العقبۃ وبقیۃ المشاھد وروی عن النبی وعن ابی بکر الصدیق

ان سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے یہ ان صحابیوں میں سے ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ اور ان کے والد عقبہ اور باقی غزوات میں بھی شریک ہوتے رہے۔ آنحضرت اور ابو بکر صدیق (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ پر)

Marfat.com

خلیفہ زماں کے ہمسایہ کی حیثیت سے یہ حق جوار ادا کیا کہ اپنے مکان کا دروازہ جو قصر عثمانی کے پہلو میں واقع تھا بلوائیوں کے لئے کھولدیا اور اُن کو آواز دی کہ اسی دروازہ سے گذر کر قصر خلافت میں داخل ہو جائیں۔ ایسا ہی ہوا کہ حملہ آور فوج اسی دروازہ سے حضرت عثمان اور اُن کے اصحاب و رشتہ داروں پر ٹوٹ پڑی۔ اگر اس واقعہ پر نظر کیجائے تو معلوم ہو جائے گا کہ خون خلیفہ مظلوم بہت کچھ اسی صحابی مقدس کی گردن پر ہے۔ مگر کچھ اس درجہ مضبوط و پُر زور واقع ہوئی ہے کہ نہ بار عدالت اسے جھکا سکتا ہے اور نہ خلیفہ زماں کا خون ناحق۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ اہل اسلام جنھیں ایسے ایسے عدالت پیشہ اور حق شناس ہمسایہ صحابۂ کبار کی پیروی کا شرف حاصل ہے۔

وعن عبادة بن الصامت رضی الله عنه ابناه عبید ومعاذ وابن اخیه یحیی بن خلاد وابنه علی بن یحیی وزعم ضرار بن صرد باسناده الی عبد الله بن ابی رافع انه شهد صفین اخرجه الطبرانی و روی ابو عمر قصة فیها انه شهد الجمل وقال ابن قانع مات سنة احدی او اثنتین واربعین۔ (اصابہ جلد اول ص۵۱۶)

(۲) یکنی ابا معاذ شهد بدرا واحدا وسائر المشاهد مع رسول الله وشهد معه اخواه خلاد ومالك ابنا رافع

"اور عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں ان سے ان کے دونوں بیٹے عبید و معاذ نیز ان کے بھتیجے یحیی ابن خلاد اور یحیی کے فرزند علی بن یحیی نے روایت کی ہے۔ ضرار بن صرد عبد اللہ بن ابی رافع سے راوی ہے کہ یہ صفین میں حضرت امیر المومنین کے ساتھ تھے۔ طبرانی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ابو عمر نے ایک قصہ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔

(۲) ابو معاذ ان کی کنیت تھی۔ بدر و احد اور تمام غزوات میں آنحضرت کے ساتھ تھے۔ اُن کے ساتھ اُن کے دونوں بھائی (بقیہ ص۸۱ پر ملاحظہ ہو۔)

Marfat.com

اور خوش اعتقادی کا اظہار کرتے ہوئے سب کو ماجور و مغفور بھی سمجھتے ہیں۔ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول ان کی نگاہوں میں سب جنتی ہیں اور اس نظریہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ماجرا کچھ بھی عجیب نہیں کہ " وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا "

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) شهد واتا فتهم بدرا ..... شهد رفاعة بن رافع مع علی اهل صفین۔ (استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۱ ص ۵۰۶)

عمرو بن حزم الانصاری | یکنی ابا الضحاک | لم یشهد بدرا فیما یقولون اول مشاهده الخندق واستعمله رسول الله صلی الله علیه وسلم علی اهل نجران ..... وهو ابن سبع عشرة سنة لیفقههم فی الدین ویعلم القرآن ویاخذ صدقاتهم ..... وکتب له کتابا فیه الفرائض والسنن و الصدقات والدیات ومات بالمدینة سنة احدی وخمسین۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۴۵۵)

خلاد و مالک بھی شریک جنگ بدر تھے۔ انھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ صفین و جمل کی لڑائیوں میں حصہ لیا۔

ان کی کنیت ابو الضحاک تھی۔ جنگ بدر میں شریک نہ تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے جنگ خندق میں شرکت کی حضرت رسول خدا نے اُن کو اہل نجران پر عامل و حاکم مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اُن کو دین کے اصول و فروع اور قرآن کی تعلیم دیں اور اُن سے اموال صدقات وصول کرتے رہیں۔ حضرت نے اُن کو خط تحریر فرمایا تھا جس میں تمام فرائض و سنن اور صدقات و دیات کے احکام شرعیہ درج فرمائے تھے۔ ان کو یہ شرف عظیم فقط سترہ برس کی عمر میں حاصل ہوا تھا۔ ۵۱ھ میں مدینہ ہوئے فوت۔

ناظرین ان صحابی کی جلالت قدر کا اندازہ اسی سے فرما سکتے ہیں کہ فقط سترہ سال کی عمر میں ان کا علم و فضل اس پر پہونچ چکا تھا اور اخلاقی حالت اس درجہ قابل اعتماد خیر و صلاح کا ثبوت دینے لگی تھی کہ آنحضرت نے اُن کو اہل نجران پر عامل مقرر فرمایا۔ اور تعلیم احکام شرعیہ و تعلیم قرآن اور اموال خمس و زکوٰۃ کی تحصیل کے ایسے عظیم الشان فرائض کو ان سے متعلق فرمایا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲)

Marfat.com

عمرو بن الحمق صحابی کا عمل خیر

واما عمرو بن الحمق فوثب علی عثمان فجلس علی صدره وبه رمق فطعنه تسع طعنات قال عمر فاما ثلاث منهن فانی طعنتهن ایاه لله واما ست فانی طعنتهن ایاه لما کان فی صدری علیه

(طبری جلد ۵ صـ۱۳۲)

عمر بن حمق حضرت عثمان کیطرف جھپٹے اور سینہ پر جا بیٹھے اس وقت ان بزرگوار میں ایک رمق باقی تھی۔ اس حالت میں بھی عمرو بن نے نو ضربیں لگائیں۔ (بعد میں انھوں نے کہا) میں نے تین ضربیں تو خدا کی خوشنودی کے لئے لگائی تھیں اور باقی چھ اپنے دل کا بخار نکالنے کے لئے۔"

صحابہ کا اجماع امام وقت کے خون ناحق پر۔ خلافت مآب کا معاویہ کے نام اور اہل مدینہ پر کفر کا فتویٰ۔ معاویہ نے بھی ولی نعمت سے وفا نہ کی

فلما رأی عثمان ما قد نزل به وما قد انبعث علیه من الناس کتب الی معاویة بن ابی سفیان وهو بالشام "بسم الله الرحمن الرحیم۔ اما بعد

یعنی جب جناب عثمان نے ان بلاؤں کو جو لوگوں کے ہاتھوں سے آن پڑی تھیں۔ تو معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس شرف میں کوئی صحابی ان کا مقابل نہیں ہو سکتا۔ سترہ سال کی عمر میں ان کے علم و فضل و دیانت و امانت پر آنحضرتؐ نے جس قدر اعتماد فرمایا اور عہدہ تعلیم سپرد کر دیا۔ اس سے وہ ہستیاں بھی محروم نظر آئینگی جو کم سے کم پچاس ساٹھ کامل دور شمسی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکی تھیں۔ کہاں وہ مرد کہن سال جو نہ سورہ بقر یاد کر سکے اور نہ مسائل دین کی تولیت اون سے متعلق کیگئی۔ اور کہاں یہ سترہ سال کا نوجوان۔ ۱۲

Marfat.com

فان اهل المدينة قد كفروا واخلعوا الطاعة ونكثوا البيعة فابعث الي من قبلك من مقاتلة اهل الشام على كل صعب وذلول فلما جاء معاوية الكتاب تربص به وكره اظهار مخالفة اصحاب رسول الله صلعم وقد علم اجتماعهم

(طبری جلد پنجم ص۱۱۵)

اہل مدینہ نے کفر اختیار کر لیا ہے میری اطاعت سے منحرف ہو گئے ہیں۔ بیعت توڑ دی ہے لہذا شامی بہادروں کو میری امداد کیلئے جلد روانہ کرو۔ جب یہ خط معاویہ کے پاس پہونچا تو اس نے امداد کیلئے فوج بھیجنے میں توقف کیا۔ اور خاموشی اختیار کر لی۔ جواب خط کچھ نہیں دیا کیونکہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اصحاب رسول کا اتفاق و اجتماع ہو چکا ہے لہذا اصحاب رسول سے مخالفت کرنا پسند نہیں کیا۔"

معاویہ اور دیگر امرائے دولت عثمانیہ کی بیوفائی

ملل و نحل میں بذیل حالات حضرت عثمان مذکور ہے:

وكان امراء جنوده معاوية بن ابي سفيان عامل الشام وسعيد بن العاص عامل الكوفة ولعبد الله الوليد بن عقبة وعبد الله بن عامر عامل البصرة وعبد الله بن ابي سرح عامل مصر كلهم خذلوه ورفضوه حتى قدر عليه وقتل مظلوما في داره

یعنی دولت عثمانیہ کے تمام امراء نے خلیفہ وقت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور امداد سے منہ موڑ لیا تھا۔ یہاں تک کہ مظلومیت کے عالم میں اپنے محل کے اندر قتل کر دئے گئے۔"

Marfat.com

حضرت عثمان کے خلاف عمرو بن عاص کی ریشہ دوانی

ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے:

کان عمرو بن العاص منذ عزل له عن مصر یعمل حیلة بالتالیب والطعن فی عثمان۔ (جلد اول ص ۲۴۰)

حضرت عثمان نے جب سے عمرو عاص کو حکومت مصر سے معزول کر دیا تھا لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ اور حضرت پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔"

نیز تذکرہ عبداللہ بن سرح کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

فلما ولاه ایاها عثمان وعزل عنها عمرو بن العاص جعل عمرو بن العاص یطعن علی عثمان ویولب علیه و یسعی فی فساد امره فلما بلغه قتل عثمان وکان معتزلا فلسطین قال انی اذا انکأت حیة اذنبتها۔ انتهی۔

جب عثمان نے عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور عمرو عاص کو معزول کر دیا تو یہ شخص اُن بزرگ پر طعن و تشنیع کرنے لگا اور لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکانے اور فتنہ و فساد برپا کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ جب اس کو خبر قتل عثمان معلوم ہوئی ..... اس وقت وہ فلسطین میں عزلت گزین تھا۔ یہ خبر سنکر بولا تھا کہ میں جب کھاؤ لگاتا ہوں اُس سے خون بہا کے چھوڑتا ہوں (یہ زبان عرب کی مثل ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ میں جب کسی کے پیچھے پڑتا ہوں تو انجام کو پہونچا کے دم لیتا ہوں۔)

محمد بن حذیفہ صحابی کی حضرت عثمان کیخلاف شدید فتنہ پردازی آغوش تربیت میں برسوں پرورش پانیکا حق خوب ادا کیا

حافظ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

كان محمد بن ابی حذيفة اشد الناس تاليبا
على عثمان ..... وكان عثمان كفل
محمد بن ابی حذيفة بعد موت ابيه ابی حذيفة
ولم يزل فی كفالته ونفقته سنين فلما
قاموا على عثمان كان محمد بن ابی حذيفة
احد من اعان عليه والب وحرض
اهل مصر فلما قتل عثمان هرب الى
الشام فوجد لا رشد بن مولى
معاوية فقتله - (جلد اول ص۲۲۰)

محمد بن حذیفہ عثمان کے خلاف لوگوں کو اُبھارنے اور جمع کرنے میں سب سے زیادہ سخت تھے حضرت عثمان نے ان کے باپ ابو حذیفہ کے مرجانے کے بعد برسوں اُن کی کفالت کی تھی۔ اور انھیں کی روٹیوں پر زندگی بسر کرتے تھے۔ (لیکن یہ انقلاب زمانہ دیکھئے کہ) جب حضرت عثمان کے خلاف لوگوں نے سر اٹھایا تو (انھوں نے حق نمکخواری یوں ادا کیا کہ) ان کے خلاف باغیوں کی امداد کی اور اہل مصر کو اُبھارا اور ورغلایا۔ (یہ باغیان نے جب یہ آشیانہ آگ دی جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے) جب وہ قتل ہو چکے تو یہ شام کی جانب بھاگ گئے۔ وہاں رشدین غلام معاویہ نے اُن کو پالیا اور قتل کر دیا۔"

حذیفہ یمانی کی مخالفانہ روش مگر ایک خاص انداز سے جسے تقیہ کہتے ہیں

علامہ ذہبی تہذیب التہذیب میں رقمطراز ہیں: (منقول از تشیید المطاعن جلد دوم ص۱۱۹)

قال كنا مع حذيفة فقال له عثمان يا ابا
عبد الله ما هذا الذی يبلغنی عنك
قال ما قلته فقال عثمان انت اصدقهم
وابرهم ولما خرج قلت يا ابا عبد الله
الم تقل ما قلته قال بلى ولكن اشتری

راوی کہتا ہے (میں ایک مرتبہ حذیفہ کے ساتھ تھا کہ حضرت عثمان (بھی آگئے) اور ان سے کہنے لگے کہ ابو عبداللہ! یہ کیا باتیں تمہاری طرف سے میرے کانوں تک پہونچ رہی ہیں۔ تو حذیفہ نے جواب دیا کہ میں نے وہ باتیں نہیں کہی ہیں۔ عثمان بولے

دینی بعض ھذہ مخافۃ ان یذھب کلہ کہ تم سب میں نہایت سچے اور پاکباز انسان ہو جب حضرت عثمان چلے گئے تو میں نے حذیفہ سے پوچھا "کیا تم نے یہ باتیں نہیں کہی تھیں؟" کہنے لگے کہ ہاں کہیں تھیں مگر (کیا کروں) میں تو اپنا دین اس کے بعض حصے کے عوض خریدتا ہوں۔ اس خوف سے کہ کہیں سب نہ چلا جائے (آنکھیں کھول کر دیکھو رافضی اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ یا تم بھی جواز تقیہ کے قائل ہو جاؤ۔ یا اس کا نام نفاق رکھو اور حذیفہ جیسے صحابی کو منافق ٹھہراؤ۔" مترجم)

عبداللہ ابن مسعود مخالفین عثمان کی صف میں

عبداللہ ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہے جو امام وقت کے خلاف نکتہ چینی میں مصروف رہتے تھے جس کا انجام یہ ہوا کہ مستحق تعزیر ٹھہرائے گئے۔ علمائے اسلام نے بھی ان کے خلاف اور حضرت عثمان کے حق میں اپنا فیصلہ سنایا۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ جب ایسے ایسے طبقۂ اعلیٰ کے صحابی حکومت کے خلاف ہونگے اور عام طور پر تکتہ چینی میں منہمک نظر آئیں گے۔ تو عام خلفشار کیوں نہ پھیلیگا۔ اور حکومت کا تختہ کیوں نہ الٹ دیا جائیگا۔ بالآخر جو کچھ واقع ہوا اس کی ذمہ داری صحابہ کبار ہی پر عائد ہوتی ہے۔ اور خلیفۂ مظلوم کا خون ناحق انہیں کی گردنوں پر ہے۔ جو کچھ بھی ہو مجھے تو اتنا ہی دکھانا ہے کہ عبداللہ بن مسعود امام وقت کے خلاف اعتراضات والزامات کی بھرمار کئے ہوئے تھے۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے علامہ ابن حجر مکی کا یہ دو ارشاد کافی ہے:۔

(۱) ان حبسہ عطاء بن مسعود وشجرہ لہ فلما بلغہ عنہ ما یوجب ذالک القاہ لا تھمۃ الولایۃ۔

(۱) حضرت عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کا وظیفہ جو بند کر دیا تو اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ ابن مسعود کیطرف سے کچھ باتیں عثمان کے کانوں تک پہنچی تھیں

Marfat.com

جو اسی کی متقاضی تھیں تاکہ حکومت و ولایت کا رعب و داب دل پر بٹھا دیا جائے۔"

(۲) ابن مسعود کی بدگوئی و عیب جوئی میں بہت زیادہ منہمک رہتے تھے۔ لہذا مصلحت اسی میں ظاہر ہوئی کہ ان کو معزول کر دیا جائے۔"

(صواعق محرقہ)

نصرت امام سے ابوالحسن مازنی کا صاف انکار

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے جلد دوم صفحہ ۶۵۷۔

واما ابن مسعود فکان ینقم علی عثمان کثیرا فظهرت له المصلحة فی عزله۔

والبوحسن هذا هو القائل لزید بن ثابت حین قال یوم الدار یا معشر الانصار کونوا انصار الله عز وجل مرتین فقال له البوحسن لا والله لا نطیعک فنکون کما قال الله تعالیٰ اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا۔

یہ ابوالحسن وہی بزرگ ہیں کہ جب زید بن ثابت نے بروز دار یہ کہا کہ اے گروہ انصار! تم لوگ دو مرتبہ انصار اللہ بنجاؤ (یعنی حضرت عثمان کی امداد کرو۔ ان کی امداد خدا کی نصرت ہے۔ لہذا اگر ان کی امداد کروگے تو دوبارہ خدا کی نصرت کرنے والے ٹھہروگے) تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ بخدا ہم تمہاری اطاعت نہ کرینگے۔ ورنہ یہ آیت ہم پر صادق آئیگی (جسکا ترجمہ یہ ہے) ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی پس انھوں نے ہم کو راستہ سے بھٹکا دیا۔ (معلوم ہوا کہ ابوالحسن کے نزدیک نصرت عثمان ضلالت و گمراہی ہے)

عبدالرحمٰن بن عوف بھی مخالف ہو گئے تھے اور ترک سلام و کلام کی قسم کھالی تھی۔ ایسے روٹھے کہ تا دم مرگ راضی نہ ہوئے

خلیفہ ثانی نے اپنے بعد انعقاد خلافت و انتخاب خلیفہ کی غرض سے جو مجلس شوریٰ قائم

Marfat.com

کردی تھی اس کے صدر آپ ہی تھے۔ اور حضرت عثمان کی خلافت آپ ہی کی تدبیروں سے عالم وجود میں آئی تھی۔ مگر یہ انقلاب طبع دیکھنے کے قابل ہے کہ نذر و قسم کی سخت پابندی عائد کر کے حضرت عثمان سے سلام و کلام ترک کر دیا گیا ہے۔ آخری وقت میں بھی جب کہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ حضرت عثمان سے اخوت اسلامی کا برتاؤ کرنا گوارا نہ کیا۔ اگر اس امر کا لحاظ کر لیا جائے کہ آپ مہاجرین اولین کی ممتاز ترین فرد اور عشرہ مبشرہ کی کونسل کے سربرآوردہ ممبر تھے۔ آپ کی شان میں حدیث "انت امین فی السماء و امین فی الارض" وارد ہوئی تھی۔ آپ کے پیچھے خود آنحضرتؐ نے نماز میں اقتدا کی تھی تو سمجھ لیجیے کہ ان بزرگ کا روٹھنا اور ناراض دنیا سے جانا بس قیامت تھا۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے۔ پاس ادب صحبت سرور انبیاء زیادہ کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔

(۱) روی انہ قیل لعبد الرحمٰن بن عوف ھذا فعلک فقال لم اظن ھذا بہ و لکن للہ علی ان لا اکلمہ ابداً و مات عبد الرحمٰن و مھاجر لعثمان و دخل علیہ عثمان عائداً فی مرضہ فتحول الی الحائط و لم یکلمہ۔

(کتاب المختصر فی اخبار البشر)

(۱) (یعنی جب حضرت عثمان کی اقارب نوازی سے خفا ہو کر عبد الرحمٰن بن عوف نے سلام و کلام ترک کر دیا تو) لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم اور حضرت عثمان کے ساتھ یہ برتاؤ؟ کہا میں نے کبھی یہ گمان نہ کیا تھا کہ عثمان کے اعمال ایسے ہوں گے۔ میں خدا سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ عثمان سے کبھی بات چیت نہ کروں گا۔ عبد الرحمٰن بن عوف مرتے دم تک اس عہد پر قائم تھے۔ اور روٹھے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے حضرت عثمان مرض الموت کی حالت میں عیادت کی غرض سے ان کے پاس آئے تو انھوں نے دیوار کی جانب منھ پھیر لیا اور بات بھی نہ کی۔ (یہ ہیں اسلامی اخلاق جن کو

Marfat.com

یہ بزرگان دین دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔)

(۲) کان ای عبدالرحمٰن ھجر عثمان لما امر قاربہ فقال الناس لابن عوف ھذا فعلک فدخل علیہ وکلمہ وقال انما ولیتک لتسیر سیرۃ الشیخین فقال کان عمر یقطع اقاربہ فی اللہ وانا اصلھم فی اللہ فنذر ان لا یکلمہ ابدا۔

(۲) جب یہ دیکھا کہ حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو حکومت و امارت کے عہدے عطا کر دیئے ہیں تو عبدالرحمٰن بن عوف نے ان تمام روابط و تعلقات منقطع کر لئے اس پر لوگوں نے کہا کہ تم اور حضرت عثمان سے ایسا سلوک؟ (نہایت تعجب ہے) تب عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے پاس آئے اور انھیں اس روش قرابت پرستی پر ملامت کی اور کہا کہ میں نے تمھیں فقط اس لئے امیر و والی بنایا تھا کہ شیخین ابوبکر و عمر کی سیرت پر چلو گے (مگر تمھارا چلن اس کے خلاف ظاہر ہو رہا ہے) عثمان نے جواب دیا کہ عمر خوشنودی خدا کے لئے قطع رحم کرتے تھے۔ اور میں اسی کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے رحم کرتا ہوں (افعال گو مختلف ہوں مگر نیت دونوں کی ایک ہے پھر ملامت کیسی؟) یہ جواب سن کر عبدالرحمٰن نے نذر کر لی کہ آئندہ کبھی عثمان سے ہم کلام نہ ہوں گے۔"

یہ بات ملحوظ خاطر کر لیجائے کہ عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے اور انہوں اسلامی کے روابط اس رشتہ داری پر مستزاد تھے۔ اور شریعت نے قرابت داروں اور دینی بھائیوں سے قطع تعلقات کا طریقہ ناروا قرار دیا ہے۔ اور جو امر شرعی احکام کے بموجب ناروا ہو اس کے متعلق نذر و عہد نہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اور نہ خوشنودی خدا کا باعث۔ مگر عبدالرحمٰن

Marfat.com

نے بتاریخ شرعی نذر و عہد کر کے ترک سلام و کلام کر دیا جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن کے خیال و عقیدہ کے بموجب حضرت عثمان اپنے اعمال کی وجہ سے اس حیثیت میں آ گئے تھے کہ ان سے قرابت داری اور اسلامی برادری کے تمام شرعی تعلقات کا قطع کر لینا ہی خدا کی رضا و خوشنودی کا باعث ہو گیا تھا۔ اب خدا ہی جانے حق کس کی طرف تھا جس کی طرف بھی ہو۔ یہ یقینی ہے کہ قاتلان عثمان کی جرأت انھیں بزرگوں کی حرکات سے حاصل ہوئی۔ اور خلافت ثالثہ کی بیخکنی انھیں حضرات کی مرہون منت تھی کیا عبدالرحمٰن بن عوف اور ان کے مقلدین تجربہ کر لینے اور اس پر بچتا لینے کے بعد بھی روافض کے اس عقیدہ پر صاد نہ کریں گے کہ امام و خلیفہ نبیؐ کو معصوم اور خدا کی جانب سے منصوص ہونا چاہیئے۔ غیر معصوم اور بیچارے خلافتوں سے اس کا یقین نہیں کیا جا سکتا کہ ظاہر حال کو دیکھ کر جو لمبی چوڑی توقعات قائم کی جائینگی وہ پوری ہو کر بھی رہیں گی جس طرح کہ حضرت عثمان کی ذات سے عبدالرحمٰن کی یہ توقع کہ سیرت شیخین پر چلیں گے پوری نہ ہو سکی۔

عبداللہ بن عکیم الجہنی پہلے حضرت عثمان کے مرید و شیعہ تھے۔ پھر آپ کے

خون ناحق میں ہاتھ رنگ لئے

یہ نہایت بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ دیکھو اصابہ جلد دوم ص۲۴۶۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ جلد ۶ ص۷۷

عبداللہ بن عکیم الجہنی یکنی ابا سعید روی عن عمر و عثمان و علی	عبداللہ بن عکیم الجہنی کنیت ان کی ابو سعید تھی۔ حضرات عمر و عثمان و علی و عبداللہ بن مسعود

Marfat.com

عبد اللہ وکان کبیرا قد ادرک الجاھلیۃ۔

سے روایت کرتے تھے۔ یہ ایک بڑی شخصیت رکھتے تھے زمانہ جاہلیت کی بھی ہوا کھائی تھی۔

ان بزرگوار کا محب و شیدائے عثمان ہونا مسلم ہے۔ تصدیق کے لئے فقط ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو آپ کی صاحبزادی سے مروی ہے:۔

قالت۔ کان عبد اللہ بن حکیم یحب عثمان وکان ابن ابی لیلیٰ یحب علیا وکانا متواخیین قالت فما سمعتھما یتذاکران شیئا قط الا انی سمعتہ یقول لعبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ لو ان صاحبک صبر اتاہ الناس

عبد اللہ بن حکیم عثمان کا دوست دار تھا۔ اور ابن ابی لیلیٰ محب علیؑ تھے۔ اور یہ دونوں باہم برادرانہ تعلقات رکھتے تھے۔ میں نے کبھی ان دونوں میں سے کسی کو کسی کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا۔ مگر یہ کہ میں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر تمہارا دوست صبر کرتا تو لوگ اس کے پاس آتے۔

اب یہ طبیعت کا انقلاب دیکھئے کہ محبت عداوت سے بدل گئی اور اپنے امام و پیشوا حضرت عثمان کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ طبقات بن سعد میں مروی ہے۔ جلد ششم ص۔

قال سمعت عبد اللہ بن حکیم یقول لا اعین علی دم خلیفۃ ابدا بعد عثمان فیقال لہ یا ابا معبد اوعنت علی دمہ فیقول انی اعد ذکر مساوئہ عونا علی دمہ۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ عبد اللہ بن حکیم کہا کرتے تھے کہ میں اب عثمان کے بعد کسی خلیفہ کی خون ریزی میں امداد نہ کروں گا۔ اس کلام پر ان سے لوگ پوچھتے تھے کہ اے ابو معبد کیا تم نے عثمان کے خون ناحق میں امداد دی تھی؟ وہ کہتے

Marfat.com

تھے ! ہاں میں ان کی برائیوں کی اشاعت کر کے خوں ریزی
میں اعانت کیا کرتا تھا۔"

بغور دیکھو عبداللہ بن عکیم جو عمائد و رؤسائے کوفہ میں سے ہیں اور اسلامیت و تدین کی دنیا میں ایک نمایاں وجاہت رکھتے تھے اپنی افتاد فطرت کیونکر ظاہر کر رہے ہیں۔ پہلے حضرت عثمان کے مخلص دوستوں اور طرفداروں میں رہے۔ پھر طبیعت میں انقلاب جو ہوا تو ان کے جانی دشمن بنگئے۔ جب اس مقصد کو حاصل کر چکے تو آئندہ کیلئے عہد کر رہے ہیں کہ کسی خلیفہ کی خونریزی میں کبھی شریک نہ ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیوفائی و غداری اہل کوفہ کے خمیر میں شامل تھی خواہ وہ کسی طبقہ اور کسی حیثیت کے افراد ہوں سب کی افتاد طبیعت بوئے وفا سے خالی تھی۔ نہ شیعۂ عثمان ہو کر کبھی وفا کی نہ شیعۂ علی بنکر پہلے غداری و بیوفائی کرنا اور پھر پچھتانا ان کی فطرت میں داخل تھا۔ اگر صحابی رسول سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ وغیرہما نے امام حسینؑ کی نصرت نہ کی اور بعد میں پچھتاتے رہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ کوفی صحابہ و تابعین کا انداز فطرت ہی یہی تھا۔

صحابہ حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین سے کنارہ کش تھے

قال دفن عثمان بين المغرب والعشاء ولم يشهد جنازته الا مروان بن الحكم وثلاثة من مواليه وابنته الخامسة فناحت ابنة ورفعت صوتها فزبر به واخذ

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان مغرب و عشاء کے درمیان دفن کئے گئے۔ اور ان کے جنازہ میں مروان بن حکم اور ان کے تین موالی اور ایک صاحبزادی کے سوا کوئی شخص شریک نہیں ہوا۔ آپ کی صاحبزادی نے نوحہ و بکا کی

Marfat.com

الناس الحجارۃ وقالوا لقتل لقتل وکادت — آواز بلند کی اس پر لوگ پتھر برسانے لگے اور

ترجمہ - طبری جلد ۵ صفحہ ۱۴۳ — قتل قتل کا شور مچانا شروع کر دیا۔ قریب

تھا کہ وہ یتیم لڑکی سنگسار ہو جائے۔

صحابہ کے عدم شرکت کی تاویل و توجیہ علمائے فرقۂ سنیہ کے قلم سے

یا

مقولۂ عذر گناہ بدتر از گناہ کا دلچسپ اور فائدہ مند ثبوت

عقلمند ناظرین نے عبدالوہاب شعرانی وغیرہ علمائے فرقۂ سنیہ کی منقولہ بالا تحریروں سے پہلے ہی یہ سمجھ لیا ہوگا کہ دنیائے صحابیت کے حالات عام انسانی دنیا سے بہت کچھ مختلف ہیں۔ اس دنیا میں قاتل و مقتول، ظالم و مظلوم، رند و زاہد سب کے اعمال ایک ہی ترازو میں تولے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ہماری یہ خوش اعتقادی سوفسطائیوں (یونان) کے خیالات کی بگڑی ہوئی تصویر نظر آئے۔ مگر کیا کیا جائے کہ اس دنیا کی آب و ہوا کچھ ایسی ہی موافق طبائع واقع ہوئی ہے کہ وہاں قدم رکھتے ہی ہر گناہ غیر عمل بن جاتا ہے۔ کوئی ہو قاتل یا مقتول نامۂ اعمال میں دونوں کے بدون تفرقہ و امتیاز لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ماجور ہیں، مغفور عادل ہیں، مجتہد ہیں، جنتی ہیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ بہر حال "رضی اللہ تعالیٰ عنہم" ہیں۔ اگر ذرا بھی اس خوش اعتقادی میں فرق آئے تو ملا علی قاری جیسے علمائے دین غضب آلود آنکھیں دکھا کر ٹوک دیتے ہیں کہ "لا یقاس الملوک بالحدادین"[1] "بادشاہوں کو آہنگروں پر قیاس کرنا کیا؟"

غرض خواہ مخواہ یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ جس کو بھی سفر یا حضر میں ایک مرتبہ بھی سرور عالمؐ

---

[1] شرح مشکوٰۃ در ذیل شرح حدیث النجوم ۱۲

Marfat.com

کے تردئے پر نہر کی زیارت کا اتفاق ہو گیا ہو۔ ہوس دنیوی اس کے دل کی گہرائیوں
کافور ہو گئی۔ اب اس کا ہر عمل بہر نوع دینی مقاصد سے باہر ہو نہیں سکتا۔ کوئی
تاویل صحیح اس کی ضرور ہو گی۔ اسی نظریہ کے مطابق علمائے اعلام نے صحابہ کرام کی
دفن حضرات عثمان سے دست برداری کی بھی معقول تاویلیں پیش کر کے کسی نکتہ چینی کا
باقی نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ ملا نصر اللہ کابلی اپنی مشہور کتاب صواعق میں رقمطراز ہیں:

اما ترك الدفن فقد ذكره القرطبي	"حضرت عثمان کے دفن نہ ہونے کا سبب
وغيره انه القي على مزبلة فاقام	یہ بتاتے ہیں کہ ان کی لاش تین روز تک
بها ثلاثة ايام ولم يقدر احد	پڑی رہی۔ اور کوئی ان کے دفن کرنے پر
على دفنه حتى جاءت جماعة بالليل	نہ ہوا۔ یہانتک کہ ایک جماعت رات کو
فحملوا ودفنوه بالبقيع فتركه انما	اور اس نے اٹھا کر بقیع میں لیجا کر دفن
كان للخوف عن الاوباش	اور یہ دفن نہ کرنا تین روز تک بدمعاشوں
ومنعهم عن ذالك -	کے خوف کیوجہ سے تھا۔"

سبحان اللہ عجیب اندھیر ہے کہ سعد ابن ابی وقاص جیسا جنتی صحابی تو مکتوب
کے جواب میں صاف صاف لکھ رہا ہے کہ حضرت عثمان کے افعال و اعمال کی وجہ سے
مصلحت آمیز خاموشی اور دست برداری اختیار کر لی تھی۔ ورنہ ہم ان کے قاتلوں کی
پر قادر تھے۔ اور ملا نصر اللہ کابلی "مدعی سست گواہ چست" پر عمل کرتے
فرما رہے ہیں کہ صحابہ بدمعاشوں کے ڈر سے دفن و کفن کا فریضہ انجام دینے پر قادر
آخر وہ کون سی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ مٹھی بھر مفسدوں اور کوفیوں کے ڈر سے
کے ہزارہا ہزار جوان مردوں میں اتنا دم باقی نہیں رہ گیا تھا کہ ایک شرعی

Marfat.com

کو انجام دے سکتے لہٰذا گھروں میں چھپے بیٹھے رہے اور سارا ماجرا دیکھا کئے۔ اور اگر دراصل ان پر غلبۂ خوف و ہراس کا یہی عالم تھا تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ لاریب سیرت شیخین کے نہایت سچے پیرو تھے۔

یہ تاویل بجائے خود اس لئے بھی لائق تسلیم نہیں ہو سکتی کہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو صحابۂ کبار سے کسی الزام ناروا کا دفع ہونا تو درکنار ان پر عائد ہونے والے الزامات کی فہرست میں ایک قوی الزام کا اضافہ ہو جائیگا۔ اور وہ اس لئے کہ اس تاویل سے تو یہی ظاہر ہوا کہ صحابۂ کرام نے حضرت عثمان کے آخری مراسم تجہیز و تکفین کے بارے میں رافضیت کا مخصوص شیوہ یعنی "تقیہ" اختیار فرمایا تھا۔ چونکہ انھیں اوباش کی طرف سے اپنی جان و آبرو کے تلف ہو جانے کا خوف تھا۔ لہٰذا ایک دینی فریضہ کو چھوڑ کر گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ مجھے ہرگز یہ امید نہیں کہ دور اندیش علماء صحابۂ کرام کے دامان عدالت و تقویٰ پر اختیار شیوۂ روافض کا بدنما دھبہ دیکھنا گوارا کرلیں گے۔ یقین اسی کا ہے کہ صحابہ کی اس بے اعتنائی و دست برداری کی روش کا اصل سبب انھیں بھڑکے ہوئے جذبات کو قرار دینگے جن کی مختصر فہرست مذکورۂ بالا تاریخی شہادتوں سے واضح ہو چکی۔ اور اگر خدانخواستہ علماء نے صحابہ کے اس رویہ کو رافضیوں کے ناروا اصول تقیہ ہی پر محمول کرنا پسند کر لیا تو انصاف پسند طبائع یہ باور کر لینے پر مجبور ہو جائیں گی کہ آجتک مسئلہ تقیہ میں شیعوں کے خلاف نکتہ چینی کی غرض سے دست و زبان کو جتنی بھی زحمت بیجا دی گئی ہے اس کا معتد بہ ثمرہ اس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا کہ جہالت کا نام دنیا میں روشن ہو گیا۔

ایک نیا اندھیر۔ کیا صحابہ کو "اوباش" کہنا بیدینی نہیں ہے۔؟

اس مقام پر یہ بات بھی کسی طرح نظر انداز کر دینے کے لائق نہیں ہے کہ ملا نصر اللہ کابلی نے قاتلان و مخالفان خلیفۂ ثالث کو "اوباش" کا لقب دیا ہے۔ حالانکہ میری تحریر سابق سے ناظرین نے معلوم کر لیا ہے کہ ان بزرگوار کے مخالف مخاصمت کا مظاہرہ کرنے والے یا تو بڑے بڑے صحابہ تھے یا اون کے سعادت مند تابعین۔ اور آیندہ بھی ظاہر ہوگا کہ تجہیز و تکفین کے آخری احترامات کے خلاف انصار کی جماعت نے کس قدر سخت مزاحمت کا رویہ اختیار کیا لہذا ایسے ایسے بزرگوں کو "اوباش" کا لقب دینا خرمن دین و ایمان میں آگ لگا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔؟ شیخ عبدالوہاب شعرانی و ملا علی قاری جو ہم پر یہ اعتقاد رکھنا واجب قرار دیرہے تھے کہ "صحابہ بہرحال مستحق اجر و ثواب ہیں۔ مبتلائے فتنہ و فساد ہونے سے اون کی عدالت میں خلل نہیں پڑتا" اب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن مولانا عبدالشکور صاحب بفضلہ تعالیٰ ابتک بقید حیات ہیں۔ جن کا مقولہ یہ ہے کہ "بعض بعض صحابہ مبتلائے فتن ہوئے۔ اُن کے فضائل کے ہم معتقد نہیں ہیں۔ مگر صرف بپاس ادب سرور انبیاءؐ اُن کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ اسد الغابہ شیخ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

یہ بزرگوار انصاف سے فرمائیں کہ یہ کون سا پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے کہ صحابۂ کرام "اوباش" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اگر اسی کا نام پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے تو ایسا پاس ادب رافضی بھی کبھی کبھی کر لیا کرتے ہیں۔ پھر اون کیطرف سے برہمی مزاج کی شکایت مزمنہ آخر کیوں لاحق رہا کرتی ہے اور آئے دن

Marfat.com

اون کے خلاف ہنگامہ مکابرہ ومباحثہ کیوں گرم رکھا جاتا ہے؟ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ہر زبان سے نئی بات اور ہر نانت سے نیا راگ سنائی دیتا ہے شیخ عبدالوہاب شعرانی جیسے لوگ تو صحابہ کو مبتلائے فتن ہونے کے باوجود فضیلت عدالت سے آراستہ وپیراستہ ثابت کرتے ہیں۔ اُن کے نظریہ کے بموجب فضائل صحابہ کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر واجب ٹھہرتا ہے۔ اور مولانا عبدالشکور خوش اعتقادی کے اس مرتبہ کو ذرا نیچے اتر کر دنیا کو یہ سمجھاتے ہیں کہ جو صحابہ مبتلائے فتن ہوئے اُن کے فضائل کا اعتقاد رکھنا ضروری نہیں ہے۔ مگر پاس ادب صحبت سرور انبیاء سب وشتم نہ کرنا چاہئے۔ مگر ملا نصر اللہ کابلی اُن بزرگان ملت کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاء کو پس پشت ڈالکر "اوباش" کی الفاظ استعمال کرنے میں کچھ تامل نہیں کرتے۔ جو سب وشتم کی بدترین صورت ہے۔ لہذا عقل حیران رہجاتی ہے کہ آخر یہ حضرات کون سے مذہبی اصول کے پابند ہیں۔ اور کوئی مسلم اصول ہے بھی یا محض اپنی اپنی مصلحتوں اور رایوں پر عمل ہو رہا ہے جب خوش اعتقادی کا زور ہوا تو صحابہ کو بہر حال عادل وماجور اور مجمع فضائل بنا دیا گیا۔ اور جب مخالفین کے مطاعن والزامات سے سابقہ ہوا تو پاس ادب خوش اعتقادی رخصت ہوگئی۔ پاس ادب صحبت سرور انبیاء کا فور ہوگیا۔ آنکھ بند کرکے ایسے ایسے القاب وخطابات دینے لگے جو رافضیوں کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئے ہوں۔

شاید ناظرین کو یہ خیال ہو کہ نصر اللہ کابلی کے الفاظ سے مولانا عبدالشکور کو زیر بار ندامت کرنے کی کوشش کی ہے؟ جس کے اعمال اس کے ساتھ۔ لہذا یہ گذارش ضروری ہے کہ خود مولانا ممدوح نے بھی قاتلان ومخالفان عثمان کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاء ملا نصر اللہ کابلی سے بڑھکر فرمایا ہے موخر الذکر نے تو فقط اوباش

Marfat.com

کا لقب دینے پر مصر ہیں۔ ان صاحبان نے تو اندھیر کیا ہے کہ اس مقدس جماعت کو صاف صاف۔ منافقوں کا گروہ۔ فرمانے لگے۔ اگر باور نہ ہو تو آپ کی تحریر مندرج ذیل ملاحظہ کیجائے۔

"منافقوں کا ایک گروہ تھا جو اپنے آپ کو شیعہ علیؓ کہتا تھا۔ یہ انھیں باغیوں کا گروہ تھا جنھوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے۔"

(حاشیہ ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ اول و ثانی صاحب ص ۱۷)

تاریخ کی اس شہادت کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا کہ طلحہؓ۔ عبداللہ بن بدیل خزاعی۔ رفاعہ بن رافع۔ عمر بن حزم۔ محمد بن حمق۔ عمار یاسر۔ محمد بن ابی بکر وغیرہم جیسے صحابہ کبار حضرت عثمانؓ کے قاتل تھے۔ اس زمانہ میں یہ لوگ اور ان کے ساتھ دیگر اصحاب کرام طرح طرح کے فتنے برپا کرتے رہے۔ پھر کیا پاس ادب محبت سرور انبیاءؐ کا یہی طریقہ ہے کہ اس مقدس گروہ کو علانیہ "منافقوں اور باغیوں کا گروہ" کہا جائے؟ اگر آپ کا پاس ادب انھیں القاب و خطاب کا متقاضی ہے تو آپ بھی اس قسم کے پاس ادب میں روافض سے کچھ کم سعادت مند ثابت نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ المستعان۔

انصار رسولؐ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضرت عثمان کی لاش پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیجائے

ناظرین اس عجیب واقعہ پر مطلع ہو کر نہایت حیرت زدہ ہو جائیں گے کہ صحابہ کرام مشتعل جذبات میں بعد شہادت حضرت عثمان بھی کیفیت سکون پیدا نہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ جماعت [illegible] باحمیت بزرگوں نے یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ اس قتیل جفا

Marfat.com

کی محترم لاش بعد نماز جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں سپرد خاک زمین آغوش لحد بنا دی جائے۔ چنانچہ مورخ طبری کا بیان ہے (جلد ۵ صفحہ ۱۴۴)

فلما وضع ليصلى عليه جاء نفر من الانصار يمنعونهم الصلوٰة عليه فيهم اسلم بن اوس بن بجرة الساعدى وابو حسن المازنى فى عدة وسعوهم ان يدفن بالبقيع فقال ابو جهم ادفنوه فقد صلى الله عليه وملائكته فقالوا لا والله لا يدفن فى مقابر المسلمين ابدا ادفنوه فى حش كوكب فلما ملكت بنو امية ادخلوا ذالك الحش فى البقيع

"یعنی جب لاش نماز جنازہ کیلئے رکھی گئی تو گروہ انصار میں سے کچھ لوگ آئے اور مانع نماز ہوئے ان میں اسلم بن اوس بن بجرۃ الساعدی اور ابو حسن مازنی بھی تھے۔ ان لوگوں نے قبرستان بقیع میں دفن کئے جانے سے مزاحمت کی (مولوی عبدالشکور صاحب رب بھوپالی کہتے ہیں کہ منافقوں کے گروہ نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے۔ کیا یہ صحابہ کرام منافق تھے؟ اور کیا مہاجر و انصار کو منافق کہنا سنی مذہب کے اصول کے مطابق ہے۔ اور کیا پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ یہی ہے؟ کہ صحابہ کو منافق بتایا جائے) ابو جہم نے (اپنے رفقاء سے) کہا کہ دفن کر دو۔ (اگر یہ لوگ نماز جنازہ نہ پڑھنے دینگے نہ سہی) خدا کی رحمت ان پر ہو چکی ہے۔ اور ملائکہ ان کے حق میں دعائے رحمت کر چکے ہیں۔ انصار نے کہا! بخدا یہ کبھی نہ ہوگا کہ یہ لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جائے۔ جب انصار کا یہ رنگ دیکھا تو ناچار لوگ لاش کو مقام حش کوکب میں لے گئے اور دفن کر دیا۔ جب بنی امیہ کا زمانہ ہوا تو انھوں نے حش کوکب کو (جو کہ نہایت ذلیل

Marfat.com

مقام تھا) بقیع میں شامل کر دیا۔"

یہ دونوں بزرگ جس پایہ کے صحابی ہیں وہ علمائے محققین کے سند رجیم ذیل ارشادات سے معلوم ہو سکتا ہے:۔

عبدالرحمان بن ازہر صحابی کا اپنے امام کی تجہیز و تکفین سے صاف انکار اور جبلہ بن عمرو الساعدی کیطرف سے نماز جنازہ کی سخت مزاحمت

---

(۱) قال البخاری له صحبة واخرج حدیثه فی تاریخه وکذا اخرجه ابوداؤد والنسائی وفیه انه شهد حنینًا۔

(۱) امام بخاری نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن ازہر صحابی ہے بخاری نے اپنی تاریخ میں ان سے حدیث لی ہے اور اسطرح ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی اون سے روایت احادیث کی ہے۔ یہ صحابی جنگ حنین میں شریک ہوئے تھے۔"

---

(۲) عبدالرحمان بن ازهر بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحرث بن زهرة القرشی الزهری ابن اخ عبدالرحمن بن عوف شهد مع رسول الله حنینًا یکنی اباجابر یروی عنه ابوسلمة بن عبدالرحمن ومحمد بن ابراهیم بن الحرث التیمی وابنه عبدالحمید بن عبدالرحمن بن ازهر وابن شهاب الزهری[1] وروی الناس عن الزهری

(۲) یہ صحابی عبدالرحمن بن عوف کے بھتیجے ہیں جنگ حنین میں شریک تھے۔ کنیت اُن کی ابوجابر تھی۔ ان سے ابوسلمہ، عبدالرحمن، محمد بن ابراہیم تیمی اور خود اُن کے بیٹے عبدالحمید اور ابن شہاب الزہری نے روایت کی ہے۔ سب سے زیادہ زہری نے ان سے روایت کی ہے۔ ....

---

[1] استیعاب ابن عبدالبر بر حاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۶ - ۱۲

Marfat.com

(۳) جبلة بن عمرو الانصاری الساعدی
یعد فی اهل المدینة روی عنه سلیمان
بن یسار کان جبلة بن عمرو فاضلاً
من فقهاء الصحابة رحمه الله و
شهد جبلة بن عمرو صفین مع علیؑ
وسکن مصر۔

(۳) جبلہ بن عمرو الانصاری الساعدی
کا شمار اہل مدینہ میں ہے۔ ان سے سلیمان بن یسار نے روایت
کی ہے۔ یہ صحابی مرد فاضل اور فقہائے صحابہ میں سے
تھے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ جنگ
صفین میں علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ تھے اور
مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ؎

استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد اول ص۲۳۹۔

ناظرین نے جب یہ دیکھ لیا کہ زمرہ صحابہ میں ان دونوں صحابیوں کی شخصیتیں کتنی بلند اور ممتاز تھیں تو اب حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین کے معاملہ میں ان حضرات کا رویہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ بعد ملاحظہ مولانا عبدالشکور سے یہ سوال ہرگز نہ فرمائیں کہ جناب والا یہ دونوں ممتاز صحابی اوسی گروہ کی دو فردیں نہ تھے جن کو آپ نے منافقوں اور باغیوں کا فتنہ پرداز گروہ بتایا ہے۔ ؟

جبلہ بن عمرو الانصاری جیسا فاضل صحابی جس کا شمار فقہائے صحابہ میں تھا۔ اور جس کے حق میں محدث ابن عبدالبر جیسا عالم دین "رحمہ اللہ" کا جملہ لکھ رہا ہے۔ آپ کے نزدیک منافق تھا۔ اور کیا ایسے ایسے صحابہ کبار کو عاقبت کیف سے آنکھیں بند کر کے منافق، باغی، فتنہ پرداز کہنا وہ ایمان سوز شیوہ نہیں ہے جس پر رافضیت بھی شرما جائے۔

حیف صد حیف۔ !

مورخ ابن قتیبہ کتاب الامامت و سیاست میں لکھتے ہیں ص۴۳ اس روایت کا آخری حصہ ابن حجر عسقلانی نے بھی کتاب اصابہ میں نقل کیا ہے۔ دیکھو تذکرہ جبلہ بن عمرو الانصاری۔

Marfat.com

السا عدی صہ ۲۲۴ جلد اول -

قال وذكروا ان عبد الرحمن بن ازهر قال لم اكن دخلت فی شیٔ من امر عثمان لا علیه ولا له فانی جالس بفنای داری لیلا بعد ما قتل عثمان بلیلة اذ جاءنی المنذر بن الزبیر فقال ان أخی یدعوك فقمت الیه فقال لی انا اردنا ان ندفن عثمان فهل لك قلت والله ما دخلت فی شیٔ من شانه وما ارید ذالك فانصرفت عنه ثم اتبعته فاذا وهو فی نفر فیهم جبیر بن مطعم وابو الجهم بن حذیفة والمسور بن مخرمة وعبد الرحمن بن ابی بکر وعبد الله بن الزبیر فاحتملوه علی باب وان راسه لیقول طق طق فوضعوه فی موضع الجنائز فقام الیهم رجال من الانصار فقالوا لهم لا والله لا تصلون علیه فقال ابو الجهم

"خلاصہ روایت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ازہر نے بیان کیا کہ میں نے عثمان کے معاملہ میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی تھی - نہ ان کے موافق نہ ان کے مخالف (یہ غیر جانبداری باعث فخر نہیں ہو سکتی کیونکہ نصرت امام وقت وخلیفہ نبی لازم تھی غیر یہی غنیمت ہوا کہ آپ نے مخالفانہ سرگرمی نہیں اختیار کی - مترجم) بعد قتل عثمان ایک رات میں صحن خانہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ منذر بن الزبیر نے آکر مجھ سے کہا کہ تمھیں میرے بھائی بلاتے ہیں - میں ان کے (یعنی عبدالزبیر کے) پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے کہ ہم عثمان کے دفن وکفن کا ارادہ رکھتے ہیں - کیا تم بھی اس (کار خیر) میں حصہ لوگے ؟ میں نے کہا کہ بخدا میں نے عثمان کے متعلق کسی امر میں بھی دخل نہیں دیا ہے - اور نہ اب اس امر میں شریک ہونا چاہتا ہوں - (میت کے دفن وکفن کا انتظام تو ایک شرعی فرض تھا اس میں غیر جانبداری کو کیا دخل ؟ مترجم) یہ کہکر میں ان کے پاس سے واپس آیا مگر پھر ان کے پیچھے ہو لیا (کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے) پس میں دیکھا کہ یہ چند اشخاص جبیر بن مطعم ، ابو الجہم بن حذیفہ

Marfat.com

الا تدعون فصلی علیه فقد صلی الله
علیه وملائکته فقال له رجل منهم
ان کنت فادخلك الله مدخله
فقال له حشرنی الله معه فقال
له ان الله حاشرك مع الشیاطین
والله ان ترکناکم به لنجن منا فقال
القوم لابی الجهم اسکت عنهم وکف
فسکت فاحتملوه ثم انطلقوا مسرعین
کانی اسمع وقع راسه علی
اللوح حتی وضعوه فی ادنی
البقیع فاتاهم جبلة بن عمرو الساعدی
من الانصار فقال لا والله لا
تدفنوه فی بقیع رسول الله ولا
نترککم تصلون علیه فقال ابو الجهم
انطلقوا بنا ان لم نصل علیه فقد
صلی الله علیه فخرجوا ومعهم
عائشة بنت عثمان معها مصباح
حتی اذا اتوا به حش کوکب
نزلوا لحفرته ثم قاموا

مسور بن مخرمہ و عبدالرحمن بن ابی بکر
وعبداللہ بن زبیر حضرت عثمان کی میت
ایک تختہ پر اٹھا کر لئے جا رہے ہیں اور
(تختہ سے ٹکرانے کیوجہ سے) میت کے
سر سے "طق طق" کی آواز آرہی ہے۔ ان لوگوں
نے اس جنازہ کو لے جاکر موضع جنائز (جہاں
نماز کیلئے جنازے عموماً رکھے جاتے تھے)
میں رکھدیا۔ اتنے میں جماعت انصار کے
چند اشخاص آگئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم
تم لوگ نماز جنازہ نہ پڑھنے پاؤ گے۔ ابوالجہم
نے ان انصاریوں سے کہا کہ کیا تم ہمیں نماز نہ
پڑھنے دوگے۔ حالانکہ اس میت پر خدا اور
ملائکہ نے رحمت بھیجی ہے۔ اس کلام کا جواب
ان انصاریوں میں سے ایک شخص نے یہ دیا کہ
اگر تمہارا خیال یہ ہے تو خدا تمہیں بھی اسی جگہ
داخل کرے جہاں عثمان کا مقام ہے۔ ابوالجہم
نے کہا کہ خدا ایسا ہی کرے کہ میرا حشر عثمان کے
ساتھ ہو۔ اس مرد انصاری نے جواب دیا کہ
خدا تمہارا حشر شیاطین کے ساتھ کرے گا۔ واللہ

Marfat.com

یصلون علیہ وامسھم جبیر بن مطعم ثم دفنوہ فی حفرتہ۔

اگر ہم تمھیں چھوڑ دیں تو یہ ہماری عاجزی ہوگی۔ (جب بات بڑھنے لگی تو) ابوالجہم کے ساتھ والوں نے خاموش کرا دیا۔ اور سب نے جنازہ اٹھا لیا۔ اور جلد جلد قدم بڑھاتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ میں (عبدالرحمٰن بن ازہر) میت کے سر سے وہ آواز سن رہا تھا جو تختہ سے ٹکرانے کی وجہ سے بلند ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے لے جا کر آخر بقیع میں ایک جگہ رکھ دیا وہاں اُن کے پاس جبلہ بن عمرو الساعدی آپہونچے اور کہنے لگے کہ "خدا کی قسم تم بقیع رسول میں یہ لاش ہرگز دفن نہ کرنے پاؤ گے۔ اور ہم تمھیں اس کا موقع نہ دیں گے کہ نماز جنازہ پڑھ سکو (یہ سنکر) ابوالجہم نے اپنے رفقا سے کہا کہ آگے بڑھو اگر ہم اس میت پر نماز نہ پڑھ سکے (تو کیا ہوا) خدا نے تو اس پر اپنی رحمت نازل کی ہے۔ آخر یہ لوگ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمان کی صاحبزادی عائشہ ایک چراغ اپنے ساتھ لئے ہوئے تھیں۔ تا اینکہ یہ لوگ میت کو مقام حش کوکب میں لائے۔ وہاں ایک گڈھا کھودا۔ اور جبیر بن مطعم کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی اور لاش کو سپرد لحد کر دیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

نماز جنازہ میں انصار کیطرف سے مزاحمت اور میت پر آخری بیداد کا ہولناک منظر

تاریخ طبری میں مذکور ہے۔ جلد پنجم ص ۱۴۴۔

فاخرج عثمان ولم یصل الی البقیع

حضرت عثمان کی میت بے غسل بقیع کی جانب

وارادوان یصلوا علیه فی موضع الجنائز فابت الانصار واقبل عمیر[1] بن ضابی وعثمان۔ وعثمان موضوع علی باب فنزا فکسر ضلعًا من اضلاعه۔

لائی گئی۔ اور لانے والوں نے چاہا کہ موضع جنائز میں نماز جنازہ ادا کریں۔ مگر انصار اس پر راضی نہ ہوئے۔ اسی اثنا میں عمیر بن ضابی نے جھپٹ کر میت کی پسلی کی ایک ہڈی توڑ دی۔

(یہ ہیں سواد اعظم کے کارنامے، اور اس پر شیعوں کے خلاف الزام لگانے کی ہوس۔ جب حیا نہ ہو تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے مترجم)۔

قاتلان حسینؑ کو شیعہ سمجھنے والوں کی خدمت میں گذارش احوال واقعی

محترم مخاطب مفتی خلیل صاحب اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں "اہل سنت یہ تمام کرتوتیں ان لوگوں کی بتلاتے ہیں جو کہ امام حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیر خواہ ہونے کے مدعی تھے۔ اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے۔ حضرت علیؑ کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے الخ" اب کون آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرے کہ جناب والا! آپکو حضرت ذوالنورین قتیل دار کی عزت وجلال کی قسم یہ ارشاد ہو کہ خلافت مآب کے خون سے مدینہ طیبہ کی سرزمین کو لالہ زار بنانے والے اور ان کی امداد اور حمایت سے نہایت

---

[1] یہ بزرگ ضابی بن حارث صحابی کے بیٹے تھے۔ حافظ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں "لما قتل عثمان وثب عمیر بن ضابی فکسر ضلعا من اضلاعه" یعنی حضرت عثمان کے مقتول ہو جانے کے بعد حضرت عمر بن ضابی نے لاش کی دو پسلیاں توڑ دیں۔ ایک مرتبہ قتل عثمان کا ارادہ بھی کیا تھا مگر اسے انہیں ہوئے سبب عداوت یہ تھا کہ ان کے پدر عالیمقدار نے ایک مرتبہ کسی قوم کی ہجو کہی تھی جس جرم میں حضرت عثمان نے ان کو قید کر دیا۔ (دیکھو اصابہ جلد اول ص۲۱۵) بہر حال یہ ہیں وہ نورانی صحابہ جنکی اقتدار پر علماء سنیہ کو فخر و ناز ہے۔

Marfat.com

نازک وقت میں منہ موڑ لینے والے آخر کون تھے؟ کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے؟ کیا وہی باحمیت و باوفا لوگ نہ تھے جو چند سال پہلے آپ کی بیعت و اطاعت کا طوق پہن لینا عین دین و ایمان تصور کر چکے تھے۔ دربار خلافت میں محبت و اخلاص کا دم بھرتے اور جذبۂ عقیدتمندی و جاں نثاری کا پرجوش مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ بارگاہ خلافت سے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کئے جاتے تھے۔ لمبی چوڑی تنخواہیں اور پنشنیں وصول کرکے داد عیش و عشرت دیا کرتے تھے۔ مگر واہ رے طبایع کا انقلاب کہ دفعۃً تمام احسانات کو طاق نسیاں پر رکھکر فقط اتنی سی بات پر بگڑ بیٹھے کہ ابر کرم کا رخ بنی امیہ کی طرف کچھ زیادہ تھا۔ بارگاہ خلافت میں خاندان شاہی کے ممبروں کی آؤ بھگت حد استحقاق سے متجاوز ہو رہی تھی۔ اقارب نواز حکومت و خلافت کے اس رویہ پر جام صبر چھلک اٹھا۔ خیالات و جذبات کی دنیا میں حسد و عناد کا وہ طوفان اٹھا جس نے محبت و وفا کا نام بھی باقی نہ چھوڑا۔ خلیفۂ رسولؐ بدعتی واجب القتل ٹھہرائے گئے۔ بالآخر وہ فتنے برپا ہو کر رہے جن کا عبرت انگیز افسانہ تاریخ کی خاموش زبانوں پر رہ گیا۔ مہربان شیعوں پر امامؑ کے ساتھ غداری و بیوفائی کرنے کا الزام لگانے کی کوشش سے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اوراق تاریخ کے آئینوں میں اپنی تصویر کے ابھرے ہوئے خط و خال دیکھئے۔ اپنے نامۂ اعمال کا جائزہ لینے سے پیشتر دوسرے کے دامن اخلاق و اعمال کو داغدار دیکھنے کی ہوس کرنا اسی بوالہوس کے لئے زیبا ہو سکتا ہے جسکا دیدۂ دل نور بصیرت سے محروم اور جسکی طینت اصلی فطری شرم و حیا کی چاشنی سے پاک و صاف ہو۔ بہرحال آپ میرے اس دوستانہ مشورے کو قبول کریں یا نہیں مجھے اسکا یقین تو ضرور ہے

کہ انصاف پسند ناظرین مندرجہ بالا تاریخی بیانات کو بہ نظر عبرت ملاحظہ فرما کر خود اس کا فیصلہ کرلیں گے کہ جن ہولناک واقعات کی داستان کو سیر و تواریخ کی زبانیں آجتک دہرا رہی ہیں اون کے ذمہ دار شیعہ تھے ؟ یا وہ بزرگان ملت اہلسنت جنھوں نے اجماع و شوریٰ کی خلافتوں کو مستحکم کیا۔ اور اسلامی دنیا کو اس خود ساختہ نظام حکومت کا حلقہ بگوش بنا نا ان کی تقدیر، زندگی کا ایسا کارنامہ تھا جس کی مناسب ثنا خوانی کے مقابلہ میں علمائے اہلسنت کی زبانیں اپنی فطری قوتوں کو تمام تر صرف کر دینے کے بعد بھی اعتراف عجز و تقصیر کرتی نظر آتی ہیں۔

جبکہ ثابت ہو گیا کہ اس مبارک عہد میں جس میں رافضیت اور حقیقی تشیع کا رنگ محسوس ہونے کے قابل بھی نہ ہوا تھا اور اس ملت کے خیالات و جذبات سے عام طور سے اسلامی دنیا کو آشنا ہونے کا موقع ملا ہی نہ تھا۔ مذہب اجماع و شوریٰ کے بانیوں اور علمبرداروں نے مدینہ طیبہ کو دار الحرب و دار الجہاد قرار دینے کا بیڑا اٹھایا۔ اور بکمال تشدد خلیفۂ زماں کا پاک خون بہانے اور اس کی لاش کی انتہائی بے حرمتی کے کارناموں کو جہاد فی سبیل اللہ اور ذریعہ رضائے خالق تصور کرتے ہوئے نہایت جوش و خروش کے ساتھ حد انصرام تک پہونچایا۔ تو کیا انصاف پسند دل و دماغ رکھنے والے ان کے ان اعمال و جذبات کو بہ نظر عبرت مشاہدہ کرنے کے بعد اس یقینی نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ اسی فرقہ و جماعت کے باقی ماندہ افراد اور ان کے ہم خیال لوگوں نے مذکورہ بالا عقائد و خیالات کی روشنی میں بربادی خاندان رسالت کی ایسی سوز ہم کوشش میں انصرام کی حد تک پہونچایا ہوگا ملا علی قاری کا ارشاد عمر بن سعد کے متعلق پہلے نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے اس عقیدہ کا پرزور الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ یہ صحابی زادہ مجتہد تھا۔ اور قتل سبط رسول کی مہم میں قوت اجتہاد صرف کرنے کے بعد شریک ہوا ہوگا۔ اور بالآخر اس کا انجام

بخیر ہوگیا ہوگا۔

اب علامہ ذہبی کی مشہور و مستند کتاب میزان الاعتدال سے ایک ایسی روایت نقل کیجاتی ہے جس سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے بھی قتل فرزند رسولؐ جیسے جرم عظیم کا ارتکاب صحابۂ کرام اور اُن کے تابعین اہلسنت و جماعت کے اسی نظریہ و عقیدہ کے ماتحت کیا تھا کہ اولوالامر کے اوصاف و اعمال خواہ کیسے ہی ہوں جب اتفاق مسلمین سے بیعت کا انعقاد ہوگیا تو اُن کی اطاعت بہر صورت واجب اور مخالفت بہر نوع جرم و معصیت ہوگی۔ وہ روایت یہ ہے۔ دیکھو میزان جلد ۱ ص ۲۴۴۔

شمر راسخ العقیدہ سنّی تھا

روی ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق قال کان شمر یصلی معنا ثم یقول اللّٰھم انک تعلم انی شریف فاغفر لی قلت کیف یغفر لک وانت اعنت علی قتل ابن رسول اللّٰہ قال ویحک فکیف نصنع ان امرائنا ھولاء امروا بامر فلم نخالفھم ولو خالفنا کنا شرا من ھذہ الحمر السقاۃ قلت ان ھذا العذر قبیح فانما الطاعۃ فی المعروف۔

ابوبکر عیاش ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ شمر ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ خدایا میں شریف ہوں مجھے بخش دے۔ میں نے اوس سے کہا خدا تجھے کیونکر بخشے گا حالانکہ تو نے فرزند رسولؐ کے قتل پر اعانت کی۔ اوس نے کہا کہ ہم کیا کرتے ہمارے ان امیروں نے اس کا حکم دیا تھا اگر ہم اُن کی مخالفت کرتے تو ان گدھوں سے بدتر ہوتے میں نے کہا یہ عذر تو بہت برا ہے کیونکہ اطاعت اچھے کام میں ہوتی ہے (نہ کہ ایسے ظلم و معصیت میں)

Marfat.com

یہ روایت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں اسی طرح ایک دینی فریضہ اور اسلامی خدمت تصور کرتے ہوئے شرکت کی تھی جسطرح صحابہ کرام و تابعین عظام نے خانہ برانداز ی خلافت ثالثہ کی شرمناک و تباہ کن مہم کو جہاد فی سبیل اللہ اور وسیلۂ فلاح دنیا و دین سمجھکر انجام و انصرام کی حد تک پہونچایا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ صحابۂ کرام و تابعین عظام نے پہلے برضا و رغبت اطاعت خلافت ثالثہ کا طوق پہنا اور بعد میں دلی مرادوں کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں اُتار پھینکا۔ برخلاف اس کے شمر کے مقاصد اپنے امراء سے پورے ہوتے رہے اس لئے اُن کی اطاعت سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ صحابۂ کرام نے اطاعت حضرت عثمان جس دل سے اور جن اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھکر قبول کی تھی اور بعد میں مخالفانہ رویہ اختیار کرنے کے جو اسباب و دواعی پیدا ہوئے وہ خود جناب عثمان کے اس ارشاد سے معلوم ہو سکتے ہیں جو آپ کے ایک خط میں مندرج ہے۔ اس خط میں خطاب عامۂ مسلمین کیطرف تھا۔ اس کے چند جملے یہ ہیں :-

حضرت عثمان کا خطاب عام مسلمانوں کے نام۔ اہل مدینہ کی بیعت کا اصلی راز کیا تھا؟

واهل المدينة فيتمرأون من طاعتي	یعنی اہل مدینہ میری اطاعت سے بیزار ہو رہے
فلست عليهم بوكيل ولم اكن	ہیں۔ تو میں ان پر وکیل تو مقرر نہیں ہوا ہوں
استكرههم من قبل على السمع	اور نہ میں نے پہلے اون کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری
والطاعة ولكن اتوها طائعين	پر مجبور کیا تھا۔ وہ تو خود فرماں بردار بنکر آئے

Marfat.com

يبتغون مرضات الله عزوجل واصلاح ذات البين ومن يكن منكم انما يبتغي الدنيا فليس بنائل منها الا ما كتب الله عزوجل له ومن يكن انما يريد وجه الله والدار الآخرة وصلاح الامة وابتغاء مرضات الله عزوجل والسنة الحسنة التي استن بها رسول الله والخليفتان من بعده رضي الله عنهما فانما يجزي بذلكم الله وليس بيدي جزاؤكم ولو اعطيتكم الدنيا كلها لم يكن في ذلك ثمن لدينكم ولم يغن عنكم شيئا فاتقوا الله واحتسبوا ما عندكم ثمن يرض بالنكث منكم فاني لا ارضاه لنفسي ولا يرضى الله سبحانه ان تنكثوا عهدكم۔ (طبری جلد پنجم ص۱۴۲)

تھے تاکہ رضائے الٰہی حاصل کریں اور باہمی تعلقات کی اصلاح کریں۔ جو شخص تم لوگوں میں سے طالب دنیا ہے وہ اس دنیا میں سے اسی قدر پائے گا جتنا خدا نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔ اور جو شخص خدا کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی اور صلاح امت اور رضائے باری کا خواہاں ہے اور اسی سنت پر چلنا چاہتا ہے جسکو آنحضرتؐ نے اور آپ کے بعد دونوں جانشینوں نے جاری کیا تھا تو اسکی جزا تو ہے نہیں اور اگر میں تمہیں ساری دنیا عطا کر دوں تب بھی وہ تمہارے دین کی قیمت نہ قرار پا سکے گی، اور نہ تمہارے لئے کچھ نفع بخش ہو سکتی۔ لہذا خدا سے ڈرو اور جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو جو شخص تم لوگوں میں سے بیعت شکنی کرے گا تو میں اس فعل کو پسند نہ کروں گا۔ اور خدا بھی یہ پسند نہ فرمائیگا کہ تم اس کا عہد توڑ دو۔"

اس تحریر میں حضرت عثمان کا یہ ارشاد کہ "میں اگر تمہیں تمام دنیا عطا کر دوں تب بھی وہ دین کی قیمت نہ بن سکے گی"۔ لہذا جو کچھ خدا کے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو۔ صحابۂ کرام اور دیگر اہل مدینہ کی

خفیہ مرادوں کا پردہ فاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ لوگ اپنے دین کی بیش قرار قیمت متاع دنیا ہی کی صورت میں نقد وصول کر لینا چاہتے تھے۔ چونکہ حضرت عثمان کسی وجہ سے اُن کے منہ مانگے داموں کو نہ دے سکے۔ لہذا جہاد فی سبیل اللہ پر نہایت سرگرمی کیساتھ عمل شروع کر دیا گیا۔ اگرچہ حضرت عثمان نے نہایت مہذب عنوان کو پیش نظر رکھتے ہوئے بظاہر اس کا اقرار فرمایا ہے کہ ابتدا میں ان لوگوں کے ارادات خیر کی طرف مائل تھے مگر آخری فقرہ میں فی الجملہ صفائی سے کہہ گئے کہ ان کا مقصد دنیا طلبی اور نقد داموں پر دین فروشی تھا۔ جب اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو اس پر مہر و وفا بھی نہ رکھ سکے۔ چونکہ عہد معاویہ سے پوری پوری قیمت ملنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ لہذا خلافت کے جاں نثار و پشت پناہ بنے رہے۔ اور اطاعت امرا و خلفاء کو عین دین و ایمان تصور کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

صحابہ و تابعین نے حضرت عثمان کے خلاف جن اغراض سے شورش برپا کی تھی اور اون کے عمائد و اشراف جو خفیہ مقاصد دل کی گہرائیوں میں لئے ہوئے تھے۔ ان کا جائزہ لینے میں طول کلام کا خوف ہے۔ ناظرین اوراق تاریخ پر محققانہ نظر فرما کر خود معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے اس مقام پر علامہ ذہبی کی منقولہ بالا روایت کو پیش کرنے سے فقط اتنا ہی دکھانا مدنظر تھا کہ شمر بن ذی الجوشن تمام عقائد اور رفتار و کردار میں صحابۂ کرام کا سچا پیرو تھا۔ اور غیر معصوم و خطا کار امراء و خلفاء کی اطاعت و پیروی کے مسئلہ میں انھیں اصول و عقائد پر کاربند تھا۔ جن کی تبلیغ صحابۂ کرام نے اپنے اقوال و اعمال سے عامہ مسلمین میں فرمائی تھی۔ اور جو آجتک اہلسنت

Marfat.com

کی عمارت دین و مذہب کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا اس کے سنّی مذہب ہونے میں کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو تو بے عقلی کا نتیجہ ہوگا۔ الحمدللہ کہ پہلے ملّا علی قاری کے ارشاد سے سردار فوج کوفہ عمر بن سعد کا مجتہد مذہب اہلسنّت ہونا ثابت ہوا تھا۔ اب قاتل امام شمر بن ذی الجوشن کا سنّی مذہب ہونا بھی اسی طرح ثابت ہوگیا کہ دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی۔

پیروان اجماع و شوریٰ کے مزید اسلام نواز کارنامے
شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام عائد کرنے والے اس مرقع کی بھی سیر کریں

پیروان اجماع و شوریٰ کے اسلامی خدمات کا سلسلہ مذکورہ بالا واقعات پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اون کی کڑیوں کے شمار کرنے کے لئے ایک دفتر عظیم کی ضرورت ہوگی۔ اور ناظرین کا وقت عزیز بہت کچھ ضایع ہوگا۔ لہذا سب سے قطع نظر کرکے دو ایسے ایمانی کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جو واقعات کربلا کے بعد انجام دئے گئے۔ تاکہ ناظرین کو مزید اندازہ ہو سکے کہ خالص تسنّن کے رجحان طبع کا اصلی رنگ و رخ کیا جا رہا ہے۔ اور زمانہ حاضرہ میں اس ملّت کے ارباب علم شیعہ امامیہ پر قتل امام کی تہمت لگانے میں کس غیر معمولی خود فراموشی اور حیاداری سے کام لے رہے ہیں۔

واقعہ حرّہ کی ابتدا کیوں کر ہوئی؟

واقعات ۶۳ھ کے ذیل میں مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

فلما كانت هذه السنة اخرج
اهل المدينة عثمان بن محمد بن ابي
سفيان عامل يزيد وحصروا
بني امية بعد بيعتهم عبد الله
بن حنظلة فاجتمع بنو امية و
مواليهم ومن يري رايهم في
الف رجل حتى نزلوا دار مروان
بن الحكم فكتبوا الى يزيد يستغيثون
به فقدم الرسول اليه ونفوس جالس
على كرسي وقد وضع قدميه في
طشت فيه ماء لنقرس كان بها
فلما قرأ الكتاب تمثل سه

لقد بدلوا الحكم الذي ترجيتي
فبدلت قومي غلظة بليان

ثم قال اما يكون بنو امية الف
رجل فقال الرسول بلى والله اكثر
قال فما استطاعوا ان يقاتلوا ساعة
من النهار فبعث الى عمرو بن سعيد
فاقرأه الكتاب وامره ان يسير اليهم

یعنی ۶۳ھ میں اہل مدینہ نے عامل یزید عثمان
بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکالدیا اور
عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد
بنی امیہ کا محاصرہ کرلیا۔ پس بنی امیہ اور ان کے ہمخیال
لوگوں نے جنکی تعداد ایک ہزار تھی مروان کے گھر میں پناہ
لی اور یزید کو ایک خط امداد کیلئے لکھ بھیجا جب ان
قاصد یزید کے پاس پہونچا تو وہ ایک کرسی پر بیٹھا
تھا اور عارضہ نقرس کی وجہ سے دونوں پاؤں
پانی سے بھرے ہوئے طشت میں رکھے ہوئے
تھا۔ جب اُس نے خط دیکھا تو یہ شعر پڑھنے
لگا..... پھر قاصد سے پوچھا کیا بنی امیہ
کی تعداد ایک ہزار نہ ہوگی۔ قاصد نے جواب
دیا کیوں نہیں بلکہ زیادہ ہوگی۔ یزید بولا پھر
کیا ایک ساعت بھی نہ لڑ سکے۔ یہ کہکر عمرو
بن سعید کو بلا بھیجا۔ اور خط پڑھکر سنایا اور
حکم دیا کہ فوج لیکر اہل مدینہ کی سرکوبی کیلئے
روانہ ہوجائے۔ مگر عمرو بن سعید نے انکار کیا
اور کہا کہ میں نے تیری خاطر سے امور سلطنت
اور بلاد و امصار کی مہمات کا انصرام بہت کیا مگر

Marfat.com

فی الناس فقال قد کنت ضبطت
لک الامور والبلاد فاما الآن اذا
صارت دماء قریش تهرق
بالصعید فلا احب ان اتولی
ذالک وبعث الی عبید الله ابن
زیاد ویامر بالمسیر الی المدینة
ومحاصرة ابن الزبیر بمکة فقال
والله لا جمعتها للفاسق قتل ابن
رسول الله وغزو الکعبة ثم ارسل
الیه یعتذر فبعث الی مسلم ابن عقبه
المری وهو الذی سمی مسرفا وهو
شیخ کبیر مریض فاخبره الخبر فقال
اما یکون بنو امیة الف رجل فقال
الرسول بلی قال فما استطاعوا ان
یقاتلوا ساعة من النهار لیس هولاء
باهل ان ینصروا ..... قال
رحمک الله لا خیر فی العیش بعدهم
فاخرج بالناس .....
(کامل جلد ۳ ص ۴۵)

اب جبکہ قریش کا خون پانی کیطرح زمین پر بہنے
جانے لگا تو میں اس کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لے
سکتا۔ جب یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس
مدینہ کیطرف کوچ کرنے اور مکہ میں ابن زبیر کا محاصرہ
کر لینے کا حکم بھیجا مگر اس نے کہا کہ میں اس فاسق کے
لئے قتل فرزند رسولؐ اور جنگ کعبہ دونوں بلاؤں کو
جمع نہیں کروں گا۔ القصہ اس نے بھی معذرت
ظاہر کی تب یزید نے مسلم بن عقبہ المری کے پاس
پیام بھیجا اس نے قاصد سے پوچھا کہ کیا بنی امیہ
ایک ہزار کی تعداد میں نہ ہوں گے۔ اس نے کہا کہ
یہ تعداد کیوں نہ ہوگی۔ مسلم نے کہا کہ پھر وہ ایک
گھنٹہ بھی نہ لڑ سکے۔ ایسے ذلیل لوگ امداد کے
قابل نہیں ہیں ..... یزید بولا حیف
ہے تجھ پر ان بنی امیہ کے بعد زندگی میں کوئی
خوبی باقی نہ رہ جائے گی۔ لہذا فوج لیکر
فوراً روانہ ہو جا ....
....
....
....

Marfat.com

حرم رسولؐ یعنی مدینہ طیبہ کا احترام مسلمانوں کی جانب سے۔ عام قتل و غارتگری اور فسق و فجور کی گرم بازاری۔ صحابہ اور تابعین کی خونریزی اور عزت و ناموس کی بربادی مباح کر دی گئی۔ سقیفہ میں جو بیج بویا تھا آج اسی کے پھل کھا رہے ہیں۔

---

(۱) اباح مسلم مدینة النبی ثلاثة ایام یقتلون فیھا الناس ویاخذون مابھا من الاموال ویفسقون بالنساء وعن الزھری ان قتلی الحرة کانوا سبعمائة من وجوہ الناس من قریش والمھاجرین والانصار وعشرة آلاف من وجوہ الموالی وممن لا یعرف..... ثم ان مسلما بایع من بقی من الناس علی انھم خول وعبید لیزید بن معاویة۔

(تاریخ ابو الفدا جلد اول ص۱۹۲)

(۱) مسلم نے تین دن تک مدینۃ النبیؐ کو مباح رکھا شامی مسلمانوں نے اہل مدینہ کا قتل عام کر دیا مال و متاع بیدریغ لوٹنے اور عورتوں کی عصمت و عفت برباد کرتے رہے۔ زہری کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کے مقتولین قریش کے ذی وجاہت اشخاص اور مہاجرین و انصار میں سے سات سو تھے اور سرآوردہ موالی اور غیر معروف اشخاص جو مقتول ہوئے ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ پھر جو لوگ باقی رہے اور مل سکے ان سے مسلم نے اس قول و قرار پر بیعت لی کہ وہ لوگ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں۔"

شامی مسلمانوں کی اسلامی حمیت کا ہولناک منظر

---

(۲) قال فبلغ عدة قتلی الحرة یومئذ من قریش والانصار وجوہ الناس

(۲) محصل عبارت یہ ہے کہ قریش و انصار اور دیگر باوجاہت لوگ حرہ کے ہولناک قتل عام میں ایک ہزار

الف وسبعمائة وسائرهم من الناس
عشرة آلاف سوى النساء والصبيان
قال ابو معشر دخل رجل من اهل
الشام على امرأة لنساء من نساء الانصار
ومعها صبي لها فقال هل من مال
قال لا والله ما تركوا لي شيئا فقال
والله لتخرجن لي شيئا او لاقتلنك
وصبيك هذا فقالت ويحك انه ولد
ابن ابي كبشة الانصاري صاحب
رسول الله .....
..... ثم قالت لابنها يا بني
والله لو كان عندي شيء لافتديتك
قال فاخذ برجل الصبي والثدي في
فمه فجذبه من حجرها فضرب
به الحائط فانتثر دماغه في الارض

سات سو کی تعداد میں مقتول ہوئے اور علم لوگوں
میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار
مارے گئے۔ ابو معشر کا بیان ہے کہ ایک مرد شامی
ایک ایسی عورت کے پاس پہونچا جو چکی کی حالت میں
اپنے نوزائیدہ بچے کو لئے ہوئے تھی۔ اس شامی
نے عورت سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے؟
عورت نے جواب دیا بخدا کچھ بھی نہیں۔ لوٹنے
والوں نے میرے پاس کچھ بھی چھوڑا نہیں ہے۔
مرد شامی بولا کہ تجھے کچھ مال حاضر کرنا پڑے گا۔
ورنہ میں تجھے اس بچے سمیت قتل کر دوں گا۔
عورت نے کہا حیف ہے تجھ پر یہ صحابی رسولؐ
ابن ابی کبشہ انصاری کا بچہ ہے (مگر اس بدبخت
شامی نے اس عورت کی ان باتوں کا کچھ بھی لحاظ
نہ کیا) تب وہ بچہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی بیٹا!
خدا شاہد ہے کہ اگر کچھ مال و متاع میرے پاس
ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتی (ابھی وہ یہ کہہ رہی تھی کہ)
بدبخت شامی نے بچہ کا پاؤں پکڑا۔ درانحالیکہ وہ ماں کی
چھاتی منہ میں لئے ہوئے دودھ پی رہا تھا۔ اور ماں کی گود
سے کھینچ کر دیوار پر اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ زمین پر بکھر گیا۔"

Marfat.com

مسلم بن عقبہ کی رپورٹ یا سفاکیوں کی مفصل داستان

مسلم بن عقبہ نے واقعات حرہ کی جو رپورٹ دربار یزید میں بھیجی اوس کے بعض حصے اون واقعات کی نوعیت اور حقیقی اسباب و علل پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں :-

فادخلنا الخیل علیهم حین ارتفع النهار من ناحیة عبد الاشهل بطریق فمحه لنا رجل منهم لما دعاه الیه مروان بن الحکم الی ضیع امیر المومنین وقد تضمن له عنه من قرب المکان وجزیل العطاء وایجاب الحق وقضاء الذمام وقد بعث به الی امیر المومنین وارجو من الله عز وجل ان یلهم خلیفته وعبده رشده فان ما اولی من الصنع واسدی من الفضل وکان اکرم الله امیر المومنین من محمود مقام مروان بن الحکم وجمیل مشاهده وشدید باسه وعظیم نکایته لعدو امیر المومنین ما لا اخال ذالک

"جب دن چڑھا تو ہم نے قبیلہ عبد الاشہل کی آبادی کی سمت سے اہل مدینہ پر اس راستہ سے دھاوا بولدیا جو اسی قبیلہ کے ایک شخص نے ہمارے لئے اس سبب سے کھولدیا تھا کہ مروان نے امیر المومنین کے دربار سے بہت زیادہ انعام واکرام عطا ہونیکی ضمانت کرلی تھی۔ میں اس شخص کو بھی امیر المومنین کے پاس بھیج رہا ہوں اور خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے خلیفہ اور بندے کے دل میں اس شخص کے سلوک اور فضل وکرم کا حق پہچاننے کی توفیق ڈالدیگا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ مروان نے خدمات جنگ میں جو خدمات جمیلہ کی ہیں، اور امیر المومنین کے دشمنوں کی سرکوبی میں جسقدر شدید قوت وشجاعت ظاہر کی ہے وہ امام مسلمین اور خلیفہ رب العالمین کو پہلے سے

ضالغا عند امام المسلمين وخليفة رب العالمين ان شاء الله وسلم الله رجال امير المومنين فلم يصب احد منهم بمكروه ولم يقم عدوهم ساعة من ساعات نهارهم فما صليت الظهر الا في مسجدهم بعد القتل الذريع والانتهاب العظيم واوقعنا بهم السيوف وقتلنا من اشرف لنا منهم واتبعنا مدبرهم واجهزنا على جريحهم وانهبناها ثلاثا كما قال امير المومنين اعز الله نصره وجعلت دور بني الشهيد المظلوم عثمان بن عفان في حرز وامان فالحمد لله الذي شفى صدري من قتل اهل الخلاف القديم والنفاق العظيم فطالما عتوا وقديما طغوا۔

مقبد صحابی رسول کی ذہنیت دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔ مترجم) کے نزدیک رائیگاں نہ جائیگی انشاء اللہ۔ خدا نے امیر المومنین کے سپاہیوں کو بالکل صحیح وسالم رکھا کسی ایک کو بھی کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آیا۔ اور ان کے دشمن (اہل مدینہ) ایک گھڑی بھی ان کے مقابلہ میں تھم نہ سکے ہم نے قتل عام اور بڑی لوٹ مار کے بعد نماز ظہر ان کی مسجدوں میں ادا کی۔ ہم نے تلواریں اہل مدینہ پر ڈالدیں۔ اور جس نے بھی سر اٹھایا اسے تہ تیغ کر دیا۔ ہم نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور زخمیوں کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور حکم امیر المومنین کے مطابق ہم نے تین دن تک اہل مدینہ کو خوب لوٹا اور شہید مظلوم عثمان بن عفان کے بیٹوں کے گھروں کو اپنے حفظ وامان میں رکھا۔ پس خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے سینے کو شفا بخشی۔ ان لوگوں کے قتل سے جو پرانے مخالف اور بڑے منافق تھے انھوں نے اکثر سر اٹھایا اور ہمیشہ شورش برپا کی۔

یہ تھے ان شامی سامانوں کے اسلامی و دینی کارنامے جو تمام تر مذہب تشیع کے سچے پیرو تھے۔ اور جنکو سب سے پہلے اہل سنت والجماعت کا ممتاز لقب حاصل ہوا تھا۔

Marfat.com

اگر شیعوں پر مظالم کربلا کی تہمت لگانے والے اب بھی نہ شرمائیں تو یقین کر لینا چاہیئے کہ ان سے بڑھکر بیحیا دنیا میں کوئی نہیں۔ اپنے اعمالنامہ کی اتنی سیاہیوں کے بعد بھی شیعوں پہ الزام لگانے کی ہوس۔ حیف ہزار حیف۔

حرم نبوی کے بعد حرم خدا کی باری، رجز خوانی کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خانہ خدا میں آگ بھی لگا دی گئی

مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے قتل و غارت سے فارغ ہو کر ابن زبیر سے لڑنے کیلئے مکہ کا رخ کیا۔ اور وہاں پہونچکر شام کے سنی مسلمانوں نے خانہ خدا کی تعظیم و احترام کا جو حق واجب ادا کیا اس کے متعلق مورخین کا بیان یہ ہے :-

(۱) وقعت النار علی الکعبۃ فاحترقت الخشب وتصدع الرکن واحترقت الاستار وتساقطت الی الارض۔

(یعنی اہل شام کی آتش باری سے) خانہ کعبہ پر آگ گری جس سے لکڑیاں جل گئیں۔ رکن پھٹ گیا۔ پردے جلکر زمین پر گر پڑے۔ (امامت و سیاست جلد ۲)

(۲) رموا البیت بالمجانیق وحرقوہ بالنار واخذوا یرتجزون ویقولون خطارۃ مثل الفنیق المزبد ترمی بھا اعواد ھذا المسجد (شعر)

(یعنی شامیوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس کو آگ سے پھونک دیا اور اشرار نے کے موقع اس فعل پر) رجز خوانی کرنے لگے۔ رجز کا شعر یہ تھا.....

سبحان اللہ! کس قدر حیرت انگیز اسلامی حمیت و ایمانی حیا و غیرت کا جوش سینوں میں لئے ہوئے رجز پڑھ پڑھکر بربادی خانہ خدا کی مہم سر کی جا رہی ہے۔ مولوی عبدالشکور اور مفتی محمد خلیل صاحبان دین و ایمان کی قسم کھا کر ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ بہادران شام

Marfat.com

خالص سنی مسلمان نہ تھے اور کیا اسی فرقہ کے غیرت مند و باایمان سورماؤں نے خدا و رسولؐ کے حرم کی انتہائی بحرمتی و توہین کا سہرا اپنے سروں پر نہیں باندھا تھا۔ اور کیا اس اعلان کو دیکھ کر یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ جس فرقہ کے بہادروں نے خانۂ خدا میں آگ لگا دی اسی کے باحمیت افراد نے سرزمین کربلا پر خانۂ رسالت میں بھی آگ لگائی ہوگی اور جن مسلمانوں نے صحابیت کی پرستش کے باوجود خاص مدینہ طیبہ کی سرزمین پر اصحاب رسولؐ اور ان کے شیرخوار بچوں کا خون ناحق پانی کی طرح بہایا انھیں کے ہمشرب و ہم خیال اشقیاء نے کربلا کی سرزمین پر اہلبیتؑ رسولؐ کا خون بھی بہایا ہوگا۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ ان تباہ کن واقعات میں بھی معتقدان اہلسنت و جماعت صحابۂ کرام کی رہنمائی و قیادت کام کر رہی تھی۔ چنانچہ فوج شام کا امیر الامراء و قائد اعظم مسلم بن عقبہ صحابی تھا۔ آنحضرتؐ سے روایت کرتا تھا۔ اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس کے مرویات کو بے عذر وارد کیا ہے۔ (دیکھو اصابہ جلد ۶) علاوہ اس کے دیگر امراء فوج بھی صحابیت کے نمایاں اور شاندار طرۂ امتیاز سے آراستہ ہو کر ان اسلامی خدمات کو انجام دے رہے تھے۔ منجملہ ان کے صحابۂ عدول کے اسماء اور مختصر اوصاف یہ ہیں۔

تاریخ خمیس میں ہے۔ ص ۳۳۷

فلما بلغ ذالک یزید ندب له الحصین بن نمیر السکونی و روح بن زنباع الجذامی و ضم الی کل واحد جیشا واستعمل علی الجمیع مسلم بن عقبة المری وجعله امیر الامراء	"جب یزید کو اہل مدینہ کی بغاوت کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے حصین بن نمیر سکونی اور روح بن زنباع جذامی کو طلب کیا اور ایک ایک لشکر کا افسر بنا دیا اور مسلم بن عقبہ کو سب کا امیر الامراء مقرر کیا۔"

Marfat.com

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حصین بن نمیر السکونی اور روح بن زنباع الجذامی کو یزید نے ایک ایک فوج کا افسر مقرر کر کے اہل مدینہ اور ابن الزبیر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ یہ دونوں بدنصیب صحابی تھے۔ ہر ایک کے مختصر حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

روح بن زنباع الجذامی قال احمد بن زهير وممن روى عن النبيؐ من جذام روح بن زنباع ..... وذكره مسلم بن الحجاج فى كتاب الاسماء والكنى فقال ابو زرعة روح بن زنباع الجذامى له صحبة ..... وذكره ابو جعفر العقيلى ايضا فى الصحابة ..... كان عبد الملك بن مروان يقول جمع ابو زرعة روح بن زنباع طاعة اهل الشام ودهاء اهل العراق ونفقة اهل الحجاز (استیعاب جلد ۱ ص ۲۸۸)

"احمد بن زہیر نے کہا کہ قبیلۂ جذام میں سے جنلوگوں نے حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے ان میں روح بن زنباع بھی تھے..... امام مسلم بن حجاج نے کتاب الاسماء والکنی میں انکا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحابی تھے..... ابو جعفر عقیلی نے بھی صحابہ کے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے..... عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ روح بن زنباع کی ذات میں اہل شام کی طاعت اور اہل عراق کی چالاکی وعیاری اور اہل حجاز کا نفقہ جمع ہے (ایسی مجمع کمالات ذات نے حرم رسولؐ میں سفاکی وغارت گری کے جوہر دکھائے۔ مترجم)

ان بزرگوار نے اپنے قبیلہ کے متعلق اس حدیث رسولؐ کی روایت فرمائی ہے "بارك الله فى جذام" اور امام شافعی راوی ہیں کہ روح بن زنباع کہا کرتے تھے کہ "لم اطلب بابا من الخير الا تيسر لى" میں نے خیر کے دروازے کو جب چاہا کھل گیا۔

Marfat.com

ولا طلبت بابا من الشر الا لم ینیتسد ۔ اور جب شر کا دروازہ مطلوب ہوا تو وہ
لی ۔ نہیں کھل سکا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایک خاص منظور نظر قدرت صحابی تھے ۔ عنایت ربانی آپ کی اصلاح اور تائید کے لئے ہمیشہ حاضر رہتی تھی ۔ جب چاہا کہ کوئی باب خیر آپ کیلئے کھل جائے تو کھل گیا ۔ اور جب شر کے دروازہ میں داخلہ مطلوب ہوا تو عنایت ربانی نے میسر نہ ہونے دیا ۔ اور مبتلائے شر ہونے سے بچا لیا ۔ کیوں نہ ہو آپ اس درجہ کار خیر کے عاشق بھی تو تھے کہ جب حمام سے باہر نکلتے تو ایک غلام آزاد کر دیتے تھے ۔

(دیکھو اصابہ جلد اول صفحہ ۵۲۴)

اس ارشاد سے غالباً یہ دکھانا مقصود رہا ہوگا کہ مدینہ میں صحابہ اور تابعین، عورتوں، بچوں کا جو قتل عام کیا گیا اور جو بے پناہ زناکاری اور عزت و ناموس ۔ ال متاع کی بیدریغ غارت گری کی گئی اس میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ یہ اعمال قدرت کی نظر میں بھی خیر عمل تھے ۔ لہٰذا آپ کے لئے اس نے اس خیر کے دروازے کو مفتوح کر دیا ۔ بہرحال آپکی جلالت مراتب بارگاہ الٰہی میں جتنی بھی ہو دنیا میں تو آپ کی زندگی نہایت شاندار مناصب پر فائز رہتے ہوئے گذری ۔ کبھی فلسطین کے گورنر رہے ۔ کبھی شام کے سفاک مسلمانوں کی کمان آپ کے ہاتھ میں رہی ۔ اور جب مسلم بن عقبہ مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر ابن زبیر کے محاصرہ کے لئے مکہ کی جانب کوچ کرنے لگا تو حسن خدمات کے صلے میں مدینہ کا حاکم اعلیٰ بنا کر چھوڑ گیا ۔ (کامل جلد ۴ صفحہ ۴۹)

حصین بن نمیر السکونی

علامہ ابن حجر عسقلانی کتاب اصابہ میں حصین بن نمیر انصاری کا مختصر حال لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

Marfat.com

حصين بن نمير آخر ما ادري هو
الذي قبله او غيره ذكره ابن عساكر
في تاريخه فقال كان عامل عمر على
الاردن وقدمنا انهم ما كانوا
يؤمرون على الفتوح الا الصحابة
وروى البخاري في تاريخه من طريق
يزيد بن حصين عن ابيه .....
وخلط هذا بترجمة حصين بن نمير
السكوني الذي كان امير يزيد بن معاوية
على قتال اهل مكة والذي يظهر
انه غيره والله اعلم وذكر ابو علي
بن مسكويه في كتابه تجارب الامم
الحصين بن نمير في جملة من كان
يكتب النبي كذا ذكره العباس بن محمد
الاندلسي في التاريخ الذي جمعه
للمعتصم بن صمادح فقال وكان
المغيرة بن شعبة والحصين يكتبان
في حوائجه وكذا ذكره جماعة من
المتاخرين منهم القرطبي المفسر

ایک اور حصین بن نمیر۔ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی
حصین بن نمیر ہے جسکا تذکرہ پہلے کیا گیا یا کوئی دوسرا
شخص ہے۔ اس کا تذکرہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے
اور کہا ہے کہ وہ علاقہ اردن میں عمر کا عامل تھا۔
اور ہم پہلے یہ کہہ آئے ہیں کہ یہ لوگ ممالک مفتوحہ
پر صحابہ کے سوا کسی دوسرے کو حاکم نہیں بناتے
تھے۔ بخاری نے حصین بن نمیر سے اس کے بیٹے یزید
بن حصین کے طریق سے روایت کی ہے .....
..... اس (حصین بن نمیر سابق) کے تذکرہ کو اس
حصین بن نمیر السکونی کے تذکرے سے مخلوط کر دیا ہے
جو اہل مکہ کی لڑائی میں یزید بن معاویہ کیجانب سے
افواج شام کا امیر تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سابق
الذکر حصین بن نمیر دوسرا شخص ہے۔ واللہ اعلم۔ ابو علی
بن مسکویہ نے کتاب تجارب الامم میں حصین بن نمیر
کا تذکرہ ان لوگوں کے ذیل میں کیا ہے جو
آنحضرت کے کاتب تھے۔ عباس بن محمد اندلسی
نے بھی اس تاریخ میں جو معتصم بن صمادح کیلئے
لکھی تھی یہی لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مغیرہ
بن شعبہ اور حصین یہ دونوں حضرتؐ کے

Marfat.com

فی المولد النبوی والقطب الحلبی فی
شرح السیرۃ واشار الی ان اصل
ذالک ما اخذ من کتاب القضاعی
الذی صنفہ فی کتاب النبیؐ وفیہ
انہما کان یکتبان المداینات
والمعاملات فلا ادری اراد ھذا
او اراد الذی قبلہ وکانہ اراد
الذی قبلہ والذی کان امیرا لیزید
نسبہ ابن الکلبی فقال حصین بن
نمیر بن فاتک بن لبید بن جعفر
بن الحارث بن سکانہ وقال
انہ کان شریفا بحمص وکذا ولدہ
یزید وحفیدہ معاویۃ بن یزید
ولیا امرۃ حمص۔

(اصابہ جلد اول ص ۳۳۹)

حوائج وضروریات کی کتابت کتابت کیا کرتے
ایسا ہی ایک جماعت متاخرین نے بھی ذکر کیا ہے
قرطبی مفسر نے کتاب مولد نبوی میں اور قطب حلبی
شرح السیرۃ میں بھی لکھا ہے۔ اور اس بات کی
اشارہ کیا ہے کہ یہ قول (مغیرہ اور حصین کاتب
ہونا) دراصل قضاعی کی اس کتاب سے لیا گیا
جو اس نے آنحضرت کے کاتبوں کے متعلق تصنیف کی ہے۔ اس
میں مذکور ہے کہ یہ دونوں (مغیرہ اور حصین) آنحضرت کے
معاملات کو قلمبند کیا کرتے تھے۔ (حافظ ابن حجر) نہیں جانتا
کہ مراد قضاعی کون ہے۔ یہی حصین بن نمیر السکونی
وہ حصین بن نمیر جس کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ غالباً
یہی شخص ہے (نہ کہ حصین بن نمیر السکونی) وہ حصین
بن نمیر یزید کیطرف سے سپہ سالار تھا۔ اس کا
سلسلۂ نسب ابن کلبی نے یوں بیان کیا ہے۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ حصین بن نمیر
السکونی حمص کا حاکم تھا۔ اور اس کا بیٹا یزید اور پوتا معاویہ بن یزید
یہ دونوں بھی حمص کے والی اور امیر رہے"

حافظ ابن حجر کا یہ دعوی کہ "حصین بن نمیر نامی دو شخص تھے"، قابل تسلیم نہیں ہو سکتا
کیونکہ اس دعوے پر کوئی شہادت پیش نہیں کر سکے ہیں۔ کسی شہادت کے دستیاب نہ ہونے

Marfat.com

وجہ سے آپ نے حصین بن نمیر کا تذکرہ شروع کرتے ہی یہ اقرار کر لیا کہ۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وہی سابق الذکر شخص ہے یا کوئی دوسرا شخص" جبکہ آپ کو اس کا علم ہی نہیں ہے کہ اس نام کے دو شخص ہیں یا ایک ہی شخص کا تذکرہ بار بار کیا جاتا ہے۔ تو چند سطروں کے بعد کیونکر یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ ایک ہی شخص کا نام نہیں ہے بلکہ اسی نام کے دو شخص ہیں۔ علی ہذا القیاس مورخین کے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہ حصین بن نمیر آنحضرتؐ کا کاتب تھا اور معاملات تحریر اس سے متعلق رہا کرتی تھی۔ یہ ارشاد کرنا کہ یہ عہدۂ جلیلہ غالباً مقدم الذکر سے متعلق تھا بالکل بے دلیل ہے۔ کیونکہ جن مورخین کے اقوال نقل کئے ہیں ان کے کسی قول میں اس کا اشارہ نہیں پایا جاتا کہ یہ نام دو شخصوں کا تھا۔ اور عہدۂ کتابت مقدم الذکر حصین بن منذر انصاری سے متعلق تھا نہ کہ اس حصین بن نمیر سکونی سے جو مکہ کی مہم میں یزید بن معاویہ کی طرف سے سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ علامہ ابن حجر کے ارشاد سے حصین بن منذر کے متعلق صرف اتنا احتمال ہو سکتا ہے کہ حصین انصاری کا ہمنام دوسرا شخص تھا اور یہ بارگاہ رسالتؐ میں عہدۂ کتابت اس شخص سے متعلق نہیں تھا مگر اس کے صحابی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور بالفرض یہ شخص اگر صحابی بھی نہ مانا جائے تو کم سے کم اس کا تابعی ہونا تو یقینی ہے۔ اور اس کے افتخار کیلئے یہی عزت شرف کیا کم ہے کہ امام بخاری کا اعتماد و اعتبار اس کو حاصل ہے وہ اس کی روایت کو بے عذر قبول کر لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اگرچہ باعث حیرت نہیں مگر عبرت حاصل کرنے کے قابل ضرور ہے کہ امام بخاری جیسے فضلا شخص کو جس نے آئمہ اہلبیتؑ کی روایات کو بھی لائق اعتبار نہ سمجھا ہو۔ ایک ایسے دشمن خدا و رسولؐ کی روایت قبول کر لینے میں مطلق تردد نہ ہوا جس نے حرم نبویؐ کی بے حرمتی اور اصحاب رسولؐ کی بیدریغ قتل ریزی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ خانہ خدا کی حرمت برباد کر دی۔ فرزند رسولؐ کے

Marfat.com

خلاف کوفہ اور کربلا میں ایک سپہ سالار کی حیثیت سے خونخواری و سفاکی کا مظا
کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جس شخص کا اعمالنامہ اس قدر سیاہ ہو
بخاری کے نزدیک معتبر و مستند ٹھہرے۔ اس سے زیادہ اندھیر اور کیا ہوگا؟ فاعتبر
یا اولی الابصار۔ مکہ اور مدینہ کی تباہ کن مہم میں ان دو صحابیوں کے علاوہ۔ جو
اصحاب نبیؐ نے خدمات لائقہ انجام دیں۔ اُن میں یہ دو شخص نمایاں شخصیت رکھتے تھے
عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش:۔ مسلم بن عقبہ اپنی اس رپورٹ میں
کچھ حصہ اور نقل کیا گیا۔ لکھتا ہے۔ (اماست وسیاست ص ۱۷۹)

وجہت عبد اللہ بن مسعدۃ	میں نے عبداللہ بن مسعدہ کو روانہ کیا کہ بقیع
الی ناحیۃ بقیع الغرقد۔	کی سمت سے حملہ آور ہو۔

نیز اصابہ ابن حجر میں منقول ہے۔ جلد ۲ ص ۳۶۸۔

وحکی الواقدی عن عباد بن عبد اللہ	یعنی واقدی راوی ہے کہ عبداللہ بن الزبیر
بن الزبیر ..... قال فخرجت لنا	بیٹے عباد کہتے تھے کہ ایک فوج ہم پر حملہ آور
کتیبۃ فیہا عبد اللہ بن مسعدۃ	جس میں عبداللہ بن مسعدہ موجود تھا۔

(وہ فوج کا افسر رہا ہوگا)

اس شخص کے صحابی ہونے پر علماء اسلام کی مندرجہ ذیل تحریرات شاہد ہیں:

یقال کان ابن مسعدۃ صاحب	یعنی عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش
الجیوش قیل لہ ذالک لانہ کان	لقب سے مشہور تھا۔ اور یہ شہرت اس لئے
امیرا علی الجیوش فی غزو الروم	کہ وہ عہد معاویہ میں جنگ روم کے موقع
ایام معاویۃ وھو من صغار الصحابۃ	امیر افواج تھا۔ اس کا شمار چھوٹے (اور کم حیثیت

ذکرہ البغوی وغیرہ فی الصحابۃ واخرجوا من طریق ابن جریج عن عثمان بن ابی سلیمان عن ابن سعدہ صاحب الجیوش قال سمعت رسول اللہ ص یقول لا تسبقونی بالرکوع والسجود۔

(اصابہ جلد ۲ ص ۳۶۷)

صحابہ میں ہے۔ بغوی وغیرہ نے اس کو زمرہ صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ اور محدثین نے بطریق ابن جریج روایت کی ہے۔ اس نے عثمان بن ابی سلیمان اور اس نے ابن سعدہ صاحب الجیوش سے نقل کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت رسول خدا صلعم کو لوگوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ رکوع و سجود میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو۔

اس صحابی کی شرافت نفس پر مزید اطلاع حاصل کرنے کیلئے ابن حجر کا یہ کلام ملاحظہ ہو:-

کان عبد اللہ فی سبی بنی فزارۃ فوھبہ النبی ص لابنتہ فاطمۃ ص فاعتقتہ وکان صغیرا۔ فیربی عندھا ثم کان عند علی ع ثم کان بعد ذالک عند معاویۃ وصار اشد الناس علی علی ع۔

(اصابہ جلد ۲ ص ۳۶۷)

عبداللہ بنی فزارہ کے اسیروں میں سے تھا آنحضرت نے اسکو اپنی صاحبزادی فاطمہ ع کی غلامی میں دے دیا۔ ان معظمہ نے اسکو آزاد کر دیا۔ اس وقت کم سن تھا لہذا آپ ہی کے پاس پرورش پائی پھر حضرت علی بن طالب کے پاس رہا۔ اس کے بعد معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور حضرت علی ع کا سخت مخالف ہو گیا

(عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود)

مروان بن الحکم :-

مسلم بن عقبہ کی مندرجہ بالا رپورٹ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ جنگ حرہ میں اہل شام کی کامیابی تمام تر انہیں حضرت کی رہین منت تھی۔ آپکی مساعی جمیلہ اور خدمات لائقہ کا تذکرہ جس قدر پر زور الفاظ میں مسلم بن عقبہ نے کیا ہے۔ ان سے اس صحابی کے حسن اخلاق اور اعمال پر کافی روشنی پڑتی ہے

Marfat.com

واقعات حرّہ اور صحابی مرحوم معاویہ بن ابی سفیان کی اپنے خلف الصدق سے آخری وصیت۔ تمام خونریزی اور غارت گری اسی وصیت کا نتیجہ تھی

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین پر جفا کی اور غارت گری کا جو عدیم النظیر مظاہرہ کیا گیا اس کی تمام تر ذمہ داری امام اہلسنت و صحابی رسولؐ معاویہ ابن ابی سفیان پر عائد ہوتی ہے۔ جو کچھ بھی کیا گیا وہ آپکی وصیت اور آخری ہدایت کے مطابق کیا گیا۔ لہٰذا اس مقام پر آپ کا ذکر خیر نہ کرنا ظلم صریح ہوگا نورالدین سمہودی کتاب وفاء الوفاء میں لکھتے ہیں:۔

اخرج بن ابی خثیمہ بسند صحیح الی جویریۃ ابن اسماء سمعت اشیاخ المدینۃ یتحدثون ان معاویۃ لما احتضر دعی یزید فقال ان لک من اھل المدینۃ یوماً فان فعلوا فارمھم بمسلم بن عقبۃ فانی عرفت نصیحتہ۔

(الفصل الخامس عشر من الباب الثانی)

ابن ابی خثیمہ نے بسند صحیح جویرہ بن اسماء سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے مدینہ کے بزرگوں کو یہ تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ پر حالت احتضار طاری ہوئی تو یزید کو بلا کر کہا کہ تجھے اہل مدینہ سے ایک بُرا دن دیکھنا یقینی ہے۔ جب وہ سر اٹھائیں تو مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں سے ان کی سرکوبی کر دینا میں اس شخص کے جذبہ اخلاص کی آزمائش کر چکا ہوں۔"

علاوہ اس وصیت کے یزید کے زمانہ میں جو فوج کشی کی گئی وہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے امیر معاویہ کے حکم سے بسر بن ارطاۃ صحابی نے مدینۃ الرسولؐ

Marfat.com

کو تاخیت و تاراج کرنے کی مثال قائم کر دی تھی۔ اس وقت کی روداد کا تذکرہ اس مقام پر طول کلام کا باعث ہوگا۔ لہذا اس کو نظر انداز کر دینا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ خصوصاً اس سبب سے بھی کہ اہلسنت کے علمار کبار بسر بن ارطاۃ صحابی کے نامۂ اعمال پر نظر نہ کرنا ہی بمقتضائے حیا و غیرت مناسب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں رقمطراز ہیں "لہ اخبار شہیرۃ فی الفتن لا ینبغی التشاغل بھا"۔ یعنی بسر بن ارطاۃ نے جو تیرہ برپا کئے ان کے افسانے مشہور و زبان زد خاص و عام ہیں۔ اُن کے تذکرہ میں مشغول ہونا بالکل غیر مناسب ہے۔ لہذا ہم بھی ان کو زیادہ زیر بار شرم و حیا بنانا خلاف ہمدردی تصور کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے اعمال پر خود شرمندہ ہو رہے ہیں اور اس کی خواہش ظاہر کر رہے ہوں کہ اُن کے اعمالنامہ کو بار بار نہ دھرایا جائے۔ ہم کو بھی ان سے بمقتضائے روابط انسانیت ہمدردی ضرور ہوگی۔ لہذا اتنا ہی ثبوت ہمدردی دینے پر قناعت نہیں کرینگے کہ جن افکار سے ان کو شرم آتی ہو ان کو زبان پر نہ لائیں۔ بلکہ اس بار ندامت کو ہلکا کرنے کے لئے ان کی خدمت میں یہ گذارش بھی پیش کرینگے کہ فضل خدا سے یہ شرم و غیرت بالکل بے ضرورت ہے کیونکہ آنحضرت کی حدیث شریف کے صاف و صریح مفہوم کے بموجب ہے۔ "صحابہ سب کے سب ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں" ہر ایک میں خدا کے فضل و کرم سے نور ہدایت کافی موجود ہے۔ عقل کی آنکھیں بند اور خوش اعتقادی کی آنکھیں کھول کر جس کی پیروی کی جائے منزل ہدایت پر پہنچ جانا یقینی ہے اور بہر حال یقینی ہے۔ پھر اسلامی دنیا میں ستاروں کے نورانی اخلاق و اعمال سے جو روشنی پھیلی اس پر شرمندگی کیسی؟ اور ان کے ذکر خیر کو حیا سے ترک کرنا کیسے؟ آخر آپ سے زیادہ خوش قسمت و قابل مبارکباد اور کون فرقہ ہوگا؟ جبکہ آپ ایسے ایسے صحابہ کے انوار سے

Marfat.com

دیدۂ دل کو روشن فرمائے ہوئے ہیں جن کی شان میں یہ حدیث شریف مروی ہے کہ

تمام صحابہ ستارے ہیں اور سب کے سب نورانی ہیں	عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ

عمر بن الخطاب راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے سوال کیا پروردگار عالم سے اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت جو میرے بعد ان کے درمیان واقع ہوگا۔ تو مجھ پر خدا نے وحی نازل فرمائی کہ تمھارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے ہیں بعض نورانیت میں بعض سے قوی تر ہیں۔ مگر نور سب میں ہے پس جو شخص بھی ان کے اختلاف میں سے کسی کی پیروی کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔"

يقول سألت ربي عن اختلاف اصحابي من بعدي فاوحى الي يا محمد ان اصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها اقوى من بعض ولكل نور فمن اخذ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى (مشکوٰۃ)

تنقیح پنجم: ۔ جو لوگ سرزمین کربلا کے واقعات مظالم کا الزام شیعوں پر عائد کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے عارضہ نافہمی وفتور عقل میں مبتلا ہو کر اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے کہ خاندان رسالت کی برباد و تباہی بھی انھیں برکات میں سے ایک بہت برکت تھی جو انوار صحابیت کی بدولت اسلامی دنیا کو حاصل ہوئیں۔ اگر ان لوگوں نے آنکھوں پر جاہلانہ تعصب کی مضبوط پٹی نہ باندھ لی ہوتی تو یہ اصلیت پوشیدہ رہنے کے قابل ہی نہ تھی۔ اہلبیتؑ پر وحشیانہ وسفاکانہ مظالم کرنے میں وہی صحابہ وتابعین تمام تر شریک تھے جن کے ذکر خیر سے صفحات تاریخ روشن ہو رہے ہیں۔ اور جن کی بیان کردہ روایات سے کتب احادیث کے سینے پر نور ہیں۔ علمائے مذہب

اُن کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اور اُن کی روایتوں کو اُن مذہبی روایات کے ذخیرہ میں بے عذر شامل کئے ہوئے ہیں جن پر دین و مذہب کا انحصار ہے۔ پھر کیا اُن کو شیعہ تصور کرنا اور "رافضیت" کے بدترین عیب کو اُن کی جانب منسوب کرنا وہ ناقابلِ عفو جرم نہیں ہے جس کے بعد سنی عقائد کے بموجب دین و ایمان کی خیر نہیں ہو سکتی۔ پہلے رافضی شیعوں کے باب میں اس حدیث کو دیکھو اور پھر فیصلہ کر لو کہ جن صحابہ و تابعین نے ۱۱۸ھ میں خاندانِ رسالت کی تباہی میں اخلاقی اور عملی طور پر پورا پورا حصہ لیا اُن کو "شیعہ رافضی" ٹھہرانا کہاں تک اُن عقائد و اصول کے مطابق ہو سکتا ہے جو مذہب اہلسنت کے لئے سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی تبلیغ و اشاعت نبی کے اسلام آج تک کرتے چلے آئے ہیں۔

روافض کی شان میں ایک حدیث نبوی

عن عکرمة عن ابن عباس مرفوعا یکون فی آخر امتی الرافضة ینتحلون حب اهل بیتی وهم کاذبون علامة کذبهم شتمهم ابابکر وعمر من ادرکهم منکم فلیقتلهم فانهم مشرکون

(میزان الاعتدال ذہبی ص ۷۰ ج ۲)

"عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ (آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ) آخر اُمت میں ایک قوم رافضہ ہوگی جو میرے اہلبیتؑ کی محبت کا جھوٹا دعویٰ کرے گی ان کے کذب کی علامت یہ ہوگی کہ ابوبکر و عمر پر سب و شتم کریں گے۔ تم میں سے جو شخص انھیں پائے قتل کر دے کیونکہ وہ لوگ مشرک ہوں گے۔"

مولوی عبدالشکور دہلوی و مولوی خلیل صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ یہ رافضی شیعہ

Marfat.com

آپ کی حدیثوں کے بموجب مشرک و واجب القتل ٹھہرے تو کسی صحابی یا تابعی کو "شیعہ" کہنا اُس کو "مشرک و واجب القتل" کہنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کیا صحابہ کی شان میں اس بے ادبی و شوخ چشمی کے بعد بھی اصول تسنن سے انحراف لازم نہیں آتا؟ کیا صحابہ رسولؐ نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں عملی و اخلاقی امداد نہیں کی؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جماعت صحابہ کے معزز اشخاص ہی کی قیادت میں خاندان رسالتؐ تباہ و برباد کیا گیا ہے؟ اور کیا ایسا نہیں ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین ذوی الاحترام ان ایام میں جبکہ نسل فرزند رسولؐ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور اس حادثہ کبریٰ کے بعد بھی خالص موالاۃ اور اشتراک عمل کے اصول پر کاربند ہو کر اموی حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے رہے۔ دربار کی حاضر باشی میں اس دن بھی ناغہ نہیں ہوا جس میں حسینؑ اور اصحاب حسینؑ (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) کے سر ہائے بریدہ مع اسیران حرم کے دربار ابن زیاد میں لائے گئے۔؟ اگر واقعہ کی نوعیت یہی ہے اور ضرور یہی ہے جیسا کہ آپ دیکھیں گے تو کیا آپ ان اصحاب رسولؐ اور اُن کے تابعین کو "رافضی شیعہ" کہہ کر صحابیت کی انتہائی تذلیل و توہین نہیں کر رہے ہیں۔ آخر شیعوں کے بغض و عناد میں سرشار ہو کر اپنی عاقبت کو خراب کرنا کب تک؟

ایک فائدہ اتفاقیہ:۔ اس حدیث سے ایک فائدہ غریبہ اور بھی اتفاقاً حاصل ہو گیا۔ وہ یہ کہ حدیث میں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ آخر امت میں ایک فرقہ رافضہ پیدا ہوگا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ اول امت میں رافضیت کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا اس حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے پہلی صدی کے صحابہ و تابعین کو "رافضی شیعہ" کہنا جہالت کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ الحمد للہ کہ خود اہلسنت

Marfat.com

کی مسلّمہ روایت سے ثابت ہوگیا کہ فرزند رسولؐ کو شہید کرنے والے تمام تر سنّی ہی تھے فرقۂ رافضہ کا تو اس عہد میں وجود ہی نہ تھا۔

اگر امام حسینؑ سے لڑنے والے بیدین کہے جائیں تو امیر المومنینؑ کے خلاف صف آرائی کرنے والے اسی لقب کے مستحق کیوں نہ ہونگے؟

اگر امام حسینؑ اور ان کے اعزہ و اصحاب کو شہید کرنے سے صحابہ و تابعین "نصبی خبیثہ" کہے جانے کے مستحق ٹھہرائے جائیں جو کہ بحث مذکور کے بموجب "مشرک و واجب القتل" مرادف ہے، تو پھر کون سی وجہ ہو سکتی ہے کہ معاویہ کے ساتھ ہو کر امیر المومنین علیؑ ابن طالب سے لڑنے والے مشرک و بیدین نہ کہے جائیں۔ عقل تو یہی کہتی ہے کہ الاعمال بالنیات "نتیجۂ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے"۔ امیر المومنینؑ سے لڑنے والے اگرچہ آپ کو درجۂ شہادت نہ پہونچا سکے۔ لیکن اس ارادۂ خیر کے سوا اور کون سا حوصلہ لے کر میدان جنگ میں شمشیر بکف ہوئے تھے؟ لہٰذا اگر بیٹے کے خلاف ہنگامہ کارزار گرم کرنے والے "رافضی اور مشرک" کہے جانے کے مستحق ہوں تو باپ کے خلاف تلوار کھینچنے والے بدرجۂ اولیٰ "مشرک و بیدین" کے لقب سے سرفراز کئے جانے کے حقدار ثابت ہونگے "یک بام و دو ہوا نلارد"۔ جملہ حقوق و القاب اور خطابات میں دونوں کا مساوی حصہ دار ہونا از روئے انصاف ضروری ہے۔ حالانکہ علمائے فرقۂ سنّیہ اپنے اصول مسلّمہ کی بنا پر امیر المومنینؑ کے حریفوں اور دشمنوں کی سیہ کاریوں کا اقرار کر لینے کے بعد بھی ان کی شان میں پاس ادب صحبت رسولؐ کرتے ہوئے ایک ناگوار کلمہ بھی زبان پر لانا دین و ایمان کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ امام حسینؑ سے لڑنے والے

Marfat.com

صحابہ و تابعین پر رافضی و مشرک کے لقب سے ملقب کئے جائیں۔ اور ان کی تذلیل و توہین کے لئے رسائل و کتب تصنیف کئے جائیں۔ اور ان حقوق تعظیم و احترام سے سراسر محروم کر دئے جائیں جو دشمنان امیر المومنینؑ کو اصول مسلمہ کے رو سے عطا کئے گئے ہیں

ناظرین پہلے علمائے اہلسنت کے مندرجہ ذیل بیانات میں صحابیت کے مخصوص حقوق ملاحظہ کر لیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ قتل اہلبیتؑ رسولؐ میں حصہ لینے والے صحابہ کو "رافضی" بتانے والے ان کے حقوق واجبہ کا کہاں تک احترام کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے دعوائے مسلمہ کی خلاف ورزی کر کے مذہب تسنن کی بیخکنی کی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح کے اعمال نامہ کے بعد خیر عاقبت کی امید ان کو کہاں تک ہو سکتی ہے؟

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا بصیرت افروز بیان
محاربان جناب امیرؑ اہلسنت کے پیر و مرشد تھے

مجدد صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اے برادر! تنہا معاویہ دریں نیست نسبتے از صحابہ کرام کم و بیش دریں معاملہ"[1]

"اے بھائی تنہا معاویہ ہی اس میں نہیں ہے بلکہ کم و بیش نصف صحابہ کرام اس معاملے میں

---

[1] حافظ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ حدثنا خلف بن قاسم حدثنا عبد اللہ بن عمر حدثنا احمد بن محمد بن الحجاج حدثنا یحیی بن سلیمان الجعفی حدثنا حفص بن غیاث حدثنا الثوری عن ابی القیس الاودی قال ادرکت الناس وھم ثلاث طبقات اھل دین یحبون علیا واھل دنیا یحبون معاویۃ وخوارج۔ یعنی ابو قیس ابو داؤدی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو تین طبقات میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ پر)

باوے شریک اند۔ پس محاربان امیر اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شطر دین می خیزد کہ از راہ تبلیغ ایشان بما رسیدہ است و تجویز نکند این معنی را مگر زندیقے کہ مقصود شش ابطال دین است۔

(مکتوب از مکاتیب شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی از تشیید المطاعن جلد دوم ص ۲۲۵)

محاربہ جناب امیرؑ میں اس کے شریک حال ہیں پس اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و فاسق ٹھہریں تو دین سے اعتماد اٹھ جائیگا حالانکہ وہ انھیں صحابہ کی تبلیغ سے ہم تک پہونچا ہے۔ اور اس بات کو وہی زندیق جائز ٹھہرائیگا جس کا مقصود دین کو نیاست کر دینا ہے۔

اس تحریر سے چند امور کا انکشاف ہوا جن سے مذہب اہلسنت کی حقیقت طشت از بام ہو گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۱) اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و فاسق سمجھے جائیں تو اہلسنت کا دین و ایمان رخصت ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ لوگ جس دین کے پیرو ہیں وہ ان لوگوں تک انھیں محاربان و دشمنان جناب امیرؑ کی تبلیغ سے پہونچا ہے۔ کیا اب بھی حضرات اہلسنت مستحق مبارکباد نہ ٹھہریں گے۔ کس قدر عجیب ماجرا ہے کہ جب شیعوں کی طرف سے یہی طعن و الزام علمائے فرقۂ سنیہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ کے دین و مذہب کا مدار دشمنان جناب امیرؑ کی تعلیم و تبلیغ ہے تو

(بقیہ صفحہ ۱۲۴) منقسم پایا۔ ایک اہل دین جو علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔ دوسرے دنیا پرست جو معاویہ کے محب تھے۔ اور تیسرے خوارج۔ اس روایت پر نظر کرنے کے بعد منکشف ہو جائیگا کہ اصحاب رسولؐ کی نصف جماعت جو معاویہ کی شریک حال تھی خالص دنیا پرست تھی۔ ۱۲

Marfat.com

نہایت چراغ پا ہو کر مدافعت میں سرگرم ہو جاتے تھے۔ مگر آج خود اس کا اقرار کر لیا گیا کہ جس سے یہ کہنے کا حق باقی نہیں رہ گیا کہ ہم اہلبیتؑ رسولؐ کے پیرو ہیں۔

(۲) کم و بیش نصف تعداد اصحاب کرام کی جناب امیر علیہ السلام سے منحرف ہو گئی تھی اور معاویہ کے ساتھ اشتراک عمل کر کے آپ کے خلاف شمشیر بکف تھی۔ آخر اس کا سبب کیا تھا؟ اس کو علمائے اہلسنت ہی بیان فرما سکتے ہیں۔

(۳) جناب امیرؑ سے لڑنے والوں کو کافر و فاسق کہنا کفر و زندقہ ہے اس کی جرأت وہی شخص کر سکتا ہے جو دین کو ملیامیٹ کر دینا چاہتا ہو۔ میں آئندہ یہ دکھا دوں گا کہ جن صحابہ و تابعین نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں عملی یا کم از کم اخلاقی تائید فرمائی۔ اہلسنت کا دین و مذہب ان کی تبلیغ و تعلیم کا بھی رہین منت و احسان ہے۔ وہ بھی احادیث نبی کے ناقل اور سیرت شیخین کے حامل تھے۔ کتب احادیث و اخبار کے اوراق اُن کی روایات سے بھی پُر نور ہو رہے ہیں پھر اس تفرقہ پردازی کی گنجائش کیونکر مل سکتی ہے کہ دشمنان و محاربان جناب امیرؑ کو کافر و فاسق کہنا تو کفر و زندقہ اور ابطال دین ٹھہرے۔ لیکن امام حسینؑ کے خلاف ابن زیاد کی امداد و تائید کرنے والوں کو "رافضی شیعہ" کہکر رسوا کرنا خرابی دین و ایمان کا سبب نہ ہو سکے؟

مولوی عبدالشکور صاحب کی طرف سے پاس ادب صحبت سرور انبیاء

مولوی عبدالشکور صاحب بسر بن ارطاۃ صحابی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:۔

"باقی رہے وہ بعض صحابہ جو بعد لائے فتن ہوئے اُن کے فضائل کے

ہم معتقد نہیں ہیں۔ مگر بپاس ادب صحبت سرورِ انبیاءؐ ان کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

نہایت افسوس ہے کہ مولوی صاحب رسالہ قاتلان حسینؑ کی تالیف کے وقت خود اپنے کلام کو فراموش کر گئے اور بپاس ادب صحبت سرورِ انبیاءؐ نہ کرتے ہوئے قاتلان امام کو "رافضی شیعہ" کہنے لگے۔ جو عقائد اہلسنت کی رو سے سب و شتم کی بدترین صورت ہوگی۔ ہم وہ حدیث پیش کر چکے ہیں جس کا مفاد یہی ہے کہ "رافضی" مشرک و واجب القتل ہیں۔ لہٰذا صحابہ و تابعین کو "شیعہ" بمعنی رافضی کہنا بمنزلہ اس کے ہوگا کہ اُن کو مشرک و واجب القتل کہا جائے۔ اور اگر اون کو "شیعہ" کا لقب دینے سے "رافضی شیعہ" کہنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ لقب اون کو محض اس بنا پر عطا کیا ہے کہ بمقابل معاویہ وغیرہ انھوں نے جناب امیرؑ کا ساتھ دیا۔ ورنہ وہ تمامتر عقاید اہلسنت رکھتے تھے۔ تو ہم کو مولوی صاحب پر توہین صحابہ کا الزام عائد کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ہم نہایت شکریہ کے ساتھ شاباش و مرحبا کہتے ہوئے اُن کی اس تحقیق حق کو قبول کر لیں گے۔

ہم اُن تمام صحابہ[1] اور تابعین کے اسماء مع مختصر حالات کے یہاں پیش کرتے ہیں جنھوں نے مظالم کربلا میں اخلاقی طور پر حصہ لیا اور جو افواج کوفہ میں بڑے

---

[1] تاریخ کی اس شہادت سے انکار غیر ممکن ہے کہ سب سے پہلا خط امام حسینؑ کی بیعت میں لکھنے والے اور وعدۂ نصرت و بیعت کرنے والے سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ وغیرہما تھے۔ ان لوگوں نے حضرتؑ کو بیعت و نصرت کے وعدے پر طلب کیا مگر بعد میں

(بقیہ صفحہ ۱۲۸ پر)

عہدوں پر معین ہو کر کوفہ اور کربلا میں تمام ایمان سوز حوادث کے بانی ہوئے
اون کو شیعہ بتانے والے حضرات اس بات میں آزاد و با اختیار ہوں گے
رافضیوں کی تقلید کرنے کے اون پر صد ہزار لعنت کی بھرمار کریں یا اپنے مذہبی اصول
کی پیروی کرتے ہوئے اون کو مستحق اجر و ثواب تصور کریں اور صبح و شام دعائے
مغفرت فرماتے رہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) مجرمانہ خاموشی کا رویہ اختیار کر لیا۔ ان کی اس بیوفائی و غداری کو دیکھتے
ہوئے مناسب تو یہی تھا کہ قاتلان حسینؑ کی فہرست میں ان کے اسمار بھی درج کئے جاتے مگر
اون کو اس فہرست سے اس بنا پر علیحدہ رکھا ہے کہ انھوں نے بعد میں ترک نصرت سبط رسولؐ
پر توبہ و انابت کا انتہائی طریقہ اختیار کیا اور آپ کے خون ناحق کا انتقام لینے کی غرض سے
اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ لیکن یہ کہدینا ضروری ہے کہ فرزند رسولؐ کو بیعت و نصرت کا
وعدہ کر کے طلب کرنے والے بھی رافضی شیعہ نہیں بلکہ صحابہ کرام ہی تھے سلیمان بن صرد
خزاعی صحابہ کبار کے حلقہ میں نہایت ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ حافظ ابن عبد البر کتاب
استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

کان رضی اللہ عنہ خیرًا فاضلًا لہ دین وعبادۃ کان اسمہ فی الجاھلیۃ
یسارًا فسماہ رسول اللہ سلیمان سکن الکوفہ وابتنی بھا دارًا فی خزاعۃ و
کان نزولہ بھا فی اول ما نزلھا المسلمون وکان لہ سن عالیۃ وشرف
وقدر وکلمۃ فی قومہ

وکان ممن کتب الی الحسینؑ بن علی رضی اللہ عنہما یسئلہ القدوم الی
الکوفۃ فلما قدمھا ترک القتال معہ فلما قتل الحسینؑ قدم ھو والمسیب

(بقیہ صفحہ ۱۳۹ پر)

Marfat.com

سمرہ بن جندب صحابی : - (۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے :- جلد ۲ صفحہ ۷۹

نزل سمرة البصرة وكان زياد يستخلفه عليها اذا سار الى الكوفة ..... كان الحسن و ابن سيرين يثنيان عليه وقال ابن سيرين في رسالة سمرة الى بنيه علم كثير وروى عنه ابو رجاء العطاردي والشعبي وابن ابي ليلى ومطرف بن الشخير واخرون وعبد الله بن سليمان عنه -

"یعنی سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی زیاد جب کوفہ جاتا تھا تو ان کو ان کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ جاتا تھا ..... حسن بصری اور ابن سیرین ان کے ثنا خواں تھے ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ سمرہ کے دس مکتوب میں علم کثیر ہے جو اس نے اپنے بیٹوں کو لکھا تھا۔ سمرہ سے ابو رجاء عطاردی شعبی، ابن ابی لیلیٰ، مطرف بن الشخیر، عبداللہ بن سلیمان وغیرہم نے روایت کی ہے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸) بن نجبة الفزاري وجميع من خذله فلم يقاتل معه ثم قالوا مالنا من توبة مما فعلنا الا ان نقتل انفسنا في الطلب بدمه - یعنی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صاحب خیر و مرد فاضل تھے - دیندار و عبادت گذار تھے - ان کا شمار ان مسلمانوں میں ہے جو دوسرے مسلمانوں سے پہلے کوفہ میں آ کر آباد ہوئے - اپنی میں صاحب شرف و قدر و منزلت تھے - سب ہر ان کی باتیں خاص اثر رکھتی تھیں - لوگ ان کے حکم کے تابع رہتے تھے - امام حسین ع کو خط لکھنے والوں میں یہ بھی تھے - اپنے خط میں حضرت سے کوفہ آنے کی درخواست کی - جب آپ تشریف لائے تو انھوں نے آپ کے ساتھ ہو کر لڑنے سے منہ موڑ لیا جب حضرت شہید ہو چکے تو یہ اور ان کے ساتھ مسیب بن نجبہ فزاری اور دیگر اشخاص جنھوں نے حضرت ع کی

(بقیہ صفحہ ۱۴۰ پر)

Marfat.com

(۲) حافظ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں: جلد دوم صفحہ ۵۷۹

سکن البصرة کان زیاد یستخلفه فیها ستة اشهر وعلی الکوفة ستة اشهر فلما مات زیاد استخلفه علی البصرة فاقر معاویة

سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی زیاد ان کو چھ مہینے بصرہ اور چھ مہینے کوفہ میں اپنا قائم مقام گورنر کرتا تھا۔ جب زیاد مرا تو اپنی جگہ ان کو حاکم بصرہ مقرر کر گیا۔ معاویہ نے بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹) امداد نہیں کی تھی نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہمارے لئے اس جرم سے توبہ کی بس یہی صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت کے خون ناحق کا قصاص وانتقام لینے میں اپنی جانیں دے دیں الخ

اسی طرح مسیب بن نجبہ فزاری بھی صحابی تھے۔ حذیفہ یمانی اور جناب امیرؑ سے روایت کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی روایت جناب امیرؑ سے صحیح ترمذی میں موجود ہے۔ (اصابہ جلد ۶ صفحہ ۱۷۵)

اس حقیقت پر مطلع ہو جانے کے بعد کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ امام حسینؑ کو بیعت و نصرت کا وعدہ کر کے کوفہ تشریف لانے کی دعوت دینے والے۔ اور پھر بیوفائی اور غداری کا شیوہ اختیار کرنے والے رافضی تھے۔؟ کیا وہ صحابی رافضی ہو سکتا ہے جس کی شان میں محدثین "رضی اللہ عنہ" کا جملہ لکھ رہے ہیں۔ اور جس کے فضائل ومناقب کے اعتراف سے دیدہ دل کو منور کئے ہوئے ہیں۔ اگر اب بھی یہ یقین نہ ہو کہ بفضلہ تعالیٰ امام حسینؑ کو کوفہ کی طرف بلانے والے اور آپ کو شہید کرنے والے صحابہ کرام ہی تھے۔ اور وہ بھی ایسے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اہلسنت کے بڑے پیر ومرشد تھے تو اس بے عقلی کا علاج خداوند عالم کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ ۱۲

Marfat.com

عليهما علماً الى نحوه ثم عزله ..... قال ابن سيرين في رسالة سمرة الى بنيه علم كثير وقال الحسن تذاكر سمرة وعمران بن حصين فذكر سمرة انه حفظ عن رسول الله سكتتين سكتة اذا كبر وسكتة اذا فرغ من قراءة ولا الضالين فانكر ذالك عليه عمران بن حصين فكتبوا في ذالك الى المدينة الى ابي بن كعب فكان في جواب ابي بن كعب ان سمرة قد صدق و حفظ ..... عن محمد بن سيرين قال كان سمرة ما علمت عظيم الامانة صدوق الحديث يحب الاسلام واهله ..... وكان سمرة من الحفاظ المكثرين عن رسول الله انتهى ملخصاً

ان کو ایک سال تک بصرہ کی گورنری پر برقرار رکھا پھر معزول کر دیا ..... ابن سیرین اور دیگر فضلائے بصرہ اس صحابی کے مداح و ثنا خواں تھے ..... ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ سمرہ کے اس خط میں جو بیٹوں کے نام لکھا تھا علم کثیر ہے۔ حسن بصری راوی ہیں کہ ایکمرتبہ سمرہ اور عمران بن حصین کے درمیان مباحثہ ہوا۔ سمرہ نے دعویٰ کیا کہ مجھے یاد ہے کہ آنحضرت (نماز میں) دو جگہ سکتہ فرماتے تھے۔ ایک سکتہ بعد تکبیر اور دوسرا "ولا الضالین" کی قرأت کے بعد۔ عمران بن حصین نے سمرہ کے اس بیان کو نہ مانا۔ تب ابی بن کعب نے فیصلہ کیلئے مدینہ میں ابی بن کعب کے پاس اس بحث کو لکھ بھیجا۔ ابی بن کعب نے جواب میں تحریر کیا کہ سمرہ اپنے قول میں سچے ہیں اور یہ مسئلہ ان کو یاد ہے ..... محمد بن سیرین کہتے تھے کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ سمرہ بڑا امانت دار، روایت احادیث میں سچا تھا۔ اور اسلام و مسلمین کو محبوب رکھتا تھا ..... سمرہ کا شمار ان صحابہ میں ہے جو احادیث کے یاد رکھنے والے اور آنحضرت سے بکثرت روایات نقل کرنیوالے تھے۔"

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ سمرہ بن جندب کسقدر بلند مرتبہ صحابی تھا اور آئمہ مذہب اہلسنت اس کے کس قدر مداح و ثناخواں تھے۔ ابن سیرین تو صاف صاف کہتے تھے کہ "جہانتک میں جانتا ہوں یہ صحابی بڑا امانت دار، روایت و احادیث میں نہایت سچا اور محب اسلام و اہل اسلام تھا" مگر افسوس ہے کہ اس شخص نے رسولؐ کی اس امانت میں جس کی حفاظت و نگہداشت کے بارے میں نہایت شدّ و مد سے آخری وصیت فرمائی تھی۔ لاجواب خیانت کی اور فرزند رسولؐ کے ساتھ امانت داری و محبت کا برتاؤ کرنے کے عوض انتہائی دشمنی کا ثبوت دیا۔ ممکن ہے کہ یہ شخص فرزند رسولؐ کو مسلمان بھی نہ سمجھتا رہا ہو۔ پھر آپ کو محبوب کیونکر رکھتا۔

آئمہ اہلسنت کی یہ دیانت داری قابل صد آفریں ہے کہ قاتل حسینؑ کو بڑا امانت دار، صدوق الحدیث اور محب اسلام و مسلمین تصور فرماتے اور اسکی روایت کردہ احادیث پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ باوجود اس کے زمانہ حاضرہ کے نام نہاد علماء کو یہ کہنے میں ذرا شرم دامنگیر نہیں ہوتی کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے۔ "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

اس صحابی کے قاتل حسینؑ ہونے پر علامہ ابن ابی الحدید المعتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نص صریح فرمائی ہے۔

قال فبقی سمرۃ بن جندب حتی	راوی کا بیان ہے کہ سمرہ بن جندب زمانہ
شہد مقتل الحسینؑ وروی احمد	قتل حسینؑ تک بقید حیات رہا۔ احمد بن
بن بشیر عن مسعر بن کدام قال	بشیر نے مسعر بن کدام سے روایت کی ہے
کان سمرۃ بن جندب ایام	کہ جن دنوں میں امام حسینؑ کوفہ کی جانب

Marfat.com

مسیر الحسینؑ الی الکوفۃ علی شرطۃ	کوچ کیا۔ یہ شخص عبیداللہ بن زیاد کا بوئیس
عبید اللہ بن زیاد فکان یحرض	افسر تھا۔ اور لوگوں کو امام حسینؑ پر چڑھائی
الناس علی الخروج الی	کرنے اور ان سے لڑنے پر آمادہ کرنے
الحسینؑ وقتالہ۔	کی خدمت انجام دیتا تھا۔"

ناظرین اس شخص کی صحابیت کا یہ دوسرا رخ بھی بغور ملاحظہ فرمائیں کہ یہ قاتل حسینؑ علماء اہلسنت کے نزدیک "عظیم الامانۃ" "صدوق الحدیث" محب اسلام داہل اسلام، حافظ اور راوی احادیث کثیرہ ہونے کی حیثیت سے ان صحابیوں کی صف اول میں جگہ پا سکتا ہے یا نہیں جن کی تبلیغ سے "دین اہلسنت تک پہنچا ہے" پھر اس کو "شیعہ" بتانا اصول مسلمہ اہلسنت کے مطابق کیونکر ہوگا۔ اور اس کو "شیعہ" کہنے والے توہین صحابی کے مجرم بلکہ بقول مجدد الف ثانی "زندیق" ٹھہرینگے یا نہیں؟ دیکھئے مولوی عبدالشکور صاحب اس بلند پایہ صحابی کے بارے میں پاس ادب صحبت سرور انبیاء آئندہ کہاں تک فرماتے ہیں؟

یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ فرزند رسولؐ کی عداوت ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس صحابی کی موت نہایت عبرت خیز طریق پر ہوئی۔ اس کے فی النار ہونے کی پیشین گوئی آنحضرت صلعم نے فرمادی تھی جس کی تصدیق دنیا میں جس طریق پر ہوئی اس کی مفصل کیفیت ان عبارات سے معلوم ہو سکتی ہے:۔

سمرہ بن جندب کی عبرت خیز موت۔

قال ابن عبد البر	(۱) ابن عبدالبر ناقل ہیں کہ وہ کھولتے
سقطت قدر	پانی سے بھرے ہوئے دیگ میں گر پڑا۔ اور

مملوءٍ ماءً حاراً فكان يصب لقاً
لقول رسول الله ص له ولابي هريرة
ولابي محذورة آخركم موتاً
في النار۔

آنحضرت ص نے سمرہ اور ابو ہریرہ اور ابو محذورہ
سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں میں سے جو
شخص آخر میں مریگا وہ فی النار ہوگا۔
(سمرہ سب کے بعد مرا اور فی النار ہوا)

(۲) سمرة بن جندب مرضه الذي مات
فيه اصابه برد شديد فاوقدت
له نار فجعل كانوا بين يديه
وكانوا خلفه وكانوا عن يمينه
وكانوا عن يساره قال فجعل
لا ينتفع بذالك ويقول كيف اصنع
بما في جوفي فلم يزل كذالك
حتى مات۔

(۲) سمرہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو شدید
ٹھنڈک کا اثر اس پر غالب ہوا۔ اس کیلئے
یہ تدبیر کی گئی کہ اس کے چار طرف چار
بھٹیاں آگ کی روشن کر دی گئیں مگر ان سب
سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا اور برابر
یہی کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں جو کرب ہے
اس کو کیونکر دفع کروں۔ یہانتک کہ
اسی حالت میں جان بحق تسلیم ہوگیا (الحمد للہ)

عمرو بن حریث صحابی:-

عمرو بن الحريث بن عمرو بن عثمان
بن عبد الله بن عمر بن مخزوم القرشي
له ولابيه صحبة قال ابن حبان ولد
في ايام بدر وقال غيره
قبل الهجرة بسنين ..... وقد
روى عن النبي ص وابي بكر

(۱) عمرو بن حریث قرشی خود بھی صحابی تھا اور اس
کا باپ بھی۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ صحابی
جنگ بدر کے ایام میں پیدا ہوا مگر دوسرے
مورخین کا بیان ہے کہ اس کی ولادت
ہجرت سے دو سال پہلے ہوئی۔ حضرت
سرور عالم ص اور ابوبکر و عمر و علی و

Marfat.com

وابن مسعود وغيرهم
روى عن اخيه سعيد بن الحرث
وله صحبة روى عن جعفر وآخرون
من اهل الكوفة ..... قال
البخاري ابن حبان وغير واحد
مات سنة خمس وثمانين كان
قد ولي امرها نيابة لزياد ولابنه
عبيد بن زياد ۔ الاصابہ جلد ۲ ص ۵۳۱
(۲) يكنى ابا سعيد رأى النبي وسمع
منه مسح برأسه ودعى له بالبركة
وخطه بالمدينة دار القوس .....
..... نزل الكوفة وابتنى بها دارا
وسكنها وولده بها وزعموا انه اول
قرشي اتخذ بالكوفة دارا وكان
له فيها قدر وشرف وكان قد
ولي امارة الكوفة ومات
بها سنة خمس وثمانين وهو
اخو سعيد بن الحرث من حديث
عمر بن حريث عن النبي انه

ابن مسعود وغیرہم سے نیز اپنے بھائی سعید
بن حریث صحابی سے روایت کرتا تھا اور
اس سے جعفر اور دوسرے کوفیوں نے روایت
کی ہے ..... بخاری وابن حبان
اور دوسرے مورخین نے بھی کہا ہے کہ
اس کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی۔ زیاد
اور اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کی
نیابت میں کوفہ کا گورنر رہ چکا تھا۔
(۲) عمر بن حریث کی کنیت ابو سعید تھی حضرت
سرور عالم کی زیارت (وصحبت) اس کو
نصیب ہوئی۔ اور آپ سے حدیثیں بھی سنیں
حضرت نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرا اور
برکت کی دعا دی۔ اور ایک کمان بہ نفس
نفیس دینے میں اس کے لئے ایک مکان کی
نقشہ کشی فرمائی ..... یہ صحابی وارد کوفہ ہوا
اور وہاں ایک مکان بنا کر سکونت اختیار
کرلی اس کی اولاد بھی اسی شہر میں رہتی بسا
کا خیال ہے کہ عمرو بن حریث سب سے پہلا قرشی تھا
جو کوفہ میں آباد ہوا۔ اور اسی شہر میں ۸۵ھ میں فوت

Marfat.com

رأیہ یصلی فی نعلین مخصوفتین - (استیعاب جلد ۲ ص ۴۳۹)

ہوا۔ یہ شخص سعید بن جریر صحابی کا بھائی تھا۔ منجملہ اس کی روایت کردہ احادیث کے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے حضرت سرور عالم کو دیکھا کہ آپ پیوند دار نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ بلند مرتبہ صحابی تھا جس کے سر پر سرور انبیاء نے دست شفقت پھیرا تھا۔ اور برکت کی دعا دی تھی۔ اور خود بہ نفس نفیس مدینہ میں اس کے گھر کی نقشہ کشی فرمائی تھی۔ خود بھی صحابی تھا۔ اور اس کے باپ اور بھائی بھی صحبت نبی سے مشرف یافتہ تھے۔ آنحضرت کے علاوہ دیگر صحابۂ کبار سے بھی روایت کرتا تھا۔ اور اس سے روایت کرنے والے کوفہ میں کثیر التعداد تھے پھر بتاؤ کہ ایسے صحابی کی جلالت قدر و منزلت میں اصول تسنن کے مطابق کسکو شبہہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے مبلغ دین اہلسنت ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ اگر اس کو کافر و فاسق کہا جائے تو بقول شیخ احمد مجدد الف ثانی دین پر اعتماد و اعتبار ہی باقی نہ رہے گا۔ لہذا اس کو "شیعہ" بمعنی رافضی وہی اہلسنت کہہ سکتے ہیں جن کو اپنی عاقبت و آخرت کی خیر و فلاح مطلوب نہ ہو اور جن میں صحبت سرور انبیاء چھوڑ کر کفر و زندقہ اور ابطال دین پر کمر بستہ ہو جائیں۔ یا یوں کہو کہ رافضی مشرب ہو جائیں۔

ان تمام باتوں پر پوری اطلاع حاصل کر لینے کے بعد اب ناظرین تصویر صحابیت کا دوسرا رخ بھی بہ نظر عبرت ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ثم نزل ابن زیاد فدخل وقد (۱) ابن زیاد منبر سے اترا اور دار الامارۃ

عقد لعمرو بن حریث رایته و
وامره علی الناس - (طبری جلد ۶ ص ۲۱۱)

(۲) ان ابن الاشعث حین قام
لیاتیه ابن عقیل بعث الی عمرو
بن حریث وھو فی المسجد خلیفته
علی الناس ان ابعث مع ابن الاشعث
ستین او سبعین رجلا کلھم
من قیس - (طبری جلد ۶ ص ۲۱۱)

میں داخل ہوگیا۔ اور عمرو بن حریث کو ایک
جھنڈا دیکر اہل کوفہ پر امیر و حاکم مقرر کر دیا۔

(۲) جب محمد ابن اشعث حضرت مسلم بن عقیل
کی گرفتاری کے لئے جانے لگا تو ابن زیاد
نے عمرو بن حریث کے پاس پیام بھیجا کہ محمد ابن
ابن الاشعث کے ہمراہ ساٹھ یا ستر سپاہی
بھیجدو وہ سب کے سب قبیلہ قیس سے ہوں۔ عمرو بن حریث
ان دنوں مسجد کوفہ میں ابن زیاد کی قائم مقامی
کر رہا تھا۔"

معلوم ہوا کہ جن دنوں میں حضرت مسلم کے قتل کی تیاری [illegible] بخت
صحابی مسجد کوفہ میں ابن زیاد کا قائم مقام تھا۔ اور تمام امور حکومت و امارت اوس کے
ہاتھوں میں دیدئے گئے تھے۔ چونکہ ابن زیاد حضرت مسلمؑ اور آپ کے غدار رفقا کے حضرت
سے خائف تھا اس لئے دارالامارۃ میں روپوش رہا کرتا تھا۔ لہذا عمرو بن حریث کو اپنا
جانشین بنا کر حکومت کی باگ اوس کے حوالہ کر دی تھی۔ یہ صحابی منجملہ ان لوگوں کے تھے
جنھوں نے زیاد بن ابیہ کے حکم سے حجر بن عدی کندی صحابی جلیل کے خلاف شہادت
دی تھی۔ اور اون کے خون ناحق کا وبال اپنی گردنوں پر لے گئے۔ جیسا کہ آئندہ
معلوم ہوگا۔

عبدالرحمٰن بن ابی سبرۃ الجعفی

عبدالرحمٰن بن ابی سبرۃ واسم

(۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے:-
عبدالرحمٰن بن ابی سبرۃ - ابو سبرہ کا نام

Marfat.com

الی سبرۃ یزید بن مالک بن
عبد اللہ بن سلمۃ بن عمرو الجعفی
والد خیثمۃ عدادہ فی اھل الکوفۃ
وقال ابن حبان یقال لہ صحبۃ و
قال واخرج احمد وابن حبان
فی صحیحہ من طریق ابی اسحق
عن خیثمۃ بن عبد الرحمن عن
ابیہ قال اتیت النبی مع ابی وانا
غلام فقال ما اسم ابنک ھذا
قال اسمہ عزیز قال
لا تسم عزیزا ولکن سمہ
عبد الرحمن الخ

(اصابہ جلد ۲ ص ۳۹۹)

(۲) عبد الرحمن بن ابی سبرۃ
الجعفی واسم ابی سبرۃ یزید بن
مالک معدود فی الکوفیین کان
اسمہ عزیزا فسماہ رسول اللہ
عبد الرحمن وقال احب الاسماء
الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن

یزید بن مالک الجعفی تھا یہی عبد الرحمان خیثمہ
کے والد تھے۔ آن کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔
ابن حبان نے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ
یہ صحبت نبی کے شرف یافتہ تھے۔ احمد اور ابن
حبان نے صحیح میں بطریق ابو اسحاق خیثمہ سے
روایت کی ہے کہ وہ اپنے باپ عبد الرحمان سے
روایت کرتا ہے کہ میں (عبد الرحمان) اپنے
باپ (ابو سبرۃ) کے ہمراہ خدمت رسول
میں حاضر ہوا۔ اس وقت میں کمسن تھا
حضرت نے میرے والد سے پوچھا کہ تمہارے
اس لڑکے کا نام کیا ہے؟ عرض کی کہ
اس کا نام عزیز ہے۔ فرمایا کہ اس کا
نام عزیز نہ رکھو بلکہ عبد الرحمن رکھو۔
(۲) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عبد الرحمن
بن ابی سبرۃ الجعفی کے والد ابو سبرۃ کا نام
یزید بن مالک تھا۔ آن کا شمار کوفی صحابیوں
میں ہوتا تھا۔ ان کا نام پہلے عزیز تھا
پھر آنحضرت نے عبد الرحمن نام رکھ دیا اور
فرمایا کہ محبوب ترین نام خدا کے نزدیک عبد اللہ

Marfat.com

وهو والد خيثمة بن عبد الرحمن روى عنه الشعبي وابنه خيثمة بن عبد الرحمن وقد ذكرنا ابا سبرة واخاه سبرة بن ابي سبرة في ما بينهما في هذا الكتاب

(استیعاب برحاشیہ اصابہ ص۴۱۱)

وعبدالرحمن ہے۔ یہ عبدالرحمن خیثمہ کے والد تھے۔ اُن سے شعبی نے نیز ان کے بیٹے خیثمہ نے روایت کی ہے۔ ہم نے اون کے والد ابوسبرۃ اور اون کے بھائی سبرۃ بن ابی سبرۃ کا تذکرہ ان کے مخصوص ابواب میں اسی کتاب کے اندر کیا ہے۔

بیت

معلوم ہوا کہ یہ شخص خود بھی صحابی تھا اور اس کے باپ بھائی بھی شرف صحابہ سے سرفراز تھے۔ اور سب سے بڑھکر فضیلت کہ ان کا نام "عبدالرحمان" خود آنحضرت نے تجویز فرمایا تھا۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اس صحابی نے ان تمام مناقب جلیلہ پر ایک بڑی فضیلت کا اس طرح اضافہ کیا کہ عمر ابن سعد کیجانب سے بروز عاشورہ افواج کوفہ کے ایک حصہ کا جنرل بننا قبول کرلیا۔ اور اس طرح صحابیت کی اصلی تصویر دنیا کے سامنے پیش کردی۔ کیا اب بھی اس حقیقت میں شبہہ باقی رہ سکتا ہے کہ بڑی بڑی منقبت وفضیلت والے صحابہ ہی امام حسینؑ کے قاتل تھے نہ کہ غریب رافضی۔

مورخ طبری وابن اثیر لکھتے ہیں۔ طبری جلد ۶ ص۳۴۱۔ کامل جلد ۴ ص۲۴

لما خرج عمر بن سعد بالناس كان على ربع اهل المدينة يومئذ عبد الله بن زهير بن سليم الازدي وعلى الربع

"جب عمر ابن سعد نے میدان جنگ میں صف آرائی کی تو اہل مدینہ کی فوج کا سالار عبداللہ ابن زہیر بن سلیم ازدی تھا اور قبیلہ مذحج واسد کی افواج کا جنرل

Marfat.com

مذحج واسد عبد الرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی ۔الخ

عبدالرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی تھا۔"

عمارۃ بن عقبہ صحابی

عمارۃ بن عقبۃ بن ابی معیط اخو الولید ....قال اتیت النبیؐ لابایعہ قال فقبض یدہ فقال بعض القوم انما یمنعہ ھذا الخلوق الذی بک فذھب فغسلہ ثم جاء فبایعہ اقام عمارۃ بالکوفۃ وعقبہ الخ

(اصابہ جلد ۲ صـ ۲۱۶)

"عمارۃ بن عقبہ بن ابی معیط راوی ہے کہ میں آنحضرت کی خدمت میں بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے دست مبارک کھینچ لیا۔ کسی شخص نے بتایا کہ بیعت لینے سے یہ خلوق (ایک خوشبودار شئے جو زعفران وغیرہ سے بنائی جاتی ہے) مانع ہوا۔ پس میں گیا اور اس کو پانی سے دھو کر واپس آیا تو آپ نے بیعت لی۔ عمارہ بن عقبہ کوفہ میں آباد ہوا وہاں اس کی نسل بھی آباد رہی۔"

یہ صحابی حضرت عثمان کے مخصوص فدائیوں اور مریدوں میں سے تھا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ آپ کا برادر رادری تھا۔ اس نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ تصنیف کیا تھا جس کے چند اشعار حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں نقل کئے ہیں جو بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کئے گئے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل وارد کوفہ ہوئے اور کوفیوں نے آپ کی بیعت کرلی تو عبداللہ بن مسلم بن سعید الحضرمی اور عمارہ بن عقبہ و عمر بن سعد نے یزید کو خطوط لکھے مضمون سب کا ایک تھا۔ ان میں سے ایک خط کی نقل یہاں پیش کیجاتی ہے

اما بعد فان مسلم بن عقیل قد قدم

یعنی مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعوں نے

الکوفۃ فبایعتہ الشیعۃ للحسینؓ بن علیؓ فان کان لک بالکوفۃ حاجۃ فابعث الیہا رجلاً قویا ینفذ امرک ویعمل فی عدوک مثل عملک فان النعمان بن بشیر رجل ضعیف او ھو یتضعف۔

ان کی بیعت کر لی ہے۔ پس اگر تجھے کوفہ کی حکومت درکار ہے تو کسی شخص کو حاکم کوفہ مقرر کر کے بھیجدے جو تیرا حکم نافذ کرے اور تیرے دشمنوں کے ساتھ تیرے ہی جیسا برتاؤ کرے کیونکہ نعمان بن بشیر یا تو دراصل کمزور واقع ہوا ہے یا عمداً کمزور بنتا ہے۔"

(طبری جلد ۶ ص ۱۹۹)

جب ان لوگوں کے خطوط یزید کے پاس پہونچے تو اس نے سرجون سے مشورہ کرنے کے بعد عبیداللہ ابن زیاد کے پاس جو شاہی فرمان بھیجا اس کی ابتدا یوں کی

اما بعد فانہ کتب الی شیعتی من اہل الکوفۃ یعنی "میرے پاس اہل کوفہ میرے شیعوں نے لکھ بھیجا ہے"

ناظرین کو یزید کے فرمان میں مندرجہ بالا فقرہ دیکھ لینے کے بعد اس حقیقت میں کوئی شبہہ باقی نہ رہ جائیگا کہ امام حسینؓ کے قاتل وہی کوفی صحابہ و تابعین تھے جو شیعہ معاویہ اور یزید ہونے کا شرف رکھتے تھے" اور تاج و تخت ہی آپ کے اس قدر پرجوش وفادار و خیر خواہ تھے کہ کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر صحابی دشمن خاندان رسالت کو بھی اپنے مقابلہ میں کمزور بتانے لگے۔ اور یزید کو یہ ہدایت کی کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنے کی حاجت ہو تو کسی ایسے شخص کو امارت کے لئے بھیج جو تیرے دشمنوں سے تیرے ہی جیسا سلوک کرے۔

Marfat.com

خالد بن عرفطہ صحابی:-

صحب النبی وروی عنہ وکان سعد بن وقاص ولاہ القتال یوم القادسیۃ وھو الذی قتل الخوارج یوم النخیلۃ ونزل الکوفۃ بعد ذالک وابتنی بھا دارا ولہ بقیۃ وعقب الی الیوم - (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۲)

طبقات ابن سعد میں ہے:- خالد بن عرفطہ نے شرف صحبت رسولؐ پایا۔ سعد بن ابی وقاص نے اس کو جنگ قادسیہ کے دن سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے خوارج کو بروز جنگ نخیلہ قتل کیا۔ بعد اس کے وارد کوفہ ہوا۔ اور ایک گھر بنا لیا وہاں اس کے اخلاف آجتک موجود ہیں۔

آسمان صحابیت کے اس ستارے نے بہت سی اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ حجر بن عدی کندی جیسے صحابی جلیل کیخلاف حکومت شام سے بغاوت کی شہادت دی اور ان کے قتل کے بانی ہوئے۔ چنانچہ مورخ طبری لکھتے ہیں:-

ثم بعث زیاد الی اصحاب حجر حتی جمع منھم اثنی عشر رجلا فی السجن ثم انہ دعی رؤس الارباع فقال اشھدوا علی حجر بما رأیتم منہ وکان رؤس الارباع یومئذ عمرو بن حریث علی ربع اھل المدینۃ وخالد بن عرفطہ علی ربع

"پھر زیاد نے اصحاب حجر کی گرفتاری کیلئے (ایک فوج) بھیجی۔ اور ان میں سے بارہ آدمیوں کو جمع کرکے قید خانہ میں مقید کردیا۔ پھر افواج کے سرداروں کو طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ حجر کے خلاف ان کے ان حرکات کی گواہی دو جو تم نے دیکھی ہیں سرداران فوج میں عمر بن حریث صحابی اور خالد بن عرفطہ بھی تھا۔ متقدم الذکر اہل مدینہ کا سردار تھا

تمیم و ھمدان و قیس الخ (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۱)

اور وہ خود اندر قبیلہ تمیم و ہمدان و قیس کا سبب الارتھا۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ حجر بن عدی کندی صحابی کے خون میں شریک ہوئے ان میں یہ دو صحابی عمرو بن حریث اور خالد بن عرفطہ نمایاں شخصیت رکھتے تھے۔ حجر بن عدی کے قتل کا واقعہ ایسا نہیں جو نظر انداز کیا جا سکے۔ لہذا علماء اسلام کی چند تحریریں پیش کیجاتی ہیں۔ جن سے اس خون ناحق کی عظمت و اہمیت کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے انجام پر بھی روشنی پڑتی ہے جو اس کے بانی تھے۔

حجر بن عدی صحابی کے فضائل

اور ان کے قاتلوں کا حشر

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے:-

(۱) کان حجر من فضلاء الصحابۃ ومع صغر سنہ من کبارھم

(۱) حجر کا شمار فضلائے صحابہ میں تھا باوجود کمسنی کے زمرہ صحابہ کبار میں داخل تھے۔

(۲) قال احمد قلت لیحیی بن سلیمان ابلغک ان حجرا کان مستجاب الدعوۃ قال نعم وکان من افاضل اصحاب النبی صلعم۔

(۲) احمد نا قل ہے کہ میں نے یحیی بن سلیمان سے پوچھا کہ تمھیں یہ معلوم ہوا ہے کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات (جسکی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو) تھے۔ انھوں نے کہا ہاں اور وہ افاضل اصحاب نبی میں سے تھے۔

Marfat.com

(۳) عن مسروق بن الاجدع قال سمعت عائشة ام المومنين تقول اما والله لو علم معاوية انّ اهل الكوفة منعة ما اجترأ على ان ياخذ حجرًا واصحابه من بينهم حتى يقتلهم بالشام ولكن علم ابن آكلة الاكباد انه قد ذهب الناس ..... ولما بلغ الربيع بن زياد الحارثي من بني الحرث بن كعب وكان فاضلاً جليلاً وكان عاملاً لمعاوية على خراسان وكان الحسن بن ابي الحسن كاتبه فلما بلغه قتل معاوية حجر بن عدي دعى الله عز وجل فقال اللهم ان كان لربيع عندك خير فاقبضه اليك وعجل فلم يبرح في مجلسه حتى مات۔

(۳) مسروق بن الاجدع نے روایت کی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر معاویہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ بھی عزت و قوت باقی ہے تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتا کہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو انھیں کے درمیان گرفتار کرلے اور شام میں لیجا کر قتل کرے لیکن ہندہ جگر خوار کے بیٹے نے تو یہ جان لیا تھا کہ اب کوفہ میں (عزت و قوت والے) لوگ نہیں رہ گئے۔ ..... ربیع بن زیاد حارثی جو مرد فاضل جلیل تھا اور معاویہ کیطرف سے خراسان کا گورنر تھا۔ جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ معاویہ نے حجر بن عدی کو قتل کرا دیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگارا! اگر ربیع کے لئے تیرے نزدیک کچھ بھی خیر ہے تو اسے بہت جلد اپنے پاس بلا لے (ایسا ہی ہوا کہ) ابھی ربیع اپنے مقام سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ جان بحق تسلیم ہوگیا۔

(استیعاب)

Marfat.com

قتل حجر بن عدی کے متعلق رسول ص کی پیشین گوئی

اس خوں ریزی پر خدا اور ملائکہ غضبناک ہونگے

(۴) عن ابی الاسود قال دخل معاویۃ علی عائشۃ فقالت ما حملک علی قتل اھل عذراء حجر واصحابہ فقال یا ام المومنین انی رأیت قتلھم صلاحًا للامۃ وبقاء ھم فسادًا للامۃ فقالت سمعت رسول اللہ یقول سیقتل بعذراء ناس یغضب اللہ لھم واھل السماء الخ

(کنز العمال کتاب الفضائل)

(۴) ابو الاسود ناقل ہیں کہ معاویہ عائشہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ آخر کن اسباب سے تو نے اہل عذراء حجر اور ان کے اصحاب کو قتل کرایا؟ معاویہ نے جواب دیا کہ ام المومنین میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے قتل میں امت کی بھلائی ہے۔ اور باقی رکھنے میں خرابی ہے یہ سنکر ام المومنین نے کہا کہ میں نے یہ ارشاد نبوی اپنے کانوں سے سنا ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل کئے جائیں گے جنکے لئے خداوند عالم اور آسمان والے غضبناک ہونگے

نجاں کنی کے وقت حجر بن عدی کے قتل پر معاویہ کا پچھتانا

"ہائے عاقبت کی خیر نہیں"

(۵) قال ابن سیرین بلغنا ان معاویۃ

(۵) ابن سیرین ناقل ہیں کہ جب معاویہ پر

Marfat.com

لماحضرتہ الوفاۃ جعل یبکی فقیل لہ ما یبکیک اجزع من الموت فوالله ما ارجوه ولکن اجزع من ہول المطلع وقلۃ الزاد وطول الطریق وبعد المنزل فالی جنۃ او نار فبکی حتی اخضلت لحیتہ بالدموع

وقت موت پہونچا تو کہنے لگا کہ اے حجر منک یا حجر طویل۔ ہماری جان سے یہ روز حشر طویل ہوگا۔

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ ۔ وقت کم اور سامان تھوڑا ہے خون کی بازپرس لمبی ہوگی)

امیر معاویہ کی بابت حسن بصری کی رائے

(۶) قال الحسن البصری اربع خصال کن فی معاویۃ لولم تکن فیہ الا واحدۃ لکانت موبقۃ۔ انتزائہ علی ہذہ الامۃ بالسیف حتی اخذ الامر من غیر مشورۃ وفیہم بقایا الصحابۃ وذوو الفضیلۃ۔ واستخلافہ بعدہ ابنہ سکیرا خمیرا یلبس الحریر ویضرب بالطنابیر وادعائہ زیادا وقد قال رسول اللہ الولد للفراش وللعاہر الحجر۔ وقتلہ حجرا واصحاب حجر فیا ویلا لہ من حجر ویا ویلا لہ من اصحاب حجر۔ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۲

(۶) حسن بصری کہتے تھے کہ معاویہ میں چار باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں ایک بھی ہوتی تو آخرت کی تباہی کیلئے کافی ہوجاتی۔ ایک اس امت پر تلوار کے زور سے غالب ہوجانا۔ یہاں تک کہ امر خلافت پر بغیر مشورہ صحابین قابض ہوگیا۔ حالانکہ باقی ماندہ صحابہ اور صاحبان فضیلت موجود تھے۔ اور اپنے نہایت بدمست اور بڑے شرابخوار بیٹے کو جو کہ لباس حریر پہنتا اور طنبورہ بجاتا تھا اپنا جانشین بنانا۔ اور زیاد کو اپنے نسب میں داخل کرنا حالانکہ حدیث نبوی "الولد للفراش" الخ اس کے خلاف صریح نص ہے۔ اور حجر اور ان کے رفقا کو قتل کرنا۔ پس

Marfat.com

قتل حجرؓ و اصحاب حجر سے اس پر حیف ہے اور صد حیف ہے۔

حجر بن عدی ولی خدا تھے، پیروان اجماع و شوریٰ نے مرید صحابہ ہونیکے باوجود اُن سے وفا نہ کی

صحابہ کی محبت و پیروی کا دم بھرنے والے اپنے اعمال نامہ کے اوراق پر حجر ابن عدی کے خون کے نورانی قطروں کی جگمگاہٹ آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ حجر بن عدی کوئی معمولی صحابی نہ تھے۔ بلکہ خود علماء اہلسنت کو اعتراف ہے کہ یہ بہت بڑے فاضل مقدس اور ولی خدا تھے۔ بارگاہ الٰہی میں ان کی دعا اس درجہ مقبول تھی کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہو جاتا تھا۔ لیکن ہزار حیف کہ صحابہ کے نام پر مرنے والے ایسے صحابی کبیر کا خون بیدردی سے بہا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور پھر اس کے قاتل کو بھی امام برحق اور مجتہد شریعت سمجھتے ہیں اُن کو مطلق تردد نہیں ہوتا۔

ناظرین وہ روایت ملاحظہ کریں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر بن عدی ایک ولی خدا مستجاب الدعوۃ، مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ ان کے قاتل کون تھے؟ اور اُن کے قاتلوں کا اعمال نامہ سفاکی و خونخواری، وحشت و بربریت کا وہ مرقع ہے یا نہیں جو وحشیان تاتار و بربر کیلئے بھی مرقع عبرت بن سکتا ہے؟

روی ابراھیم بن الجنید فی کتاب الاولیاء بسند منقطع انہ:

"ابراہیم بن سعید نے کتاب اولیاء میں روایت کی ہے کہ حجر بن عدی کو جنابت عارض ہوئی تو

حجر بن عدی اصابته جنابة فقال للموکل به اعطنی شرابی اتطهر به ولا تعطنی غداً شیئاً فقال اخاف ان تموت عطشاً فیقتلنی معاویة فدعی الله فانسکبت له سحابة بالماء فاخذ منها الذی احتاج الیه فقال له اصحابه ادع ان یخلصنا الله فقال اللهم خیر لنا

(اصابہ جلد اول ص۲۱۵)

تو انھوں نے اس شخص سے جو ان کی نگرانی پر معین تھا یہ کہا کہ تو مجھے جتنا پانی پینے کے لئے دیتا ہے وہ آج ہی دیدے تاکہ طہارت کر لوں اس کے عوض میں کل کچھ پانی نہ دینا۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پیاس سے ہلاک ہو جاؤ اور معاویہ اس الزام میں مجھے قتل کر دے۔ تب حجر بن عدی نے خدا سے دعا کی اور فوراً ایک ابر آیا اور پانی برس گیا۔ حجر بن عدی نے بقدر حاجت پانی لے کر طہارت کر لی۔ یہ ماجرا دیکھ کر ان کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ ہماری رہائی کیلئے دعا کیجئے۔ انھوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ پروردگار ہمارے لئے خیر مقدر فرما۔"

خالد بن عرفطہ صحابی نے حجر بن عدی کندی کے خون میں ہاتھ رنگ لینے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں بھی حکومت بنی امیہ کی شاندار خدمتیں انجام دیں۔ اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے:۔

عن سوید بن غفلة قال جاء رجل الی علیؑ فقال انی مررت بوادی القری فرأیت خالد بن عرفطة بها مات فاستغفر له فقال انه

سوید بن غفلہ ناقل ہے کہ ایک شخص نے آکر جناب امیرؑ سے عرض کی کہ میرا گذر وادی القریٰ میں ہوا اور وہاں دیکھا کہ خالد بن عرفطہ مر گیا ہے آپ اس کے حق میں استغفار فرمائیں حضرتؑ

لم یمیت ولا یموت حتی یقود
جیش ضلالة ویکون صاحب
لوائه حبیب بن حمار فقام رجل
فقال یا امیر المومنین انی لک محب
وانا حبیب بن حمار فقال لتحملها
وتدخل بها من هذا الباب واشار
الی باب المقبل فاتفق ابن زیاد
بعث عمر بن سعد الی الحسین
بن علیؑ فجعل خالدا علی مقدمته
وحبیب بن حمار صاحب
رایته فدخل بها المسجد
من باب المقبل۔

اصابہ جلد اول
ص ۴۱۰

نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا ہے اور نہ مرے گا۔
اس وقت تک کہ ایک لشکر ضلالت کا سردار
بنے اور اس لشکر کا علمبردار حبیب بن حمار
ہوگا۔ یہ کلام سنکر ایک شخص اٹھکر کہنے لگا
کہ امیر المومنین! حبیب بن حمار میں ہی ہوں
اور میں تو آپ کا دوستدار ہوں۔ (پھر آپ
میرے حق میں یہ کیا فرماتے ہیں؟) آپ نے
فرمایا کہ ایسا ہی ہونے والا ہے کہ تو اس لشکر
کا علمبردار ہوگا۔ اور اس دروازے سے علم
لئے ہوئے داخل کوفہ ہوگا۔ آپ نے باب مقبل کی
طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابن
زیاد نے عمر بن سعد کو حسینؑ بن علیؑ سے لڑنے کیلئے
روانہ کیا۔ اور اس نے مقدمۂ لشکر پر خالد بن
عرفطہ کو مقرر کیا۔ اور حبیب بن حمار کو اس کا
علمبردار بنایا اور وہ علم لئے ہوئے باب مقبل سے داخل مسجد کوفہ ہوا۔"

زبرقان بن اسلم

ابن مندہ نے ان کا شمار بھی صحابہ کیا ہے۔
ابو وائل شقیق بن سلمہ راوی ہے کہ جب حضرت
امام حسین علیہ السلام میدان کربلا میں جنگ کے لئے تشریف لائے۔ "وتوجہ الی من مبارز"
فرمایا تو ایک شخص ..... مقابلہ میں آیا جس کا نام زبرقان بن اسلم تھا۔ اور

Marfat.com

اُس نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ زبرقان نے کہا۔ اے فرزند برادر تم واپس جاؤ اس لئے کہ خدا کی قسم میں نے ایک مرتبہ حضرت رسولِ خداؐ کو دیکھا کہ آپ قبا کی طرف سے ناقہ سرخ پر سوار چلے آرہے تھے۔ اور تم اُن کے آگے بیٹھے تھے۔ پس میں نہیں چاہتا کہ رسولِ خداؐ سے اس حالت میں ملوں کہ تمہارا خون میری گردن پر ہو۔ پس حضرت واپس آئے اور زبرقان بھی لوٹ گیا۔

(اسد الغابہ ص ۲۶۹ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

سبحان اللہ! کس قدر باحیا اور حق شناس رسولؐ کے صحابی ہیں کہ سب کچھ جانتے اور سمجھنے کے باوجود یزید کی طرفداری کو فرزند رسولؐ کی حمایت پر مقدم رکھتے ہیں۔ بہر حال یہی غنیمت ہے کہ آپ کو امام حسینؑ کے خون میں آلودہ ہو کر بروز قیامت رسولِ عربیؐ سے آنکھیں چار کرنے شرم تو آئی۔ دوسروں میں تو اتنی بھی حمیت و غیرت باقی نہ تھی۔

عمرو بن حجاج زبیدی

علامہ ابن حجر اصابہ میں فرماتے ہیں:۔ ذکر الطبرانی لہ صحبۃ جلد ۲ ص ۵۳۶

یہ صحابی اس فوج کا افسر تھا جس کو عمر بن سعد نے نہر فرات پر متعین کیا تھا۔ تاریخ طبری لکھتے ہیں:۔

عن حمید بن مسلم الازدی قال جاء من عبید اللہ بن زیاد کتاب الی عمر بن سعد اما بعد فحل بین الحسینؑ واصحابہ وبین الماء ولا تمکن الحسینؑ وا

"حمید بن مسلم ازدی راوی ہے کہ عمر بن سعد کے پاس عبید اللہ بن زیاد کا ایک خط پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ حسینؑ و اصحاب حسینؑ پر پانی بند کر دے وہ قطرہ پانی بھی

يدن وقوامنه قطرة كما صنع بالتقي الزكي المظلوم امير المومنين عثمان بن عفان فبعث عمر بن سعد عمرو بن الحجاج على خمسمائة فارس من فرزوا الشريعة وحالوا بين الحسين واصحابه وبين الماء ان يسقوا قطرة وذالك قبل قتل الحسين بثلاث۔ جلد ۶ صـ ۲۳۵

نہ پی سکیں جس طرح کہ عثمان بن عفان کیلئے کیا گیا تھا۔ حمید کہتا ہے کہ خط پہونچنے کے بعد عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا ان لوگوں نے گھاٹ پر اتر کر پہرہ جما دیا۔ یہ کام قتل حسین سے تین دن پیشتر کیا گیا۔

عمر بن حجاج صحابی امام حسینؑ کو دین سے خارج سمجھتا تھا۔ صحابیت کی پرستش کرنے والوں کیلئے ایک اسوہ حسنہ

مورخ طبری کا بیان ہے:۔

قال الزبيدي انه سمع عمرو بن الحجاج حين دنى من اصحاب الحسين يقول يا اهل الكوفة الزموا طاعتكم وجماعتكم ولا ترتابوا في قتل من مرق من الدين وخالف الامام فقال له الحسين يا عمرو بن الحجاج على تحرض الناس اتحن مرقنا من الدين وانتم ثبتم عليه الخ

(طبری صـ ۳۴۹)

زبیدی کا قول ہے کہ اس نے عمرو بن حجاج کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے کوفہ والو! اپنے امام کی اطاعت اور اپنی جماعت بندی پر قائم رہو اور اس شخص کے قتل کرنے میں کچھ تردد نہ کرو جو دین سے خارج ہو گیا ہے اور جس نے امام وقت کی مخالفت کی ہے (یہ سنکر) امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عمرو بن حجاج! کیا تو میرے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے۔ کیا ہم دین سے خارج ہیں اور تم دین پر ثابت قدم ہو۔

کیا عمر بن حجاج صحابی کے اس کلام کو دیکھ لینے کے بعد بھی کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ یزید نے امام حسینؑ

Marfat.com

کٹر سنی نہ تھے۔ دیکھو عمرو بن حجاج صحابی اسی طاعت وجماعت پر ثبات واستقلال کا مظاہرہ کرنے کی اہل کوفہ کو ہدایت کر رہا ہے جو اہلسنت کا دین ومذہب ہے اور یہ صحابی امام حسین کو دین سے خارج اور امام وقت کا مخالف ٹھہرا کر اپنے ہمشرب لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ ایسے شخص سے قطعی تردد نہ کریں جس سے اس کے اس عقیدہ پر صاف روشنی پڑتی ہے کہ یزید امام وقت وخلیفہ رسول ہے۔ لہذا اس کا مخالف خارجی وواجب القتل ہوگا۔ اور اس کا یہ عقیدہ عبداللہ عمر جیسے بلند مرتبہ صحابی کے عقائد کے سراسر مطابق تھا۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے:۔ جلد پنجم صفحہ ۱۰۷

عبداللہ بن عمر بھی بیعت یزید کو دین وایمان اور اس کی مخالفت کو کفر وجاہلیہ تصور فرماتے تھے، عمرو بن حجاج وعبداللہ بن عمر کا اتحاد عقیدہ

(۱) ان عبداللہ بن مطیع اراد ان یفر من المدینۃ لیالی فتنۃ یزید بن معاویۃ فسمع بذالک عبداللہ بن عمر فخرج الیہ حتی جاءہ وقال این تریدیا ابن عم فقال لا اعطیھم طاعۃ ابدا فقال یا ابن عم لا تفعل فانی اشھد انی سمعت رسول اللہ یقول من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔

یعنی جب شامیوں نے فتنے برپا کر رکھے تھے عبداللہ بن مطیع نے مدینہ سے بھاگ جانے کا قصد کیا جب یہ خبر عبداللہ بن عمر نے سنی تو ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے بھائی! کہاں جاتے ہو عبداللہ بن مطیع نے جواب دیا کہ میں اہل شام کی اطاعت قبول نہ کروں گا۔ عبداللہ بن عمر نے سمجھایا کہ ایسا نہ کرو۔ میں اس کا گواہ ہوں کہ اپنے کانوں سے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں مرے گا کہ کسی کی بیعت میں نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(۲) صحیح بخاری میں ہے:۔ جلد ہشتم صفحہ ۵۵۵ بر حاشیہ فتح الباری۔

Marfat.com

عن نافع قال لما خلع اهل المدينة
يزيد بن معاوية جمع حشمه وولده
فقال اني سمعت النبي ص يقول ينصب لكل
غادر لواء يوم القيامة وانا قد بايعنا
هذا الرجل على بيع الله ورسوله واني
لا اعلم غدرا اعظم من ان يبايع رجل
على بيع الله ورسوله ثم ينصب له
القتال واني لا اعلم احدا منكم خلعه
ولا تابع في هذا الامر الا كان الفيصل بيني و بينه

نافع راوی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ
کی بیعت و اطاعت کا طوق اتار پھینکا تو عبداللہ بن
عمر نے اپنی اولاد اور حشم و خدم کو جمع کر کے کہا کہ میں نے
آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ ہر غدار کیلئے ایک
جھنڈا بروز قیامت کھڑا کیا جائیگا۔ تاکہ رسوا
ہو۔ ہم نے بیعت خدا و رسول کے زیر ...
اس شخص (یزید بن معاویہ) کی بیعت کی ہے اور میں نہیں
جانتا کہ اس سے بڑھ کر غدر کچھ اور بھی ہوگا کہ کسی شخص کی بیعت کرنے
کے بعد اس سے جنگ کی جائے۔ لہذا تم لوگوں میں سے جو شخص
یزید کو خلافت سے معزول کرنا چاہیگا اور اس امر میں (دوسروں کی) پیروی کریگا تو ہمارے اور اس کے
درمیان روابط کا فیصلہ ہوگا۔"

دیکھئے اور غور کیجئے عبداللہ جیسا مقدس ترین صحابی بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بیعت یزید بن
معاویہ ہر دین و ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ طوق زریں جس کے گلے میں نہ ہوگا اس کی موت کفر و جاہلیت
کی موت ہوگی۔ پس جبکہ باقی عقیدہ عمرو بن حجاج اور عبداللہ بن عمر میں کوئی فرق نہ تھا۔ اور جس جماعت
طاعت ثابت تام رکھتی تھی اثر بن حجاج اہل کوفہ کو کر رہا تھا اسی کی نصیحت عبداللہ بن عمر بھی اپنے
اعزہ و احباب کو کر رہے تھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کے فضائل و مناقب میں دفتر کے
دفتر سیاہ کئے جائیں اور یہ دعویٰ کیا جائے کہ روئے زمین پر ان سے بڑھکر کوئی صاحب
زہد و تقویٰ نہ تھا۔ اور عمرو بن حجاج کو شیعہ رافضی کہہ کر رسوا کیا جائے۔ کسی ایسے
صحابی کو جو عبداللہ بن عمر کی طرح فرقہ سنیہ کے اصول و عقائد کی تلبیس و ... ...

میں جد وجہد کر رہا ہو "شیعہ رافضی" ٹھہرانا اور یہ شور مچاتے رہنا کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے بے عقلی اور بیدینی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کیا کوئی صحابی بھی رافضی ہو سکتا ہے اور وہ بھی ایسا صحابی جو اہلسنت کے اصول و عقائد مذہبی کی تبلیغ میں مجاہدہ کر رہا ہو۔؟ نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ کے چند ناعاقبت اندیش مولوی صاحبان مبلغ دین و مذہب صحابہ کو "رافضی و مستحق لعن و طعن" ٹھہرا کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اور اپنے سادہ لوح مریدوں کو بھی سب و شتم صحابہ کی بدعت میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں۔ کاش یہ بندگان شکم صحابہ رسولؐ ہی سے وفا کرتے۔

حجار بن ابجر:- اصابہ ابن حجر میں ہے۔ جلد ۱ ص ۱۷۴

حجار بن ابجر بن جابر العجلی له ادراک "حجار بن ابجر بھی شرف یافتہ صحبت سرور انبیاء تھا"

یہ صحابی عبیداللہ بن زیاد کے مخصوص وفاداروں میں سے تھا۔ تاریخ طبری میں ہے۔ جلد ۶ ص ۲۰۸ (واقعات حضرت مسلمؑ کے ذیل میں ہے) عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن الاشعث کو حکم دیا کہ قبیلہ کندہ و حضرموت میں سے جو لوگ اس کی اطاعت کریں ان کو اپنے ہمراہ لیکر نکلے اور امان کا جھنڈا ان لوگوں کے لئے نصب کرے جو (حضرت مسلمؑ کا ساتھ چھوڑ کر) اس کے پاس آئیں

وامر محمد بن الاشعث ان یخرج فیمن اطاعه من کندة وحضرموت فیرفع رایة الامان لمن جائه من الناس وقال مثل ذالك للقعقاع بن شور الذهلی وشبث بن ربعی التمیمی وحجار بن الجبر العجلی۔

"ایسا ہی حکم قعقاع بن شور و شبث ربعی و حجار بن ابجر کو بھی دیا۔"

یہ صحابی میدان کربلا میں بھی عمر بن سعد کی فوج میں موجود تھا۔ چونکہ امام حسینؑ کے پاس خط طلب لکھنے والوں میں وہ بھی تھا۔ اس لئے حضرتؑ نے دوسرے خط بھیجنے والوں

Marfat.com

ص ۳۴۳

کے ذیل میں اس کو بغرض اتمام حجت مخاطب فرمایا تھا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں جلد

قال فنادی یا شبث بن ربعی یا حجار بن الجبر و یا قیس بن الاشعث و یا زید بن الحارث الم تکتبوا الیّ الخ

امام حسینؑ نے بآواز بلند فرمایا کہ اے شبث بن ربعی اے حجار بن الجبر۔ اے قیس بن الاشعث۔ اے یزید بن الحارث کیا تم لوگوں نے میرے پاس یہ باتیں نہیں لکھی تھیں الخ

کثیر بن شہاب الحارثی۔ اس شخص کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن اس کے تابعی ہونے میں تو بہت شبہ نہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے جلد ۶ ص ۱۰۱

کان کثیر بن شہاب سید مذحج بالکوفۃ ..... وقد روی عن عمر بن الخطاب و ولّی الری لمعاویۃ بن ابی سفیان۔

کثیر بن شہاب کوفہ میں قبیلہ مذحج کا سردار تھا۔ ..... عمر بن الخطاب سے روایت کرتا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے اسکو ملک رے کا حاکم مقرر کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ یہ شخص معاویہ کیجانب سے ملک رے کا گورنر تھا۔ اور بالخصوص حضرت عمر کی روایات کی تبلیغ و اشاعت کرتا تھا۔ اب کون مولوی عبدالشکور صاحب جیسے عقلائے زمانہ سے پوچھے کہ حضرت عمر کے خاص معتقدین اور امیر معاویہ کے خواص امرائے سلطنت کو "شیعہ رافضی" کہنا آخر عدیم المثال جہل و نافہمی نہیں ہے۔؟ بہر حال حضرت عمر کے عقیدتمندوں اور امیر معاویہ کے نمک خواروں سے بجز اس کے اور کیا امید کی جا سکتی ہے کہ خاندان رسالت کی تباہی میں کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا ہوگا۔ اگر ایسے لوگ علمائے اہلسنت کے خیال میں شیعہ رافضی تھے تو شوق سے ان پر صد ہزار ..... فرمائیں۔ ہم بھی "بیش باد" کہنے کیلئے دل و جان سے حاضر ہیں۔

Marfat.com

مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک ان لوگوں کی روایات کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ اور ان پر اس مذہب کے عقائد و اعمال کی بنیاد قائم ہے۔ اس وقت تک ان لوگوں کو "رافضی" ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

اس صحابی نے عبید اللہ بن زیاد کی جو خدمات انجام دیں اور جس طرح وفاداری کا حق ادا کیا وہ مورخ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم کیجئے۔

(۱) خرج کثیر بن شہاب یخذل الناس عن مسلم بن عقیل۔ ع

(۱) کثیر بن شہاب باہر آیا اور اہل کوفہ کو مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دینے پر بہکانے لگا۔

(۲) قال اشرف علینا الاشراف فتکلم کثیر بن شہاب اول الناس حتی کادت الشمس ان تجب فقال یا ایھا الناس الحقوا باھالیکم ولا تعجلوا الشر ولا تعرضوا انفسکم للقتل فان ھذا جند امیر المومنین یزید قد اقبلت۔

(۲) یعنی بالائے قصر سے اشراف و معززین ہماری جانب متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی یہاں تک کہ آفتاب قریب غروب پہونچا۔ اس نے یہ کہا کہ لوگو! تم اپنے اہل و عیال کی طرف واپس چلے جاؤ اور شر انگیزی میں جلدی نہ کرو۔ اور اپنی جانوں کو معرض قتل و ہلاکت میں نہ ڈالو (دیکھو) امیر المومنین یزید کی فوجیں یہ آپہونچیں۔

(۳) فلما اجتمع عند عبید اللہ کثیر بن شہاب ومحمد والقعقاع بن شور فیمن اطاعھم من قومھم فقال لہ کثیر وکانوا ناصحین لابن زیاد اصلح اللہ الامیر معک فی القصر ناس کثیر من اشراف الناس من شرطک واھل بیتک وموالیک فاخرج بنا الیھم فیدخلون فیہ راضین

(۳) جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس کثیر بن شہاب اور قعقاع بن شور جو اس کے مخلصین میں سے تھے مع ان افراد قوم کے جنہوں نے ان لوگوں کی اطاعت کی جمع ہوئے تو کثیر نے ابن زیاد سے کہا کہ تمہارے ساتھ اس قصر میں سرداران قبائل، پولیس کے سپاہیوں اور تمہارے گھر انے والوں، اور غلاموں کی ایک بڑی جمعیت موجود ہے۔ تم ہم سب کو ساتھ لیکر

Marfat.com

فابی عبید اللہ الخ اصحاب مسلمؑ کے مقابلہ کیلئے باہر چلو مگر ابن زیاد نے اس رائے کو نہ مانا۔"

مسروق بن وائل الحضرمی:۔ "یہ شخص وفد حضرموت کیساتھ خدمت نبی میں حاضر

قدم علی النبی صلعم فی وفد حضرموت فاسلموا۔ ہوا اور اسلام قبول کیا۔" استیعاب جلد ۲ ص ۲۰۲

اس کا بھائی عبدالجبار بن وائل (جس کا شمار تابعین میں کیا گیا ہے) جس کے متعلق ابن سعد کی رائے ہے "کان ثقۃ ان شاء اللہ" یعنی ان شاء اللہ یہ تابعی قابل وثوق واعتبار تھا، خود اس کی زبانی ناقل ہے:۔

قال کنت فی اوائل الخیل ممن سار الی الحسینؑ فقلت اکون فی اوائلھا لعلی اصیب راس الحسینؑ فاصیب به منزلة عند عبید اللہ بن زیاد الخ

(طبری جلد ۶ ص ۲۴۶)

"میں ان سواروں کی اگلی صف میں تھا جو حسینؑ کیطرف آئے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اگلی ہی صف کے سواروں میں رہوں شاید مجھے حسینؑ کا سر ملجائے۔ اور اس ذریعہ سے عبید اللہ کے دربار میں قدر و منزلت پاؤں۔"

سبحان اللہ آسمان صحابیت کا یہ جگمگاتا ستارہ کتنا روشن تمنائیں دل میں رکھتا ہے کہ "اگر مجھے حسینؑ کا سر ہاتھ آجائے تو قسمت چمک اٹھے اور ابن زیاد کے دربار میں قدر و منزلت حاصل ہو جائے۔ اور غرض یہ اس تمنا میں یہ کوشش کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے قاتلان حسینؑ کی صف اولیٰ میں رہے تاکہ موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ کیا علمائے اہلسنت اس صحابی کو ہمارا حاجت روا کی "ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء ولکل نور" قرار دیکر اس کی بڑی نذریں کریں۔ یہ غالباً میرا یہ سوال بے محل نہ ہوگا کیونکہ اگر روح دین یا دو یزید کی خوشنودی کی وہی تمنائیں دلوں میں موجزن نہ ہوں جو مسروق بن وائل کے دل میں تھیں

Marfat.com

تو ہر سال محرم آتے ہی عزاداران حسینؑ کے خلاف عالم جذبات میں طوفان عظیم کیوں برپا ہو جاتا ہے۔ اگر حسینؑ نہیں نہ سہی اون کی یادگاریں تو موجود ہیں۔ انہیں کو مٹانے کی ان تھک کوشش کر کے ثواب دارین کا سامان بہت کچھ جمع کر لیتے ہیں۔

قاضی شریح: ان بزرگ کا نام نامی اسلامی دنیا میں زبان زد خاص و عام ہے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ان کو قاضی مقرر کیا۔ اس وقت سے تقریباً یہ منصب ان کی جاگیر قرار پا گیا تھا۔ بیس برس کوفہ میں اور سات برس بصرہ میں اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اصابہ ابن حجر میں مذکور ہے:

قال ابن المدینی قضی لزیاد بالبصرۃ سبع سنین وقضی بالکوفۃ ثلاثا و خمسین سنۃ وقد روی شریح عن النبیؐ وعن عمر وعن علیؑ وابن مسعود و غیرھم وروی عنہ ابو وائل وقیس بن ابی حازم والشعبی ومجاھد وابن سیرین وآخرون۔

"ابن المدینی کہتا ہے کہ شریح زیاد کی جانب سے سات برس بصرہ کا قاضی رہا۔ اور کوفہ میں ۵۳ سال اس عہدہ پر فائز رہا۔ شریح نبی کریمؐ اور عمر و حضرت علیؑ و ابن مسعود وغیرہم سے روایت کرتا تھا۔ اور اس سے ابو وائل وقیس بن ابی حازم و شعبی و مجاہد و ابن سیرین وغیرہم نے روایت کی ہے۔"

مگر افسوس ہے کہ آپ باین ہمہ مناقب و مفاخر زیاد و ابن زیاد کے آلہ کار بنے رہے۔ پھر زیاد کے حکم سے حجر بن عدی کندی اور ان کے رفقاء کے خلاف شہادت دیکر اون لوگوں کے خون ناحق میں شریک ہوئے اور ثواب دارین حاصل کیا۔ پھر ابن زیاد کے عہد میں اس کے مقاصد کی تکمیل میں نمایاں حصہ لے کر صحابیت میں چار چاند لگاتے رہے۔ تاریخ طبری لکھتے ہیں:

Marfat.com

وبلغ عمرو بن الحجاج ان هانئا قد قتل
فاقبل فی مذحج حتی احاط بالقصر
ومعه جمع عظیم ثم نادی انا عمرو بن الحجاج
هذه فرسان مذحج ووجوهها لم نخلع طاعة
ولم نفارق جماعة وقد بلغهم ان
صاحبهم یقتل فاعلموا ذلک فقیل
لعبید الله هذه مذحج بالباب فقال
لشریح القاضی ادخل علی صاحبهم
فانظر الیه ثم اخرج فاعلمهم انه لم یقتل
وانک قد رأیته فدخل علیه شریح فنظر
الیه قال ابو مخنف فحدثنی الصقب
بن زهیر عن عبد الرحمان بن
شریح قال سمعته یحدث اسمعیل بن
طلحة قال دخلت علی هانئ فلما
رآنی قال یا لله یا للمسلمین
الهلکة هلکت دینک فاین اهل
الدین واین اهل الصبر
تفاقدوا تخاذلوا وعدوهم
واین غدرهم والله ساء تسییل

"جب عمرو بن حجاج کو معلوم ہوا کہ ہانی قتل کر دیئے
گئے تو اس نے قبیلہ مذحج کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ
آکر قصر ابن زیاد کا محاصرہ کر لیا اور آواز دی کہ میں عمرو
بن حجاج ہوں اور یہ قبیلہ مذحج کے شہسوار اور معزز
ہیں۔ ہم نے نہ طاعت سے اپنی گردنوں کو چھڑایا
اور نہ جماعت سے علیحدہ ہوئے۔ ہمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ ہمارا
ساتھی (ہانی) قتل کیا جا رہا ہے۔ اس خبر کو ہم نے
بہت غلط سمجھا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ قبیلہ مذحج
قصر کے دروازہ پر جمع ہو گیا ہے تو اس نے شریح قاضی
سے کہا کہ تم ہانی کے پاس جاؤ اور آنکھوں سے دیکھ کر کہدو
کہ وہ زندہ ہیں قتل نہیں کئے گئے۔ تم نے ان کو
بچشم خود صحیح سالم دیکھا ہے۔ قاضی شریح
نے آکر ہانی کا معائنہ کیا۔ ابو مخنف نے روایت
کی ہے کہ عبدالرحمن بن شریح نے اپنے باپ
اسماعیل بن طلحہ سے یہ بیان کیا۔
جب سنا کہ میں ہانی کے پاس گیا اور انہوں
نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ یا اللہ کیا میرے
شیعہ والے سب کے سب ہلاک ہو گئے
کہاں ہیں اہل دین اور کہاں ہیں اس شہر والے

Marfat.com

فی لحیتہ اذ سمع الرجۃ علی باب القصر
وخرجت واتبعتی فقال یا شریح ان
لا اظنہا الا اصوات مذحج وشیعتی
من المسلمین ان دخل علی عشرۃ
نفر انقذونی فان خرجت الیہم
ومعی حمید ابن بکر الاحمری ارسلہ
معی ابن زیاد وکان من شرطہ
ممن یقوم علی راسہ وایم اللہ لولا
مکانہ لکنت ابا فت اصحابہ ما
امرنی بہ فلما خرجت الیہم قلت ان
الامیر لما بلغہ مکانکم ومقالتکم
فی صاحبکم امرنی بالدخول الیہ
فاتیتہ فنظرت الیہ فامرنی
ان القاکم وان اعلمکم انہ حی و
ان الذی بلغکم من قتلہ کان
باطلا۔ (طبری جلد ۶ ص ۲۱۰)

انھوں نے مجھے دشمن کے حوالے کیوں کر دیا ہے
بالی یہ کہہ رہے تھے اور خون ان کی داڑھی پر
جاری تھا۔ اسی اثنا میں قصر کے دروازے
پر شور و غل سنا۔ میں باہر آنے لگا تو انھوں نے مجھ
سے کہا کہ اے شریح میں گمان کرتا ہوں کہ یہ
آواز قبیلۂ مذحج والوں کی ہے۔ اگر دس نفر
بھی ان میں سے مجھ تک پہونچ جائینگے تو مجھے
بچا لیں گے۔ میں باہر آیا تو حمید بن بکر جو اس
کے محافظ سپاہیوں میں سے تھا اور
ابن زیاد نے اس کو میرے ساتھ بھیجا
تھا میرے ساتھ تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو
میں اصحاب ہانی تک ان کا پیام پہونچا دیتا
میں نے ان سے فقط اتنا ہی کہدیا کہ جب امیر
کو تمھارے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور ہانی
کے متعلق تمھاری گفتگو کا علم ہوا تو امیر نے
مجھے حکم دیا کہ میں ہانی کو اپنی آنکھوں سے
دیکھلوں اور کہدوں کہ وہ زندہ، صحیح و سالم ہیں اور ان کے قتل کی خبر جو تم نے سنی ہے غلط تھی۔"

یقین ہے کہ ناظرین کے لیے عمرو بن حجاج زبیدی کے یہ کلمات کہ "میں
عمرو بن حجاج اور یہ قبیلہ مذحج کے بڑے بڑے سردار حاضر ہیں یہ لوگ تو اطاعت

Marfat.com

اور "وقی" سے نہیں اتار سکتے اور نہ جماعت میں تفرقہ پردازی کی ہے۔"
سرمہ چشم بصیرت بن جائیں گے کیونکہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو بن حجاج
اور اس کے قبیلہ کے دوسرے سرداروں نے امام حسینؑ اور جناب مسلم
بن عقیل کی جانب مائل ہو کر جادہ طاعت و جماعت سے کبھی منہ نہیں موڑا
تھا۔ لہٰذا اس کے راسخ العقیدہ اور خالص سنی ہونے..... میں چون و چرا کی گنجائش
کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور جب کہ عمرو بن حجاج اور اس کے وہی سرداران قبیلہ
جن کو امام حسینؑ کے ساتھ کبھی رجحان طبع سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ سرزمین کربلا
پر پہونچ کر نہر کے کنارے پہرہ بٹھانے اور طرح طرح کے مظالم کرنے میں سرگرم
رہے۔ تو یہ کہنا کیونکر نتیجہ عقل و فہم تصور کیا جا سکتا ہے کہ "قاتلان حسینؑ
شیعہ تھے" اس قدر حیرت انگیز امر ہے کہ خود عمرو بن حجاج صحابی جیسے
کوفی سردار تو پکار پکار کر یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ہم ابتدا سے مسلک سنن پر
ثابت قدم ہیں۔ ہم نے اصول طاعت و جماعت سے منہ پھیر کر حسینؑ ابن علیؑ اور
مسلمؑ بن عقیل کی بیعت و اطاعت سے کبھی سروکار نہیں رکھا۔ مگر اس زمانہ کے
روشن دماغ علماء دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ مذہب شیعہ کے پیرو تھے۔
بھلا اس ہٹ دھرمی اور کج فہمی کا کیا علاج ہے۔ نعوذ باللہ من سوء السریرۃ و فقدان البصیرۃ

حصین بن نمیر سکونی

اس بدشمن خدا کا صحابی ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے۔
اس کی بداعمالیوں کا جائزہ لینے میں بہت سا وقت ضائع کرنا پڑے گا۔ لہٰذا اسی قدر
لکھ دینے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ یہ شخص ابن زیاد کی فوج میں بہت بڑا افسر تھا اور تمام
اطراف و جوانب سے کوفہ تک پہونچنے والے راستوں کی ناکہ بندی پر مقرر کیا گیا تھا اس نے

امام حسینؑ کے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کو مقام قادسیہ میں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا اور وہ اس کے حکم سے بہ کمال ظلم و ستم شہید کر دیئے گئے۔

(دیکھو طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۳)

اس کی روایت کردہ حدیثیں کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے:

یزید بن حصین بن نمیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ بخاری نے کہا کہ اوس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس سے محمد بن الزبیر نے سنا۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵۹۹)

یزید بن حصین بن نمیر قال البخاری لم یصح حدیثہ سمع منہ محمد بن الزبیر

شبث بن ربعی

(۱) شبث بن ربعی رسولؐ کا صحبت یافتہ تھا۔ حذیفہ اور علیؑ سے روایت کرتا تھا اور اس سے امام محمد بن کعب قرظی اور سلیمان تیمی نے روایت کی ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ سجاح بنت منذر جو بعد آنحضرتؐ مدعی نبوت ہوئی تھی۔ شبث بن ربعی اسکا مؤذن بنا پھر دوبارہ اسلام میں داخل ہوا ابن کلبی کہتے ہیں۔ وہ حضرت علیؑ کے اصحاب میں داخل ہوا۔ پھر خوارج کا ساتھی ہو گیا پھر اس سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد قاتلان حسینؑ میں شامل ہو گیا..... یہ پہلا شخص ہے

شبث بن ربعی (۱) له ادراك ورواية عن حذيفة وعلي وروى عنه محمد بن كعب القرظي وسليمان التيمي قال الدارقطني يقال انه كان مؤذن سجاح التي ادعت النبوة ثم راجع الاسلام وقال ابن الكلبي كان من اصحاب علي ثم صار مع الخوارج ثم تاب ثم كان فيمن قاتل الحسين ..... كان اول من

Marfat.com

اعان علی قتل عثمان وبئس الرجل ھو الخ جس نے قتل عثمان میں قاتلوں کی امداد کی وہ بہت برا آدمی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس نے خارجیوں سے جدا ہو کر توبہ و انابت کر لی تھی۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ صحابیت میں جتنے کمالات و اوصاف مضمر ہو سکتے ہیں شبث بن ربعی ان سب کا مظہر اتم تھا۔ کاش نظر والے اب بھی عبرت حاصل کر لیں۔ اور سمجھ لیں کہ کسی کے صحابی ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ خواہ مخواہ وہ شخص پاکباز و دیندار بھی ہو۔ بلکہ صحابیت کی دنیا میں ایسی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ جنکے سایہ سے دور رہنا ہی ہر دیندار کا سب سے بڑا فریضہ ہوگا۔ علامہ ذہبی نے اس کا شریک قاتلان حسینؑ ہونا بالکل نظر انداز کر دیا۔ غالباً اس تذکرہ کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی کہ یہ کوئی بڑا جرم و عیب نہ تھا۔ جو خاص طور سے نظر میں کھٹکنے کے قابل رہا ہو رہا خوارج کے مذہب میں داخل ہو جانا تو وہ اس جرم سے توبہ و انابت کر کے پاک و صاف ہو گیا تھا۔ غالباً اسی سبب سے آئمہ اہلسنت نے اس کی روایت قبول کرنے میں تردد نہیں فرمایا۔

اس صحابی کے اعمالنامہ میں یہ عجیب و غریب خصوصیت ہے کہ جس طرح قاتلان حسینؑ کی جماعت کا افسر اور رفیق کار رہا۔ اسی طرح حضرت عثمان کے خون ناحق میں سب سے پہلے اسی نے امداد دی تھی۔ اب دیکھئے مولانا عبدالشکور صاحب اور ان کے دوسرے ہمخیال اوس کے مذہب کے بارے میں کون سا ناطق فیصلہ فرماتے ہیں۔؟ کہنے والے تو یہی کہیں گے اگر بفرض محال اوس نے شیعہ ہونے کی حیثیت سے امام حسینؑ کے خون ناحق میں شرکت کی تو کون سا تعجب ہے جب کہ وہ اس سے پہلے "سنی" ہونے کے باوجود قتل عثمان کا سب سے پہلا بانی ہو چکا تھا۔ لہذا اوس نے میزان انصاف کو برابر رکھکر

Marfat.com

یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر بالفرض شیعوں نے اپنے امام سے غداری کی تو مذہب اہلسنت کے علمبردار بھی اون سے پہلے اپنے امام و خلیفہ برحق کے خون ناحق سے دین و ایمان کی کھیتی کو سیراب کر چکے تھے۔ پھر فرقہ شیعہ کو بالخصوص مجرم و ملزم قرار دینے کی ہوس کرنا انتہائی ناعاقبت اندیشی ہے یا نہیں؟

ابوبکر صدیق کے بھانجے محمد بن الاشعث

اس مشہور و معروف قاتل حسینؑ کی جلالت قدر اہلسنت کے نزدیک اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا حقیقی بھانجا تھا۔ اور اس قرابت کیوجہ ام المومنین عائشہ کے بیت میں آمد و رفت کا شرف عظیم رکھتا تھا۔ طبقات ابن سعد میں جلد ۶ صفحہ ۲۱۶

امہ ام فروۃ بنت ابی قحافۃ ..... ان محمد بن الاشعث ..... ان یکنی ابا القاسم ..... وکان یدخل علی عائشۃ فیکونہ بابی القاسم وقد روی محمد بن الاشعث عن عمر وعثمان۔

اس کی ماں ام فروہ بنت ابی قحافہ تھی۔ ..... کنیت اس کی ابوالقاسم تھی ..... ام المومنین عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا (غرض حضرت علی علیہ السلام سے اس کو کوئی سروکار نہ تھا)

کیا اندھیر ہے کہ رافضیوں کی عداوت میں سرشار ہو کر بعض علمائے اہلسنت ایسے شخص کو بھی "شیعہ" کا لقب دیرہے ہیں جو حضرت ابوبکر کا بھانجا۔ ام المومنین عائشہ کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اور حضرت عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا۔ اس کے مروایات سے کتب اہلسنت مالا مال ہیں۔ میزان الاعتدال ذہبی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ابن عدی

جیسے امام ملت و رکن مذہب کے شیوخ اساتذہ میں سے تھا۔
(دیکھو میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۲۵۱)

چونکہ ابن زیاد کے دربار میں اس شخص کا تقرب اور کوفہ و کربلا کے واقعات مظالم میں اوس کی پرجوش سرگرمی عام شہرت کی حد کو پہونچی ہوئی ہے۔ لہذا اُس کے اعمال کی فہرست پیش کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اوراق تاریخ پر اس کا طویل و عریض اعمالنامہ موجود ہے۔ ناظرین غور ضرورت ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

قیس بن الاشعث:-

محمد بن الاشعث کا بھائی ہے۔ اس کی انتہائی شقاوت کے ثبوت کے لیے طبری کا یہ بیان کافی ہے۔

واخذ قیس بن الاشعث قطیفتہ وکانت من خز وکان یسمی ابن قیس قطیفۃ۔
(طبری صفحہ ۲۶۰)

"قیس بن اشعث نے بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جسم مبارک سے خز کی ردا اُتار لے گیا۔ اوس دن سے لوگ اوس کو "قیس قطیفہ" کہنے لگے۔"

حمید بن مسلم الازدی:-

مشہور تابعی ہے۔ بہت سی روایات جن میں مظالم کربلا کا تذکرہ ہے اون کا ناقل یہی شخص ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ صفحہ ۲۵۶

حمید بن مسلم الازدی رأی واثلۃ بن الاسقع تفرد بالروایۃ عنہ سعید بن ابی ایوب

"حمید بن مسلم نے واثلہ بن الاسقع صحابی کو دیکھا تھا۔ سعید بن ایوب اس سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔"

Marfat.com

واقعات کربلا کے تذکرہ میں اس شخص کا ذکر خیر جابجا کیا گیا ہے منجملہ اون کے ایک موقع یہ بھی ہے۔

فسرح براسه من یومه ذالک مع خولی بن یزید وحمید بن مسلم الازدی الی عبید الله بن زیاد۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۶۶۰ و کامل جلد ۴ صفحہ ۳۳)

"عمر بن سعد نے سر مطہر امام کو خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا۔"

عزرہ بن قیس احمسی

طبقات ابن سعد میں ہے:۔ جلد ۶ صفحہ ۱۴۸

روی عن خالد بن الولید وکان معه فی مغازیه بالشام وروی ابو وائل عن عزرة بن قیس

"عزرہ بن قیس خالد بن الولید صحابی سے روایت کرتا تھا۔ اون کے ساتھ شام کی لڑائیوں میں رہ چکا تھا۔ ابو وائل تابعی اس سے روایت کرتا ہے۔"

مورخ طبری کا بیان ہے۔ جلد پنجم صفحہ ۲۵۰

وقاتلهم اصحاب الحسین قتالا شدیدا واخذت خیلهم تحملهم وانما هم اثنان او ثلاثة فانهزمت واخذت لا تحمل علی جانب من خیل اهل الکوفة الا کشفته فلما رأی ذالک عزرة بن قیس وهو علی

"سپاہ کوفہ سے اصحاب حسینؑ نے سخت جنگ کی۔ فقط ۳۲ سوار تھے۔ مگر حالت یہ تھی کہ جس جانب کوفیوں پر حملہ کرتے تھے انکی صفوں کو درہم و برہم کر دیتے تھے۔ عزرہ بن قیس جو کوفیوں کی سوار فوج کا افسر تھا اس نے یہ حالت دیکھکر اسکی فوج میں ہر جانب بھگدڑ پڑی ہوئی ہے عمر بن سعد

Marfat.com

خیل اهل الکوفة ان خیله تنکشف من کل جانب بعث الی عمر بن سعد عبد الرحمن بن حصین فقال الا تری ما تلقی خیلی منذ الیوم من هذه العدة الیسیرة ابعث الیهم الرجال والرماة

کے پاس عبدالرحمن بن حصین کے ذریعہ سے پیام بھیجا کہ تو دیکھتا ہے کہ ان گنتی کے چند سواروں کے ہاتھوں سے آج میری فوج کس آفت میں مبتلا ہے۔ لہذا تو ان پر حملہ کرنے کیلئے تیر اندازوں کی فوج روانہ کر۔

اس شخص کے مذہبی عقائد کا جائزہ لینے کے لئے طبری کی مندرج ذیل تحریر پر نظر کرنی چاہیئے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۷)

فقال لهم حبیب ابن مظاهر اما والله لبئس القوم عند الله غدا قوم یقدمون علیه قد قتلوا ذریته وعترته واهل بیته وعباد اهل هذا المصر المتهجدین بالاسحار والذاکرین الله کثیرا فقال له عزرة بن قیس انک لتزکی نفسک ما استطعت فقال له زهیر یا عزرة ان الله قد زکاها وهداها فاتق الله یا عزرة فانی لک من الناصحین انشدک الله

"حبیب ابن مظاہر نے اشقیاء کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مطلع ہو جاؤ! وہ قوم خدا کے نزدیک کل بہت بری ثابت ہوگی جو کہ ذریت وعترت واہل بیت اور اس شہر کے اون عابدوں کی جو صبح کے اوقات میں طاعت وعبادت خدا کرنے والے اور خدا کو بہت یاد کرنے والے ہیں قاتل ہوگی۔ عزرہ بن قیس نے حبیب سے کہا کہ جہانتک تم سے ہو سکا اپنے نفس کی پاکیزگی بیان کر رہے ہو۔ زہیر بن قین نے جواب دیا کہ اے عزرہ! اس نفس کو خدا ہی نے پاک کیا ہے اور اس کی ہدایت فرمائی ہے پس خدا سے ڈر۔ میں تیرے نصیحت کرنیوالوں

یاعزرة ان تکون ممن یعین اهل الضلال علی قتل النفوس الزکیة قال یازهیر ماکنت عندنا من شیعة اهل هذا البیت انما کنت عثمانیا قال افلست تستدل بموقفی هذا الی منهم

میں سے ہوں۔ میں تجھے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو نفوس زکیہ کے قتل کرنے پر گمراہوں کی مدد کرتے ہیں۔ عزرہ نے کہا اے زہیر! ہمارے نزدیک تم تو اس خاندان کے پیروؤں میں کبھی بھی نہ تھے۔ تم تو عثمانی تھے۔ زہیر نے فرمایا کہ تو میرے اس مقام پر ہونے سے اس بات پر استدلال نہیں کر سکتا کہ میں اسی گھرانے کا شیعہ دینے والا ہوں۔

علی بن قرظہ انصاری

فقتل عمرو بن قرظة بن کعب وکان مع الحسین وکان علی اخوه مع عمر بن سعد فنادی علی بن قرظة یاحسین یاکذاب ابن الکذاب اضللت اخی وغررته حتی قتلته الخ

یہ شخص قرظہ بن کعب انصاری کا بیٹا تھا (تاریخ طبری لکھتے ہیں)

عمرو بن قرظہ بن کعب امام حسین کے ساتھ تھے وہ جب شہید ہوئے تو علی بن قرظہ جو ان کا بھائی تھا اور عمر بن سعد کے ساتھ تھا پکار کر کہنے لگا اے حسین! اے کذاب ابن کذاب تم نے آخر میرے بھائی کو گمراہ کر کے قتل ہی کرا دیا۔

قعقاع بن شور تابعی

قعقاع بن شور قال ابوحاتم ضعیف الحدیث

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۱۳)

ابوحاتم کا قول ہے کہ یہ شخص ضعیف الحدیث تھا۔

Marfat.com

کثیر بن شہاب کے ساتھ اس شخص کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ زیادہ تطویل بے ضرورت ہوگی۔

حبیب بن حماز تابعی :۔ طبقات ابن سعد میں ہے جلد ۶ ص ۱۶۲

قد روی حبیب عن علیؑ "حبیب نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے"

عمر بن سعد بن ابی وقاص :۔ ملا علی قاری کا وہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے صاف لفظوں میں افواج کوفہ کے اس امیر الامرا و قائد اعظم کو مجتہد اور خوش انجام ظاہر فرمایا ہے۔

اب علامہ ذہبی کا وہ کلام پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علمائے اہلسنت اس دشمن اہلبیتؑ کی جلالت قدر کے کس حد تک قائل ہیں اور وہ اس کو کہاں تک نظر اعتماد و اعتبار سے دیکھتے ہیں۔

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ھو فی نفسہ غیر متہم بکنہ باثم قتال الحسین علیہ السلام وفعل الانا جیل سروی تبعۃ ابی اسحاق عن الغیر ادین حرب عن عمر بن سعد فقام الیہ رجل فقال ایما یخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی وقال

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اگرچہ فی نفسہ متہم نہیں ہے (یعنی روایت احادیث کے معاملہ میں اس پر کسی قسم کی تہمت وارد نہیں کی گئی ہے) لیکن اس نے حسینؑ کے جنگ کی اور بہت سے افعال اس سے سرزد ہوئے۔ ایک موقعہ پر شعبہ نے بسلسلۂ ابو اسحاق عمر بن سعد سے روایت نقل کی تو ایک شخص نے اٹھ کر یہ کہا کہ کیا تجھے

ؔ اس تابعی کا تذکرہ خالد بن غرفطہ صحابی کے تذکرہ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

Marfat.com

لا یعود وقال العجلی روی عنه الناس تابعی ثقة۔ (میزان جلد ۱ ص ۲۳۲)

خوف خدا نہیں ہے جو عمر بن سعد سے روایت کرتا ہے۔ اس کلام سے شعبہ رونے لگے اور کہا کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ عجلی نے کہا کہ لوگوں نے عمر بن سعد سے روایت کی ہے کہ اور وہ تابعی ثقہ تھا۔"

(۲) نیز تہذیب التہذیب میں ہے:

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ابو حفص المدنی سکن الکوفۃ روی عن ابیہ وابی سعید الخدری وعنہ ابنہ ابراہیم وابن ابنہ ابوبکر بن حفص بن عمر وابو اسحاق السبیعی والغیزار بن حریث ویزید بن ابی مریم وقتادۃ والزہری ویزید بن حبیب وغیرہم وھو تابعی ثقۃ وھو الذی قتل الحسین (جلد ۴ ص ۴۵۱)

(۲) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اس کی کنیت ابو حفص تھی۔ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص اور ابو سعید خدری سے روایت کرتا تھا اور اس سے ابراہیم اور اس کے پوتے ابوبکر بن حفص اور ابو اسحاق السبیعی اور غیزار بن حریث ویزید بن ابی مریم وقتادہ وزہری ویزید بن حبیب وغیرہم نے روایت کی ہے۔ وہ تابعی ثقہ تھا اور اسی نے حسینؑ کو قتل کیا۔"

معلوم ہوا کہ یہ اس قدر مقبول اور معتبر تابعی و صحابی زادہ ہے کہ بڑے بڑے تابعین و محدثین کی کثیر تعداد نے اوس سے روائتیں لینے میں مطلق تردد نہیں کیا ہے اور اس کی جلالت قدر کے مقابلہ میں جرم قتل حسینؑ کو نہایت کم وزن و ناقابل اعتنا سمجھ کر اس کو ثقہ اور قابل اعتبار کہنے میں شرم و حیا کی کچھ بھی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔ اس سے پہلے عرض کیا گیا ہے۔ یہ مجتہد تابعی تخت و تاج بنی امیہ کا اس قدر خیر اندیش و وفادار تھا کہ حضرت مسلمؑ کے معاملہ میں گورنر کوفہ نعمان بن بشیر

Marfat.com

کی طرف سے اشد دوسمت گیری کی پالیسی ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے اس نے یزید کے پاس ایک شکایت نامہ لکھکر یہ مشورہ دیا کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنا مطلوب ہے تو گورنر کسی ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو تیری ہی طرح سخت گیر و تشدد پسند ہو۔ نیز یزید نے اپنے اوس فرمان میں جو اس خط کے پہونچنے کے بعد ابن زیاد کو لکھا تھا۔ عمر بن سعد کو بھی "شیعتی" کا ممتاز خطاب عطا کیا۔ لہذا کسی صحیح الدماغ کو یہ خیال کیونکر ہو سکتا ہے کہ فوج کوفہ کا یہ قائد اعظم (جو تمام بداعمالیوں کا واحد ذمہ دار تھا۔ اور جو خیام حسینی کی جانب سب سے پہلے تیر اندازی کر کے فوج سے خطاب کرتا ہے کہ تم اس کے گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر انداز میں ہوں۔ دیکھو طبری صہ ۲۱۴) کسی زمانہ میں بھی شیعوں کی جماعت میں داخل رہا ہوگا۔ کیا یہ حیرت انگیز ستم ظریفی نہیں ہے کہ جس شخص کو خود یزید اپنا بندۂ خاص ظاہر کرتا ہے۔ اور "شیعہ با اخلاص" کا خطاب دیرہا ہے اوسی کے ذمہ چند خوش فہم علمائے اہلسنت شیعہ علیؑ ہونے کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تاریخ کی اس شہادت کیطرف سے اپنے ہوش و گوش کو بالکل معطل کر رکھا ہے کہ عمر بن سعد تو کیا اوس کے باپ سعد بن ابی وقاص کو بھی شیعۂ علیؑ بننے کی توفیق کبھی نہیں ہوئی تھی۔

شمر بن ذی الجوشن :۔ حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صہ ۱۸۵

له حديث عند ابي داؤد	"یعنی ذوالجوشن ضبابی سے امام ابوداؤد
من طريق ابي اسحاق عنه	نے بذریعہ ابواسحاق روایت حدیث کی ہے اور کہا جاتا
ولقال انه لم يسمع منه	کہ ابواسحاق نے ان سے نہیں سنا یا کہ انہوں نے
وانما سمعه من ولده شمر	ان کی حدیث ان کے بیٹے شمر سے سنی ہے۔"

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صہ ۲۰۴

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغۃ الضبابی یعنی شمر ذی الجوشن اپنے باپ سے روایت کرتا تھا۔ اور اس سے ابو اسحاق سبیعی نے روایت کی ہے۔
عن ابیہ وعنہ ابو اسحاق السبیعی۔

شمر کی عزت افزائی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ابو اسحاق السبیعی جو صحیح بخاری کے راوی ہیں اور امام بخاری سے صدق و امانت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابو داؤد بھی اس سے روایت کو بسر و چشم قبول کر کے سرمایۂ دین و ایمان میں داخل کر لیتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان بزرگ کا شمار صحابۂ کبار میں ہے انکے فضائل و مناقب کے بیان کیلئے کافی وقت درکار ہوگا۔ اور پھر تحصیل حاصل کے سوا کوئی ثمرہ ہاتھ نہ آئیگا۔ کیونکہ دنیائے اسلام میں اس نجم فلک صحابیت و عدالت کی روشنی اس قدر پھیلی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کمالات کی آپ دلیل بن گیا ہے۔ کسی کے تعارف کرانے کا بالکل محتاج نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے صحابی تھے۔ اگر آپ کے مناقب اور کمالات کا اعتراف نہ کر کے جرح و قدح میں کچھ بھی لب کشائی کیجائے تو دین و مذہب سے اعتبار و اعتماد کے اٹھ جانے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔ لہذا میں پاس ادب صحبت رسولؐ کرنے میں مولوی عبد الشکور صاحب کی پوری تقلید کرتے ہوئے فقط اتنا ہی کہنے پر اکتفا کروں گا کہ ناظرین قاتلان حسینؑ کی فہرست میں آپ کا نام نامی دیکھکر حیرت زدہ نہ ہوں۔ کیونکہ جناب امیرؑ کی طرف سے آپ کا انحراف زبان زد خاص و عام ہے۔ جبتک حدیث طیر کے ابھرے ہوئے حروف کی سیاہی کتب احادیث کے صفحات پر موجود رہے گی یہ حقیقت بھی دنیا پر روشن رہے گی کہ امیر المومنینؑ پر آپ ایک خاص قسم کی نظر عنایت

رکھتے تھے۔ اور ایک وہ وقت بھی آگیا تھا جس میں دعائے رسولؐ اور ان بزرگوار کے جذبات قوم پروری میں سخت کشمکش رونما ہو گئی تھی۔ اور امیر المومنینؑ کی حالت اس وقت اس سیارہ کی ہو رہی تھی جو دو متضاد قوتوں کے اثرات سے متاثر ہو کر ایک خاص محور پر گردش کرتا ہے۔ دعائے رسولؐ آپ کو خدا کا سب سے زیادہ محبوب بندہ قرار دیکر خدمت رسولؐ کی جانب کھینچ رہی تھی۔ اور انس بن مالک کے جذبات اوس کی پرزور مدافعت کر رہے تھے۔ غرض جناب امیرؑ نہ اپنے مقام پر ساکن رہ سکتے تھے۔ نہ خدمت رسولؐ میں باریابی کا موقع پاتے تھے۔ اسی طرح آسمان صحابیت وعدالت کے اس چمکتے ستارے کی پیشانی کے شہرۂ آفاق داغہائے سفید جن کی چمک دمک "نور علی نور" کا دلکش و نظر فریب منظر دکھا رہی تھی۔ مہر صادق و عداوت یا بغض و عداوت امیر المومنینؑ کے اعزازی تمغہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جو امیر المومنینؑ کی بددعا کے بموجب بارگاہ سبحانی سے حدیث غدیر کا صاف انکار کر دینے کے صلہ میں عطا ہوا تھا۔ جس کے بعد آپکی جبین پر نور میں ناصبیوں کے لئے ہزاروں بشارتیں تڑپنے لگی تھیں کہ اہل بیت رسولؐ کے معاملہ میں حق پوشی و ناحق کوشی شوق سے کرو روسیاہی کے عوض سند اجالا ہی ہوتا رہے گا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ امید ہو یوم کسی عقلمند کے دل و دماغ میں کب جگہ پا سکتی ہے کہ یہ حضرت کسی وقت میں بھی خاندان رسالتؐ کے ہمدرد ثابت ہوئے ہوں گے۔ اگرچہ آپ نے دست و بازو سے وفاداری بنی امیہ کا کوئی حق بظاہر قتل فرزند رسولؐ میں ادا نہیں کیا۔ مگر آپ ایسے با اثر اور بلند مرتبہ بزرگان دین سے ارباب حکومت کو اخلاقی امداد و تائید کی جو امید ہو سکتی ہے اس کو حق بجانب ثابت کر دینے میں آپ نے مطلق کوتاہی نہیں کی۔ آپ نے دربار ابن زیاد میں یہ منظر

نہایت سکون و وقار سے مشاہدہ کیا کہ فرزند رسولؐ کا سر مطہر طشت میں ابن زیاد کے سامنے رکھا ہے اور وہ تر و سیاہ چھڑی سے بے ادبی کر رہا ہے۔ مگر شان وفادار حکومت پرستی یہ تھی کہ اوس کے خلاف ایک حرف شکایت اور ایک کلمۂ احتجاج بھی منہ سے نہیں نکالا۔ سبحان اللہ کس قدر باحمیت اور حق شناس صحابی ہیں کہ خاندان رسالت کی بربادی اور توہین و تذلیل کے تمام ہولناک مناظر آنکھوں سے دیکھنا اپنے دل سے گوارا کرتے ہیں۔ مگر حکومت وقت سے ترک موالات تو درکنار اوس کے اعمال و حرکات پر معمولی نکتہ چینی بھی مقتضائے مروت و دیانت نہیں سمجھتے جن لوگوں کو میری اس گذارش کی حقیقت میں کچھ شبہہ ہو وہ صحیح بخاری کی اس روایت کو دیکھ کر اطمینان کر لیں اور حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر اور پاس اس صحبت سرور انبیاؐ کا جو مناسب طریقہ سمجھ میں آئے اس کو آخر دم تک فراموش نہ فرمائیں

عن محمد بن انس بن مالک ؓ
الیٰ عبید بن زیاد براس الحسینؑ
فجعل فی طشت فجعل ینکت
فقال فی حسنہ شیئا فقال انس
کان اشبھھم برسول اللہ ؐ

"محمد بن انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو ایک طشت میں رکھا گیا۔ اور وہ ملعون چھڑی سے چھیڑنے لگا اور کوئی بات آپ کے حسن کے بارے میں کہی۔ انس بن مالک نے اوس سے کہا کہ امام حسینؑ رسول خدا سے سب سے زیادہ مشابہ تھے"

حضرت انس بن مالک نے دربار ابن زیاد میں اس نازک موقع پر صدائے احتجاج بلند نہ کر کے صحابیت کے قالب میں دینی حمیت کی روح کے موجود ہونے کا ثبوت دیا اس نے خود آپ کے مریدوں کو بھی غرق حیرت کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی شرح

Marfat.com

صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں۔ (جلد ۷ صفحہ ۶۵۷) منقول از رسالۂ الآل والاصحاب۔

قال سبط ابن الجوزی اما کان لرسول اللہ علی انس من الحقوق ان ینکر علی ابن زیاد ویقبح له مافعله من قرع ثنایا الحسین ع بالقضیب

سبط ابن جوزی نے کہا کیا رسول خدا کا انس پر اتنا حق بھی نہ تھا کہ وہ ابن زیاد کے اس فعل پر اظہار ناپسندیدگی اور مذمت کرتے۔؟

لہٰذا میرے قلم کی جنبش درحقیقت سبط ابن الجوزی کے اسی سوال کی ترجمانی کر رہی ہے جو خدا جانے کس حیرت کے عالم میں قلم سے نکل کر سرمۂ چشم بصیرت بنگیا ہے۔ اگر پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ مانع نہ ہوتا تو اس سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسالتمآبؐ کے حقوق ماضیہ پر ابن زیاد جیسے دلی نعمت کے حقوق حاضرہ کو از روئے عدالت و دیانت مقدم سمجھتے تھے۔ پھر اس کے کسی اسلام کش و کفر نواز فعل پر اظہار ناراضی کیونکر فرماتے اور حق تو یہ ہے کہ جب کوئی شکایت اور ناراضی تھی ہی نہیں تو اظہار کیا کرتے۔

انس بن مالک کی اس معنی خیز خاموشی کے مقابلہ میں جب کہ اسرار کی تحقیق کیلئے ان کے خاص عقیدتمندوں کے سوا روافض کے افکار و خیالات موزوں نہیں ہو سکتے۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ اخلاقی جرأت بہت غنیمت سمجھی جا سکتی ہے کہ آپ ابن زیاد کے ہاتھوں فرزند رسولؐ کی توہین و تذلیل کا منظر زیادہ دیر تک صبر و سکون سے نہ دیکھ سکے اور بطور احتجاج چند ایسے کلمات کہہ گذرے جو اگر خدا توفیق دے تو طرفداران بنی امیہ کیلئے بہت کچھ سامان عبرت بہم پہونچا سکتے ہیں۔

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴ صفحہ ۳۲

فجلس ابن زیاد واذن للناس فاحضرت الرؤس بین یدیه وهو ینکت بالقضیب بین ثنیته

ابن زیاد دربار میں بیٹھا اور لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دی پس شہدا کے سر ہائے مبارک اس کے سامنے لائے گئے۔ اور وہ

ساعة فلما رأه زيد بن الارقم
لا يرفع قضيبه قال اعل هذا
القضيب عن هاتين النتيتين
فوالذي لا اله غيره لقد رأيت
شفتي رسول الله صلعم على هاتين الشفتين
يقبلهما ثم بكى فقال له ابن زياد
ابكى الله عينيك فوالله لولا انك
شيخ قد خرفت وذهب
عقلك لضربت عنقك فخرج
وهو يقول انتم يا معشر العرب
العبيد بعد اليوم قتلتم ابن فاطمة
وامرتم ابن مرجانة فهو يقتل خياركم
ويستعبد شراركم فرضيتم بالذل
فلعنة لمن يرضى بالذل۔

کچھ دیر تک امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک
کو چھڑی سے چھیڑتا رہا۔ جب زید بن ارقم نے
دیکھا کہ وہ چھڑی کو نہیں اٹھاتا تو اس سے
مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ان دانتوں پر سے یہ
چھڑی اٹھا لے۔ قسم خدا کی میں نے دیکھا تھا
حضرت رسولؐ کے لبہائے مبارک کو کہ انھیں
لبوں کو بوسہ دیرہے تھے۔ یہ کہکر زید بن ارقم
رو پڑے۔ ابن زیاد نے اون سے خطاب کیا
خدا تمھاری آنکھوں کو رولائے۔ بخدا اگر تم بڈھے
خرف نہ ہوتے اور تمھاری عقل زائل نہ ہو گئی
ہوتی تو میں تمھیں قتل کرا دیتا۔ زید بن ارقم وہاں
سے باہر نکل آئے۔ اور یہ کہتے چلے گئے کہ
اے قوم عرب! آج سے تم سب غلام ہو گئے
تم نے ابن فاطمہؑ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو حکومت
و امارت دی۔ وہ تمھارے اچھے لوگوں کو قتل کرتا اور شریروں کو غلام
بناتا ہے۔ تم اس ذلت پر راضی ہو گئے ہو۔ پس لعنت ہے ان لوگوں
پر جو ذلت پر راضی ہو گئے ہیں۔

اگرچہ انس بن مالک کی شان وفاداری کو دیکھتے ہوئے زید بن ارقم کی یہ اخلاقی
جرأت اور صاف گوئی قابل قدر ضرور ہے۔ پھر بھی یہ بات کہنے میں آسکتی ہے کہ

Marfat.com

جناب والا! اہل کوفہ نے بنی امیہ کے ہاتھوں متاع دین وایمان کا سودا کرکے دائمی ذلت وخواری کا بھوسا ان مہیا کرلیا وہ دراصل آپ ہی جیسے صحابۂ کبار کی رفتار وکردار کا نتیجہ تھا۔ اگر آج سے پہلے آپ حضرات نے اسی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہوتا اور اپنے اوس غیر معمولی روحانی اثر واقتدار کو جس کا سکہ عوام کالانعام کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ خاندان رسالت کو کمزور کرنے اور اوس کے دشمنوں کو امارت وحکومت کے منصب پر پہونچانے میں صرف نہ فرمایا ہوتا تو آج وہ منظر آنکھوں کے سامنے نہ ہوتا جس پر آپ خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ آپ نے اجماع وشوریٰ کے بل بوتے پر خاندان رسالت کی وقعت وعظمت کو عامۃ الناس کی نگاہوں سے گرایا اور اوس کے دشمنوں سے سلسلۂ موالاۃ قائم کیا۔ آج سے پہلے ابن زیاد اور اس کے آقاؤں کے دربار میں حاضر باش رہکر نیازمندی اور وفاداری کا مظاہرہ فرمانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور اون کے جملہ افعال کو رضامندی کی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اور عقیدتمندی کے کانوں سے سنتے رہے۔ پھر اس کے تلخ ثمرات آپکی برہمی مزاج کا سبب ہو رہے ہیں۔ جب ابن زیاد نے فرزند رسولؐ کے خلاف نعرہ جنگ بلند کیا تھا۔ اسی وقت اگر آپ نے ذرا جرأت وہمت سے کام لیکر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہوتی، دربار کی روز مرہ حاضر باشی چھوڑ بیٹھے ہوتے تو یقین ہے کہ بے اثر نہ رہتی کیونکہ عوام کے جذبات وعقائد آپ کے دامن صحابیت سے تمامتر وابستہ تھے۔ اور اگر اہل کوفہ آپ کی بات نہ مانتے تو اتنا تو کرسکتے تھے کہ امام حسینؑ کے دوسروں جاں نثاروں کی طرح کوفہ سے نکلکر میدان کربلا میں آتے۔ حضرت کے سینہ سپر ہوجاتے۔ آخر اوس وقت بھی آپ کے سینوں میں دل تھے۔ اور دلوں میں ایمان وعرفان کی روشنی موجود تھی۔ پھر یہ کیوں ہوا کہ کوفہ سے انصار حسینؑ کی ایک معتد بہ تعداد

سخت ناکہ بنا ہی اور محاصرہ کے باوجود خدمت باسعادت میں جاں نثاری کیلئے آپ
آپ قدیم عادت کے بموجب امیر کوفہ ابن زیاد کے ایوان حکومت کا طواف کرکے غلامانہ
کا مظاہرہ فرماتے ہی رہے۔ دیکھئے عام خلقت پر جو آپ کا روحانی اثر قائم تھا اسی کی
امام حسینؑ اہل کوفہ سے فرما رہے تھے کہ میری شان میں جو احادیث نبوی وارد ہوئی ہیں
میرے بیان سے تمھیں ان کا یقین نہیں ہوتا تو زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ
پھر اگر آپ حضرات اس موقع پر ہوتے اور حضرت کے کلام کی تصدیق فرماتے تو بھلا یہ
ممکن ہوتا کہ فرزند رسولؐ شہید ظلم و جفا اور خاندان رسالت مورد آفت و بلا ہو جائے

صحابہ کی دین فروشی

خطا معاف! اگر آپ کی ذات بابرکات نہ
اس میں تو شبہہ کا محل ہی باقی نہیں کہ آپ کی جماعت
کے دیگر معزز افراد اور ممتاز ارکان نے متاع دنیا اور چند روزہ جاہ و منصب کے بدلے دین
کا سودا کرنے کی رسم قائم کی۔ آخر حتات بن یزید بن علقمہ بھی آپ ہی جماعت کے ایک ممتاز
جو معاویہ سے صاف ستھرے الفاظ میں درخواست کر رہے تھے کہ "اشتر منی دینی" یعنی
دین مجھ سے مول لے لو۔ (استیعاب ابن عبدالبر جلد اول صفحہ ۱۵۴)

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری آپ ہی کے گروہ کے ایک معزز ترین شیخ
تھے جو دربار معاویہ میں حاضر ہوتے اور "یا امین اللہ" کہکر سلام فدویانہ بجا
محض اس طمع میں کہ شاید حکومت کا کوئی عہدہ مل جائے۔

(کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۵۔ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۸۵)

پھر اگر آپ کی جماعت کے انھیں ہم خدا و ہم دنیا پرست حضرات کے
سے اون کے سچے تابعین اور عوام الناس کے دل متاثر ہوئے اور انھوں نے انھیں

Marfat.com

سیرت وسنت پر چلکر متاع جان و دل کے ساتھ ساتھ سرمایۂ دین وایمان کو بھی مال
تجارت قرار دے لیا تو کون سا نیا قصور کیا جو آپ کی زبان سے مستحق ملامت ٹھہرے دیکھئے
جماعت صحابہ کی دنیا طلبی و زر پرستی آخر کار اس درجہ عیاں ہو کر رہی کہ امام فخر الدین
رازی فدوی خاص بھی تاویلوں اور سخن سازیوں سے تنگ آکر رافضیوں کے ہم خیال و
ہم آواز ہو گئے اور تفسیر کبیر کے ایک ورق پر بہ حسب ذیل بیان تاریخ کیلئے سرمۂ چشم بصیرت بنا گئے۔

صحابہ کی دنیا طلبی کا اعتراف امام رازی کے قلم سے

واعرفت هذا فنقول العرب كانوا
قبل مقدم رسول الله طالبين للمال
والجاه والمفاخرة وكانت محبتهم معللة
بهذه العلة فلاجرم كانت تلك المحبة
سريع الزوال وكانوا بادنى سبب
يتهيجون في الحرب والفتن فاما جاء الرسول
عليه السلام دعاهم الى عبادة الله
تعالى والاعراض عن الدنيا والاقبال
على الآخرة زالت الخصومة والخشونة بينهم و
صاروا اخوانا متوافقين ثم بعد وفاته
عليه السلام لما فتحت عليهم الدنيا
فرجعوا الى طلبها بعد ان كادوا

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عرب حضرت رسالتمآب
کی تشریف آوری سے پہلے مال وجاہ ومفاخرت
کے طالب تھے۔ اور اون کی محبت ودوستی اسی نتیجہ
ہوا کرتی تھی۔ اور اسی سبب سے وہ محبت ودوستی
بہت جلد زوال پذیر ہو جایا کرتی تھی۔ اور
ذرا ذرا سی باتوں پر لڑائیوں اور فتنوں میں پڑ
جایا کرتے تھے۔ مگر جب آنحضرت آئے اور انکو خدا
کی پرستش اور دنیا سے روگردانی اور آخرت کی طرف
توجہ کی دعوت دی تو اون سے خصومت
اور درشتی مزاجی جاتی رہی۔ سب کے آپس
میں سچے بھائی بن گئے۔ پھر حضرت کی
وفات کے بعد جب دنیا کے دروازے اون پر کھل گئے

Marfat.com

الی محاربۃ بعضہم بعضا و
مقاتلۃ بعضہم مع بعض۔
(تفسیر کبیر)

اور وہ دنیا طلبی کیجانب متوجہ ہوئے تو آپس
جنگ وجدال کیطرف لوٹ گئے۔ آپس
میں لڑائیاں ٹھن گئیں۔

علی ہذا القیاس محدث دہلوی شاہ عبدالحق بھی شرح مشکوٰۃ میں ان احادیث حوض کی
شرح میں لکھتے ہوئے جنہیں ارتداد صحابہ کی پیشین گوئی کیگئی ہے اور اس ارتداد کا انجام بد کو
ہے کھلم کھلا وہ ناگفتہ بہ باتیں لکھ گئے جن کو رافضی بھی کہتے تو ہیں مگر اس طرح علانیہ نہیں
کہتے۔ محدث صاحب کا بصیرت افروز ارشاد یہ ہے۔

محدث دہلوی کی گہر فشانی، صحابہ مرتد ہو گئے۔ آخر کیوں؟ اس لئے
کہ مبتلائے دنیا طلبی ہو کر نہ اہلبیت کے حقوق ادا کئے اور نہ ان کا ادب کیا

مراد بردت رجوع از دین بسلمانی نیست
بلکہ خروج از حد استقامت
در بعض حقوق و صلاح سریرت در
بعض امور و رجوع از مرتبہ حسن اخلاق
و صدق نیت۔ و تقصیر در بعض حقوق
در رعایت اہلبیت مراد ب بانشان
بجہت ابتلا بدنیا و فتنہ چہ آنحضرت
فرمودہ بود کہ من نمی ترسم بر شما
کفر را و بت پرستی را ولیکن می ترسم

"ارتداد" سے دین اسلام سے نکل جانا
مراد نہیں ہے۔ بلکہ دنیا اور اس کے فتنوں
میں پڑ کر باہر ہو جانا حد استقامت سے بعض
حقوق میں اور صلاح باطن سے بعض امور
میں۔ اور لوٹ جانا مرتبہ حسن اخلاق
و صدق نیت سے اور بعض حقوق اہلبیت
اور ان کے پاس ادب میں کوتاہی کرنا
مراد ہے۔ کیونکہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ
میں تمہاری طرف کفر و بت پرستی میں پڑ جانیکا

Marfat.com

از مداخلت دنیا و آفات آں کذا قالوا۔ انتہی۔ (شرح منکوۃ جلد ۲ ص منقول از فلک النجاۃ حصہ اول ص ۱۲۷)

خوف تو نہیں رکھتا۔ مگر اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا اور آفات دنیا کی مداخلت ہو جائیگی۔"

امام رازی اور محدث دہلوی کے ان بیانات کو چشم بصیرت سے دیکھو اور پھر فیصلہ کر لو کہ ان حضرات نے جو کھری کھری باتیں سنائی ہیں وہ سراسر شیعی عقائد و خیالات کے مطابق ہیں یا نہیں؟ جب ایسے ایسے آئمہ دین و ارکان ملت اپنے خیال کے اظہار سے تو اب دین حاصل کرتے ہیں کہ مرد ایام سے صحابہ کی روحانی کیفیات میں انقلاب ہو گیا تھا۔ دنیا سے نفرت آخرت کی طلب جیسی عہد رسالت میں تھی بعد میں نہیں رہ گئی تھی۔ مبتلائے دنیا طلبی ہو جانے کی وجہ سے صلاح باطن، حسن اخلاق، صدق نیت غرض تمام اگلے اوصاف جو مدار تدین تھے ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے تھے۔ اور یہ کہ انھوں نے حقوق اہلبیتؑ کی رعایت اور اُن کا ادب کرنے میں تقصیر کی لہٰذا "مرتد" ٹھہرے۔ پھر بتاؤ کہ اگر یہی باتیں غریب رافضی سال میں ایک مرتبہ نویں ربیع الاول۔ کی مخصوص صحبتوں میں کہہ لیا کرتے ہیں تو اُن سے ناراض و دل گرفتہ ہونے کا کیا سبب اور نفرت و بیزاری کس لئے؟ الحمدللہ کہ آئمہ اہلسنت کے محققانہ خیالات و افکار کی گردش اوسی نقطہ تک جا کر ختم ہوئی جو عقائد روافض کا مرکز ہے۔ ان بزرگان دین کو جو کچھ کہنا تھا کہہ گئے اور ارتداد صحابہ کی حقیقت اون کے بیانات سے بے نقاب ہو چکی۔ اب مولوی عبدالشکور صاحب پاس ادب صحبت سرور انبیاؐ فرمایا کریں۔

Marfat.com

شیعوں کو مولوی عبدالشکور صاحب وغیرہ کا ممنون ہونا چاہیئے کہ اُن کی غیر ضروری چھیڑ چھاڑ کی بدولت قاتلان حسینؑ کی مذہبی حیثیت اور دینی حالت نکھر کے دنیا کے سامنے آگئی۔ اور واضح ہوگیا کہ جس نام نہاد تشیع کی نسبت اون کی طرف کتب تواریخ وسیر میں دی گئی ہے وہ دراصل تسنن ہی کا دوسرا نام ہے۔ محض اشتراک لفظ کیوجہ سے جہلائے اُمت کو گرفتار دام فریب بنا دینے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ اس رسالہ میں جو حقائق دنیا کے سامنے پیش کئے گئے وہ اس طلسم فریب کو توڑ دینے کیلئے کافی ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ المستعان والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

تمام شد

159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com